

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224873

UNIVERSAL
LIBRARY

تلیفون نمبر ۲۲۱۹

رجسٹرڈ ویل نمبر ۱۹۴۱

تہذیب

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کا
نرخانہٴ حیدر
سالانہ
ششماہی
فی پرچہ

پندرہ وزہ تعلیمی سالہ
نرخانہٴ اشتہار
فی صفحہ سے
نصف صفحہ سے
چوتھائی صفحہ سے

ایڈیٹر: سعید انصاری - بی اے جامعہ

جلد

۷ دسمبر ۱۹۶۹ء

نمبر ۲

فہرست مضامین

- ۱) دنیا میں کیا ہوتا ہے؟ "اخبار" ۲
- ۲) اسلام تقسیم الدین انصاری صاحب خانہ پور ۳
- ۳) ریاضی عبدالغفار صاحب دہلوی ۴
- ۴) زمین کیسے بنی؟ پنڈت جواہر لال نہرو ۵
- ۵) کوانٹم جامعہ "کواہن نگار" ۶
- ۶) سقراط اگر علی حسینی، حیدر آباد ۷
- ۷) بھول (نظم) درد کا کردی ۸
- ۸) بری محبت کا اثر عزت علی رامپور ۹
- ۹) جتنی محبت ارشد جواہری ۱۰
- ۱۰) اجتماعی معاش سعید نعیم الدین صاحب ۱۱
- ۱۱) اشتہار ۱۲

ہمارے رسول

مولانا خواجہ عبدالحق صاحب فاروقی دورِ حاضر کے مشہور و معروف مفسرِ قرآن ہیں۔ آپ کے ہماری درخواست پر یہ مفید رسالہ بچوں کے لئے سیرۃ پاک پر اس انداز میں لکھا ہے کہ بچوں کے علاوہ بڑوں کے دل میں بھی اتباعِ سنت کا جذبہٴ صادق پیدا ہو جاتا ہے۔ زبان آسان اور صاف ہے چھپائی وغیرہ اعلیٰ اور خانہٴ نگار کا فوٹو قیمت ۸ روپے

نیچر مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی

دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

۳۰۰۵۰
۱۰/۱۰/۱۰

ہندوستان کے اندر

ہنگرلسی وایسے نے مانتا گاندھی اور پنڈت موتی لال نہرو سے دوبارہ ملاقات کر چکی خواہش ظاہر کی ہے ۲۳ دسمبر ملاقات کی تاریخ رکھی گئی ہے جس میں گزشتہ اعلان کی مزید تادیل اور تشریح ہوگی بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ملاقات بہت تاخیر سے ہو رہی ہے۔

لاہور کانگریس کے لئے بہت کافی تیاریاں ہو رہی ہیں کانگریس کی طرف سے رضا کاروں کی ایک بہت بڑی جماعت تیار کی جا رہی ہے۔ حکومت پنجاب مزید پولیس کی بھرتی کا بھی انتقام کر رہی ہے، کہا جاتا ہے کہ سکھوں اور بعض مسلمان حلقوں کی طرف سے نقص امن کا اندیشہ ہے۔

۲۹ نومبر کی تاریخ شاردا ایکٹ کے خلاف ہڑتال منانے کے لئے مقرر کی گئی تھی تاکہ اس دن تمام مسلمان اپنے کاروبار بند کر کے حکومت پر یہ ظاہر کر دیں کہ وہ اس قانون کو ہرگز نہیں چاہتے۔ تازہ ترین اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ہندوستان میں نہایت مکمل ہڑتال ہوئی ہے دہلی میں بھی جو ہندوستان کا مرکز ہے، مسلمانوں کی تمام دکانیں پھوپھو صمد بازار اور چاندنی چوک کی بندھنیں۔

اخبارات میں یہ خبر شرت لگا رہی ہے کہ جہاں جہ صاحب سری گراہی ریاست کشمیر گورنمنٹ کے ہاتھ فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں خیال یہ ہے کہ چونکہ سندھ وستان جلد یا دیر میں آزاد ہو جائیگا اور اس صورت میں دہلی ریاستوں کا کوئی وجود نہ رہیگا، اس لئے والیان ریاست چاہتے ہیں کہ اس سے قبل ہی جو کچھ ہاتھ آئے اسے قیمت بھجھکر منسلک ہو جانا چاہئیں۔

ہندوستان سے باہر

شمالی منچوریا میں چین اور روس کے درمیان کسی مشترک مسئلہ پر سخت جنگ کا اندیشہ ہے۔ منچوریہ وہ علاقہ ہے جہاں روس اور چین دونوں کی سرحدیں آکر ملتی ہیں اور ایک ذرہ ساحل سے تجاوز دوسرے کیلئے سخت ناراضگی و شکایت کا باعث بن سکتا ہے۔

معادہ کسلاگ جو اجمعی حال میں مرتب ہوا ہے، اسکی روسے برطانیہ نے حکومت روس اور حکومت چین دونوں کو یہ اطلاع بھیجی ہے کہ وہ جنگ سے باز آئیں اور اپنے معاملات نجی طور پر طے کر لیں، ورنہ دوسری سلطنتوں کی نظر میں ان کی بہت بے وقعتی بھی جائیگی۔

حکومت برطانیہ کے اس مراسلہ کے بعد فرانس، امریکہ، اور جرمنی وغیرہ نے بھی اسی قسم کے ہتھکڑیاں منسلک بھیجی ہیں، پھر جاپان کے کہ اسکو یہ طریقہ پسند نہیں آیا ہے۔ تازہ اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ ہر دو فریق سلطنتوں کے ان خطوط کا بہت اثر پڑا ہے۔ اور انہیں بھگڑنے سے بھی بچھوٹے سے طے کر رہی ہیں۔

سرخاغاں نے ایک فرانسیسی قانون سے شادی کی ہے جس میں انھوں نے ۲ لاکھ پونڈ یعنی ۲۴ لاکھ روپے کا ہر باندھا ہے اور اس کے علاوہ ۶۴ ہزار پونڈ یعنی ۸ لاکھ روپے سے اوپر کے دیے اور تحائف اور ایک بہت بڑی جائداد دی جاتی ہے۔

پولینڈ کے مشہور پہلوان زبیکو نے جو گزشتہ سال گگاسے شکست کھا چکا ہے، اس سال پھر مقابلہ کے لئے دعوت بھیجی ہے جسے امریکہ کے صلیب نامی پہلوان نے منظور کر لیا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ جو بارہا سے وہ دوسرے

ضرب کے لئے پہاڑے کی ضرورت نہیں

رقمیں میں (خواہ وہ رقمیں طاق ہوں یا جفت) وہ سب کاٹ دی گئیں اور صرف فریق (ب) کی باقی رقموں کو جمع کرنے سے ۲۵۰۰۰۰ حاصل ہوا۔

قاعدہ - مندرجہ بالا مثال سمجھنے کے بعد اب تم اس قابل ہو گئے ہو گے کہ اس قاعدہ کو مناسب الفاظ میں اپنی کاپیوں میں درج کر سکو، تم بھی مختصر لکھے دیتے ہیں۔

دئے ہوئے سوال میں مضروب کو ایک طرف اور مضروب فیہ کو اُس کے مقابل لکھو۔ مضروب کو تدریج نصف کرتے جاؤ حتیٰ کہ "۱" آئے۔ مضروب فیہ کو تدریج دگنا کرتے جاؤ یہاں تک کہ تعداد میں دونوں فریق کی رقمیں برابر ہو جائیں۔ فریق (ا) کی جفت رقموں کے مقابل میں فریق (ب) کی جب قدر رقمیں ہوں ان کو کاٹ دو۔ اب فریق (ب) کی باقی رقموں کو جمع کرلو، حاصل جمع جواب ہوگا۔

فائدہ - ضرب کے چوتھے حصے سے سوال عام طور پر ہم جس طریقہ سے حل کرتے ہیں، اُن کی جانچ پڑتال کر سکتے ہیں۔

ضروری نوٹ - تم نے غور کیا ہوگا کہ اس قاعدہ سے ضرب کے لیے سوال حل کرنے میں بہت وقت خرچ ہوتا ہے مثلاً ۹۹۵۲۸۸۰۲۵

میں ۱۲ دفعہ نصف کرنا اور ۱۲ دفعہ ۲ سے ضرب دینا پڑتا ہے اس لئے ہر حالت میں پہاڑوں کا عمل آسان ہے، لہذا سارے پہاڑوں کو ذہن میں رکھو۔ اس خوشی میں کہ ایک نئی بات معلوم ہوئی ہے، اُن پہاڑوں کو ایک بار دہراؤ جن کے استعمال میں تمہیں وقت ہوتی ہے۔ نام - اس قاعدہ کے موجد نے اس قاعدہ کا نام "بالٹونیک طریقہ" رکھا ہے۔ یہ قاعدہ روس کے کسانوں میں رائج ہوا تھا۔

مشق کے لئے سوالات - ضرب کے چند چھوٹے سوال بناؤ اور دونوں طریقوں سے حل کر کے دیکھو کہ آیا جوابات ملتے ہیں یا نہیں۔

پچو! سہی دیکھ کر تعجب نہ ہو، ہوگا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ بغیر پہاڑوں کی مدد کے ضرب کے سوال حل کر سکتے ہیں؟ تعجب کی بات نہیں، ہم تمہیں ایک ایسا گزرتا ہے جس کی رو سے صرف دو کے پہاڑے کی مدد سے ضرب کے سارے سوال حل کر سکتے ہو۔ ذیل میں ایک مل دیا جاتا ہے اس کی تشریح پڑھنے سے پہلے صرف مل دیکھتے ہوئے خود ہی سوچو، فکر کرو، غور کرو، پھر نتیجہ نکالنے کی کوشش کرو۔

مثال - ۸۶ × ۲۵

۸۶ (ا)	۲۵ (ب)
۴۳	۹۰
۲۱	۱۸۰
+	+
۵	۴۲۰
۴	۲۵۰
۱	۲۸۸۰
	۳۸۵۰

جواب - ۳۸۵۰

تشریح - کیا سمجھے؟ خیر اب سمجھنے کی کوشش کرو، دی ہوئی رقموں میں سے ۸۶ کو فریق (ا) میں رکھا گیا اور ۲۵ کو فریق (ب) میں۔ پھر ۸۶ کا نصف کیا گیا، ۴۳ حاصل ہوا، پھر اُس کا نصف کیا گیا، ۲۱ حاصل ہوا (نصف کرنے میں باقی کو نظر انداز کیا گیا، اسی طرح سے اس عمل کو جاری رکھنے سے آخر میں "۱" آیا۔ اب فریق (ب) میں ۵۲ کا دگنا کیا، ۹۰ حاصل ہوا، پھر اُس کا دگنا کیا گیا، ۱۸۰ حاصل ہوا، اسی طرح ہر ایک رقم کو دگنا کیا گیا۔ چونکہ فریق (ا) میں صرف سات رقمیں ہیں اس لئے فریق (ب) میں بھی سات رقمیں (یعنی ۲۸۸۰ تک) کافی سمجھی گئیں، اب فریق (ا) کی جفت رقموں کے مقابل میں فریق (ب) کی جب قدر

جغرافیہ زمین کیسے بنی؟

ہم کو اس قدر بڑی معلوم ہوتی ہے، تاہم اس کی حقیقت مٹی کے ایک ذرے سے زیادہ نہیں جو ہمیں پھر رہا ہو۔ سورج لاکھوں میل دور ہے اور دوسرے ستارے اس سے بھی زیادہ فاصلہ پر ہیں۔

علمائے ہیئت، یعنی وہ لوگ جو ستاروں کا علم رکھتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہزاروں لاکھوں برس پہلے ہماری یہ زمین اور تمام نیلے سورج کا ایک جزو تھے۔ سورج اس وقت بھی ایک شعلہ آئیز گرم مادے کا ٹکڑا تھا جیسا وہ آج ہے کسی طرح پرکچھ پھوٹے پھوٹے ٹکڑے سورج سے جدا ہوئے اور وہ ہوا میں پھرنے لگے لیکن وہ اپنے اس اصل مادے یعنی سورج سے بالکل الگ نہ ہو سکے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا یہ سب کے سب ایک دھماکے سے بندھے ہوئے ہیں اور اسی طرح سورج کے گرد و گرد رہا ہے۔ یہ دھماکا جنھیں ایک دوسرے سے وابستہ کئے ہوئے ہے حقیقت میں ایک عجیب و غریب طاقت ہے جو ہر چھوٹی چیز کو بڑی چیز کی طرف بلیندی ہے۔ یہی کشش ہے جس کے وجہ سے دنی پر زمین گر پڑی ہیں زمین چونکہ ہم سے قریب سب سے بڑی چیز ہے، اس لئے وہ ہماری تمام چیزوں کو کھینچے ہوئے ہے۔

غرض اس طریقہ سے ہماری زمین سورج سے پیدا ہوئی۔ اور اس وقت یہ بہت زیادہ گرم رہی ہوگی لیکن چونکہ سورج سے بہت چھوٹی تھی اس لئے آہستہ آہستہ ٹھنڈی ہونے لگی۔ سورج بھی رفتہ رفتہ ٹھنڈا ہوا ہے لیکن اس کے بالکل سرد پڑنے میں بھی لاکھوں برس لگیں گے۔ زمین کے ٹھنڈے ہونے میں بہت کم وقت صرف ہوا۔ جبوقت کہ یہ گرم تھی، اس وقت ظاہر ہے اس پر کوئی چیز نہ رہی ہوگی۔ نہ آدمی رہے ہوئے، نہ جانور نہ درخت رہے ہوئے نہ گھاس پات۔ ہر چیز جل جہنم کرفاک سیاہ ہو جاتی۔

غرض جس طرح سورج سے ایک ٹکڑا علیحدہ ہوا اور وہ زمین بن گیا، اسی طرح زمین سے ایک ٹکڑا الگ ہوا اور چاند بن گیا۔ بہت سی لوگوں کا خیال ہے کہ چاند اس بڑے ستارے سے ٹکرا جوامر کیہ اور جاپان کے بیچ میں ہے۔

تم جانتے ہو گے کہ زمین سورج کے گرد دیکر لگاتی ہے اور چاند زمین کے گرد گھومتا ہے۔ ہمیں شاید یہ بھی معلوم ہو کہ اور بھی بعض سیارے ہیں جو زمین کی طرح سورج کے گرد دیکر لگاتے ہیں۔ یہ سب جس میں ہماری زمین بھی شامل ہے سورج کے نیلے ہی کھلتے ہیں۔ ان سیاروں کے گرد بھی بہت سے سیارے گھومتے ہیں جنھیں "قمر" کہتے ہیں۔ سورج، سیارے، سج، تمام قمر کے یہ سب مل کر ایک اچھا خاصہ خاندان بناتا ہے جسے "نظام شمسی" کہتے ہیں۔ شمسی سے مراد وہ چیزیں جو شمسی یا سورج سے تعلق رکھتی ہوں، سورج چونکہ ان سب کا دادا ہے، اس لئے ان کے تمام مجموعہ کو "نظام شمسی" کہتے ہیں۔

رات کے وقت آسمان پر کہیں ہزاروں ستارے نظر آتے ہوئے۔ ان میں سے صرف چند سیارے ہیں، جو حقیقت میں ستارے نہیں کہے جاسکتے ہیں۔ کیا تم تیز کر سکتے ہو کہ ان میں کون سیارہ ہے اور کون ستارہ؟ سیارے حقیقت میں ستاروں کی یہ نسبت بہت چھوٹے ہوئے ہیں جیسے ہماری زمین، لیکن وہ آسمان پر بڑے اس وجہ سے نظر آتے ہیں کہ وہ ہم سے بہت قریب ہیں۔ مثلاً چاند جو حقیقت میں دوسروں کے مقابل میں ایک بچہ ہے، اس قدر بڑا نظر آتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہم سے بہت قریب ہے۔ لیکن سب سے بہتر طریقہ سیاروں اور ستاروں میں تیز کر نیکار ہے کہ تم دیکھو کہ آیا وہ چمککے ہیں یا نہیں سیارے چمککے نہیں بلکہ وہ صرف چمکتے ہیں، اس لئے کہ انھیں روشنی سورج سے ملتی ہے۔ ہل ستارے نسل سورج کے ہوتے ہیں جن کی اپنی روشنی ہوتی ہے۔ وہ خود بخود چمکتے ہیں، اس لئے کہ وہ خود روشن اور جلتے ہوئے ہیں حقیقت میں ہمارا یہ سورج خود بھی ایک ستارہ ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ یہ بڑا نظر آتا ہے، اس لئے کہ یہ ہم سے قریب ہے اور ہمارے آگے کے ایک بڑے گولے کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ بہر حال، ہماری زمین سورج کے خاندان یعنی "نظام شمسی" سے تعلق رکھتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ زمین بہت بڑی ہے اور ہماری یہ نسبت یہ واقعہ بہت بڑی ہے۔ اگر ہم اس کے ایک چھوٹے سے چھوٹے حصہ کو بھی تیز سے تیز کر لیں گاڑی یا جہاز کے ذریعہ ملے کریں تو بھی چھوٹے اور سینے لگ جاتے ہیں لیکن اگر یہ

کوائف جامعہ

شیخ اجماعہ جناب ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب بھوپال اور حیدرآباد کے تقریباً تین ماہ کے دورے کے بعد جمعہ ۷ مارچ کو اپنا ملک واپس تشریف لائے۔ اب آپ جامعہ کی تعلیمی اور اندرونی انتظامی حالت کو درست کرنے کی طرف اپنی پوری توجہ مبذول کر رہے ہیں۔ آپ دسمبر کی تعطیل میں لاہور کانگریس بھی نہیں جا رہے ہیں بلکہ جامعہ کے ہی کاموں میں اپنا سارا وقت صرف کریں گے۔

جناب شیخ الجامعہ کا یہ سہ ماہی دورہ ہر حیثیت سے کامیاب اور بارور ثابت ہوا ہے آپ نے اس عرصہ میں تقریباً ۱۲ ہزار فقہ وصول کئے ہیں۔ بھوپالی ماہانہ امداد کا مستحکم دستہ اجرا بھی ہو گیا ہے اور تین ہینڈ کے روپے آ بھی گئے ہیں۔ دیاست حیدر آباد میں جامعہ کی امداد کی درخواست کو اس کے تمام مراحل طے کر کے انشاء اللہ عنقریب منزل مراد بنک پہنچنے والی ہے۔

صوبہ خلافت کمیٹی دہلی کے جدید انتخابات میں ڈاکٹر ذکریا حسین خان صاحب اس سال کے لئے صدر منتخب کئے گئے تھے لیکن آپ نے اس بنا پر یہ ذمہ داری قبول کر نیے انکار کر دیا کہ جامعہ کے کاموں سے آپ کو اتنا وقت نہیں بچتا کہ باہر کے کاموں میں آپ کو کوئی عملی حصہ لے سکیں۔

نہایت افسوس ہے کہ پروفیسر محمد نجیب صاحب اپنی علامات کے باعث کچھ عرصہ کے لئے جامعہ سے علیحدہ رہنے پر مجبور ہیں۔ موصوف ابھی خالی ہیں جامعہ تشریف لائے تھے اور ایک دور روز قیام کے بعد پھر واپس چلے گئے ہیں۔ آپ کی وجہ سے سر دست مطبخ کا کام بھی منہد ہے کوشش ہے کہ کوئی اچھا آدمی ملے تو اس کا کام پھر سے شروع ہو۔

بہر حال زمین ٹھنڈی ہونے لگی۔ اس میں ایک بہت بڑا حصہ لگا۔ سب سے پہلے زمین کی سطح ٹھنڈی ہونے لگی اور اس کے اندر کا حصہ گرم کا گرم رہا۔ اب بھی اگر کم ایک کونہ کی کان میں جاؤ تو ہمیں سخت گرمی محسوس ہوئی۔ اور اگر کم زمین کے بہت اندر چلے جاؤ تو غالباً ہمیں جلتی ہوئی آگ ملے۔ اسی طرح چاند بھی ٹھنڈا ہونا شروع ہوا اور چونکہ وہ زمین سے بھی بہت چھوٹا تھا، اس لئے اس کے ٹھنڈے ہونے میں اور کم وقت لگا۔ اس کی ٹھنڈک آنکھوں کو بہت اچھی محسوس ہوتی ہے۔ غالباً اس میں بہت سے چشپے اور برف کے ٹکڑے معلوم ہوتے ہیں۔

جب زمین ٹھنڈی ہوگئی تو تجارت تھے وہ سب نخر کر پانی بنگلے اور غالباً بارش کی شکل میں بھی گرے اس وقت تو یکایک بہت دور کی بارش ہوئی ہوگی اس پانی سے زمین کے جتنے گڑھے اور نشیب تھے وہ سب بھر گئے اور اس طرح سمندر اور بحر اعظم پیدا ہوئے ۔
جب زمین ٹھنڈی ہوگئی اور سمندر بھی ٹھنڈے ہو گئے اسوقت خشکی اور تری میں ہر قسم کی جاندار پھیریں پیدا ہوئیں اور ان میں رفتہ رفتہ رہنے سننے لگیں

دنیا کے بسنے والے

جینیوں، امریکہ کے پُرانے باشندوں، بدو عربوں۔ افریقہ کے یونوں۔ اور جاپان اور سوئٹزرلینڈ اور ان ملکوں کے حالات جہاں ہزاروں من برف گر گئی ہے۔ سید بشر حسین صاحب نے بی اے، لیٹنگ، پیرٹرائٹ، لائبریری، ماسٹر، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے بچوں کے لئے انسان زبان میں لکھی ہے۔ کتاب میں تقریباً ۵۰ تصویروں پر جن میں سے بعض ایسی ہیں کہ انھیں دیکھ کر تمہاری ضبط کرنا محال ہے۔ لکھا جی چھپا جی بہت اچھی ہے۔ ٹائٹل خوبصورت اور رنگین۔ قیمت نصف ۶۔

منیجر کتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے طلبہ

تاریخ

ستقراط

خدا حق کا حامی ہے۔ وہ ضرور حق کا انتقام لے گا۔

آخر زہر کا پیالہ پیش کیا گیا۔ ستقراط نے نہایت اطمینان سے پیالہ ہاتھ میں لیا اور آنکلیں بند کر کے غٹا غٹ پی گیا اور فریش پر دراز ہو گیا۔ اور شاگردوں کو نصیحت کرنی شروع کی۔ جب زہر کا اثر تمام رگ و ریشے میں سرایت کر گیا اور اعضا شکنی ہوئے لگی تو مہس نے آنکلیں بند کر لیں اور کہا ”یا درہے میں حق کی خاطر جان دے رہا ہوں“ یہ کہنے کے ساتھ ہی اُس کی روح نفصِ عسری سے پرواز کر گئی۔ گو ستقراط مر گیا لیکن اُس کا نام قیامت تک زندہ ہے کیونکہ اُس نے حق کی خاطر جان دی تھی۔

اسی ستقراط کا ایک مشہور قول ہے ”نیکی علم ہے“ (Virtue is knowledge)۔ اس کے معنی ہیں کہ کسی چیز کا اچھی طرح جان لینا ہی نیکی ہے۔ کسی چیز کو حق سمجھ لینے کے بعد یہ ناممکن ہے کہ پھر تم اُس کے خلاف کر سکو۔ مثال کے طور پر اگر تمہیں یقین ہو جائے کہ سچ ہونا نیکی ہے۔ تو پھر تمہارے لئے یہ ناممکن ہو گا کہ تم جھوٹ بولو۔ اگر تم پھر بھی جھوٹ بولتے ہو تو اُس کا یہ مطلب ہو گا کہ تم نے سچ کو نیکی سمجھنے سے انکار کیا۔ کیا انسان کو نیک بننے کے لئے یہ جھوٹا سافقہ کافی نہیں ہے؟ بچو! تمہیں معلوم ہو ایک شہیدِ علم نے محض صداقت اور آزادیِ ضمیر کی خاطر کس طرح اپنی جان دے کر اپنے نام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غیر فانی بنا لیا۔ سچ ہے۔

جو کھوتا ہے سو پاتا ہے

بچو! آج ہم نہیں ایک ایسے شخص کا حال سناتے ہیں جس کا شمار دنیا کی غیر فانی ہستیوں میں ہوتا ہے جس نے محض صداقت کی خاطر اپنی جان قربان کر دی اور اپنے نام کو زندہ جاوید بنا لیا۔

ستقراط ۴۰۰ ق۔ م میں بعض دارالخلافت یونان میں پیدا ہوا شروع ہی سے وہ نہایت ذہین اور جہت پسند واقع ہوا تھا۔ فلسفے سے اُسے خاص لگاؤ تھا اور اسی کو اُس نے اپنا زندگی کا مشغلہ قرار دیا۔

اُس زمانے میں یونان میں بہت پرستی کا عام رواج تھا۔ ہر چیز کا ایک ایک دیوتا مہوتا تھا اور شب و روز انہیں دیوتاؤں کی پرستش ہوتی تھی۔ انہیں سے ہر قسم کی امداد طلب کی جاتی اور ان کو خوش کرنے کے لئے ان کے مسبدوں میں ہزاروں قسم کی قربانیاں چڑھائی جاتیں۔ ستقراط ان سب خرافات کے خلاف تھا اور لوگوں سے کہتا کہ تمہارے یہ اپنے بنائے ہوئے پتھر کے دیوتا تمہیں کیا مدد دے سکتے ہیں لوگ سمجھے کہ یہ ہمارے دیوتاؤں کی توہین ہے۔ انہوں نے حکومت سے فریاد کی حکومت نے ستقراط کو عزم قرار دیا اور کہا کہ وہ نوجوانوں کو گم راہ کرتا ہے اور دیوتاؤں کی توہین کرتا ہے۔ اور اس جرم کی مزید قرار پائی کہ یا تو وہ معافی مانگے یا زہر کا پیالہ پئے۔ ستقراط نے آخری شرط کو قبول کیا اور زہر کا پیالہ پینے پر آمادگی ظاہر کی۔ جب زہر پینے کا وقت آیا تو اُس کے بیوی بچے اور تمام شاگرد ارد گرد جمع ہو گئے۔ سب کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے لیکن ستقراط کے چہرے سے کسی شیم کی پریشانی کے آثار نمایاں نہیں تھے۔ وہ سب کو باری باری سے ہلکی دیتا تھا اور صبر کی تلقین کرتا تھا اور کہتا تھا ”میں حق کی خاطر جان دے رہا ہوں۔“

نظم پھول

بھینسی بھینسی ہے تیری خوشبو
اک جنت رنگ و نور ہے تو
کیوں آئے نہیری سو خوش
خاکہ فطرت کی بجلیوں کا
ہے گلشن تیری ہر ادا میں
جو سونگھ لے جھکوا مست ہو جائے
فطرت کا نمونہ شہابی
قدرت کے عجائبات میں تو
ہے ہستی خوش حال دلکش
جلوہ ہے تو کی کم سنی کا
دلکش ہے ترا ہر شکوفا
فطرت کی رد احسین مغل
بانی بھی ہے دیکھ کر تجھے رنگ
رنگیں تحریر ہے تو کس کی؟
ہے تجھ پر تار دل کا ہے گل
رس چوستی ہے شہد کی کمی
معتقوں کا ہے حین یور
ہر گل دنیا کے رنگ ہو ہے
یاشب سے دھوکے لکھا ہے
یعنی بہار کی توجاں ہے
اک عکس محبت کی ازل ہر
جلوے نکلی کے بانہاں میں
فطرت نے میں فت کی ہر رنگ

پاکیزہ ہے پھول کس قدر تو
ہر دل کیلئے سرور ہے تو
صورت تیری جب ہر ادا دلکش
ہے گل، دلکش وجود تیرا
پانی ہے جو پرورش فضا میں
جو دیکھ لے گل بدست ہو جائے
ہے گل تری نکھری گلابی
ہے کیسی لطیف تیری خوشبو
اک چیز ہے بے مثال دلکش
تو خاک ہے کس کی دلبری کا
ہر رنگ ہے دل فریب تیرا
ہر گل کی ادا سنہری ہیکل
فطرت نے بھرا ہے تجھ میں رنگ
اسے گل تصویر ہے تو کس کی؟
تلی، بھونرا، غریب ببل
ہے تجھ میں مٹھاس ہی چھاپی
عشاق کا دل نصیب بن نظر
ہر نکھری عالم نمونہ ہے
خوشبو تری تم ہے یہ ہوا سے
تجھ میں برق ازل نہاں ہے
یہ خن تیرا جو پھول ہے
ہلکی ہلکی سی مٹھاساں ہیں
ہیں پھڑکے ہوئے جو مختلف رنگ

تجھ میں ہری آرزو ہے نہاں
تو ہی سر سے درو کا ہر درماں

قصے کمائیاں

بُری صحبت کا اثر

کے بچے آنے لگے، رحیم نے جب یہ حالت دیکھی تو منع کرنا چاہا اور ایک روز ان سب بچوں کو نکال دیا۔ کرم تو بہت لاڈلے اور ہنسی سے بھرے ہوئے تھے۔ لگے رونے اور صدمہ کرنے۔ آخر کار کھلائیاں جا کر ان بچوں کو بلا لائیں رحیم سے بیوی نے کہہ دیا کہ بچے بچوں ہی میں کھیلے گا، آخر ان بچوں کے ساتھ کھیلنے میں کیا حرج ہے وہ خاموش ہو گیا، اب کرم کا تمام وقت ان ہی لڑکوں کے ساتھ کھیل کود میں گزرتا، اور بڑھتے میں دل نہ لگتا جب بڑھتے جاتا تو دو کمری بھاگتا۔ اسی طرح دن گزرتے رہے، اور کرم کی عمر بارہ سال کے قریب پہنچ گئی۔ اب تک انھوں نے بندہ بارے قرآن شریف کے ختم نہیں کئے تھے۔ اور اردو میں یہ حالت تھی کہ کسی کا خط تک بھی نہیں پڑھ سکتے تھے رحیم نے بیوی کو بہت سمجھایا۔ اور کہا کہ بچہ بالکل خراب ہو جا تا ہے، اب تم اسے اور کھلائوں کے لاؤ میرا نے بالکل خراب کر دیا ہے نہ پڑھتا ہے نہ لکھتا ہے۔ ششیر لڑکوں کے ساتھ کھیلنا کرتا ہے۔ بیوی نے یہ کہہ کر کہ سب ٹھیک ہو جائیگا سمجھ آنے دو، خاموش کر دیا۔ اب کرم کی حالت دین دن خراب ہوتی جاتی تھی، صدمہ بے ادبی، بد تمیزی، قلعنی بھی ایک خراب لڑکے میں پائی جاسکتی ہے، سب اس میں موجود تھی، اب اس کا مرض حد کو پہنچ گیا تھا۔ اور بالکل لا علاج سا ہوتا جاتا تھا۔ اسکے بڑا نے دوست اس کے ہدم و رفیق تھے۔ کرم کی عمر اب ستر سال تک پہنچ چکی تھی کہ بیکار رحیم سخت بیمار پڑا، لاکھ کوششیں کی گئیں بڑے بڑے ڈاکٹر اور حکیم علاج کے لئے لائے گئے، لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ایک روز صبح کو رحیم کی حالت کچھ درست ہوئی اور عزیز و اقربا کو کچھ امید مدھی، لیکن قریب بارہ بجے کے حالت خراب ہو گئی اور غلطہ بہ غلطہ روی ہوئی گئی۔ یہاں تک کہ شام کے چھ بجے اسکی روح خفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ تمام گھر میں کھرا بھرا گیا، عزیز و اقربا کو تو فتنوس و رنج ہونا ہی چاہیے تھا، لیکن مہر کے آن

رحیم ایک شریف خاندان کا مالدار شخص تھا۔ فارسی اور اردو خوب جانتا تھا۔ بڑے زمانے کے رواج کے موافق انگریزی سے بالکل ناواقف تھا۔ نماز روزہ کا پابند تھا۔ شادی کو قریب قریب دس برس کا عرصہ گزر چکا تھا، لیکن کوئی اولاد نہ تھی۔ رحیم بہت پریشان رہا کرتا تھا، بزرگوں سے ملتا اور دعا کا طالب ہوا کرتا۔ آخر کار گیارہویں سال ایک لڑکا پیدا ہوا، خوب خوشیاں منائی گئیں مینوں تک مہمان جمع رہے خوب خاطر و تواضع ہوئی۔ لڑکے کا نام کرم رکھا گیا، اور اب دل و جان سے بچے کو چاہتے تھے، اور کچھ کچھ کر خوش ہوتے تھے، سچ نہایت خوبصورت اور تندرست تھا۔ دولت کی کچھلی نہ تھی، بچے کے لئے زمین نوکر نیاں رکھی گئیں۔ آخر کرم کی سیم اللہ کا زمانہ آیا۔ بندہ روز پیلے مہمان آنا شروع ہوئے۔ نوبت بھی گئی۔ سیم اللہ کا دن آیا۔ صبح سے کھانے پینے شروع ہوئے۔ شہر کے رئیس اور عزیز و اقربا جو حق آنے لگے، سہر کو سیم اللہ کی ہم ادھوئی کرم کی عمر پانچ سال کی ہوئی۔ ایک استاد نوکر رکھے گئے، اور انھوں نے پڑھانا شروع کیا، جب پیلے روز کرم مولوی صاحب کے پاس پہنچا، تو اس کی تینوں کھلائیاں بھی ساتھ تھیں۔ مولوی صاحب نے پڑھانا شروع کیا، کمائیاں پاس بیٹھی رہیں۔ مولوی صاحب نے تھوڑی دیر پڑھانے کے بعد بھیڑی دیدی۔ دوسرے روز بھی کمائیاں کرم کے ساتھ پہنچیں۔ یہ عمل روزانہ جاری رہتا۔ ایک مہینہ تک تو مولوی صاحب نے تھوڑی دیر پڑھانے کے بعد بھیڑی دے دیدی۔ اب سیم اللہ انھوں نے زیادہ دیر پڑھانا شروع کیا۔ تو سیم اللہ کرم لگے رونے اور صدمہ کرنے لگائیاں، تو سایہ کی طرح ساتھ تھیں، مولوی صاحب سے کہہ کر بھیڑی دلاؤ، ششیر کی سال، اسی طرح گزر گئے۔ مولوی صاحب لاکھ کوششیں کرتے مگر کچھ اثر نہ ہوتا۔

کرم کے ساتھ کھیلنے کے لئے محلہ کے جاہل، شریر اور ذلیل خاندان

سچی محبت

رشید اور کمال دو دوست تھے اور ہم جماعت بھی۔ دونوں میں بڑی گہری دوستی تھی۔ ایک دن اسکول میں آڈر آیا کہ کل اسپیکٹر صاحب معائنہ کریں گے۔ کامیاں وغیرہ درست ہونی چاہیں اور خاک صکر کتا میں ضرور لانی چاہیں جس سے دوسرے دن اسکول میں اسپیکٹر صاحب آئے جن اتفاق سے رحیم اپنی انگریزی کی کتاب بھول آئے۔ اسپیکٹر صاحب نے معائنہ بھی کیا انگریزی کے ٹھٹھے میں رب رشید بہت گھبرائے اور کمال سے بولے "اسپیکٹر صاحب ضرور جھکو پیٹیں گے۔ دوست کہیں سے کتاب لاؤ ورنہ خیریت نہیں۔ کمال نے جو اپنے دوست کو اس قدر پریشان دیکھا تو کہا کوئی پرواہ کی بات نہیں، تو یہ کتاب لے لو۔ میں یا تو کہیں سے دوسری کتاب لے آؤں گا یا کوئی اور ترکیب کر دوں گا۔ بہر کیف مجھے اسپیکٹر صاحب نے ماریں گے۔ اول تو کمال نے انکار کر دیا لیکن رشید کے اصرار پر آخر کتاب لے ہی لی۔

اسپیکٹر صاحب نے معائنہ کیا کمال کی کتاب نہ پا کر مارنے لگے۔ اب رشید سے نہ ہا گیا۔ اسکی آنکھوں نے ٹپکنے لگے۔ آخر کار اس نے سارا ماجرا اسپیکٹر صاحب کو سنا دیا۔ اسپیکٹر صاحب نے غور سے سنا اور سن کر بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے دونوں لڑکوں کو شاباش دی اور کہنے لگے کہ بیشک تم دونوں سچے دوست ہو۔ میں رشید کا قصور معاف کرتا ہوں۔ آئندہ سے کتاب بھول کر نہ آنا

لطیفہ

نسیم! حضرت! آج ہی سالگرہ نہ ہوئی حالانکہ سارا سال گزر گیا
نسیم! ایک سال کیا تین سال تک نہ ہوئی۔

نسیم! یہ کیوں؟

نسیم! میں ۲۹ فروری کو پیدا ہوا تھا اور اب ۱۹۲۹ء ہے۔

غریب اور بیکوں کی حالت جنگی پرورش کا ذریعہ صرف جسم تھا، بیان سے باہر ہے۔ سوئم تک تو لوگوں کے آنے جانے کا سلسلہ قائم رہا۔ وہ یہاں کریم کو بالکل فرصت نہ ملی لیکن اس کے بعد ان کے بار غار جمع ہوتے، صبح کے چھ بجے سے رات کے بارہ ایک تک کریم کے دوستوں کا جمع رہتا۔ اور گپ، شطرنج، چھبسی اور خف میں وقت گزارا جاتا۔ اب رفتہ رفتہ شراب بھنگ اور افیون کا بھی استعمال شروع ہوا، پھر ایک سال کے بعد کی حالت ملاحظہ کیجئے۔ تمام جائیداد نیکلام ہو چکی ہے۔ دیوان خانہ رہن رکھا جا چکا تھا۔ اور اب اسکے لیے بھی سیٹلام کا حکم عدالت سے ہو چکا ہے۔ صرف ایک زنانہ مکان باقی ہے، اور کریم کی والدہ کی جائیداد جو کہ اس کیس اور مصیبت کی ماری نے نہ معلوم کون کن مصیبتوں سے بچائی تھی۔ کریم کے تمام دوستوں نے آنا جانا بالکل ترک کر دیا ہے کہیں مل بھی جاتے ہیں تو منہ پھیر کر اور راستہ کتر کر نکل جاتے ہیں نہ بولنا خانہ بھی ایک روز نیکلام ہو گیا۔

جب سب کچھ کھو چکے تو کریم اپنی اس کیس ماں کے پاس جبکی باب کے مرنے کے بعد انھوں نے قبر تک نہ لی تھی، پہنچے پاؤں پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اور دعائی مائی۔ ماں نے سر اٹھا کر اپنے سینہ سے لگایا اور کہا بیٹا جو کچھ مقدر میں ہونا تھا وہ ہوا اب اسکا افسوس فضول ہے۔ تمہارے لیے یہ مکان اور جائیداد موجود ہے تم کچھ فکر نہ کرو۔ کریم کو ماں کے ان محبت بھری الفاظ سے تسلی ہوئی، اور اب یہ حالت ہو گئی کہ میاں کریم ہر وقت زنانہ مکان میں رہتے۔ منہ جھٹنا بالکل ترک کر دیا۔ اس حالت کے ایک سال بعد کریم کی ایک غریب اور شریف خاندان کی لڑکی سے شادی کر دی تھی۔ اور وہ دونوں خوش و خرم چہرہ اپنی زندگی کے دن گزارنے لگے۔

سچ ہے بری محبت کا نتیجہ سوائے بربادی کے اور کچھ نہیں ہوتا اور آخر میں سوائے حسرت و یاس کے کوئی سا بھی نہیں ہوتا۔

انعامی مہما صرف بچوں کو واسطے

مندرجہ ذیل بارہ جملوں میں سے ہر ایک میں ایک پھل کا نام پوشیدہ ہے۔ بطور مثال کے ایک جملہ درج کیا جاتا ہے۔ ”اب پردہ کا رواج اس قدر اٹھتا جاتا ہے کہ نئی کوٹھیوں میں کسی قسم کی آڑ وغیرہ نہیں بنائی جاتی۔“ اس میں ”آڑ“ اور وغیرہ کی ”ڈ“ ملانے سے آڑو بن جاتا ہے۔ اسی طرح ہر جملہ میں ایک پھل کا نام پوشیدہ ہے تاکہ معلوم کیجئے۔

(۱) جامعہ کی جملہ کمیٹیوں کی ایک تمام روادار شاخ ہونی چاہیے تاکہ پبلک کو تمام کارروائیوں کی خبر رہے۔

(۲) انٹر سے انتظار۔ جان گوروانہ ہو گئی مگر آنکھیں اب بھی کھلی ہی رہیں۔

(۳) میں نے اُن سے بارہا کہا مگر وہ اپنا وعدہ پورا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

(۴) مرد بان تاحق کھاتے ہیں۔ مستورات کے لئے البتہ پان آرائش کی چیز ہے۔

(۵) محمد کے پیر میں ایک کیل ایسی چھپی ہے کہ خون نکل آیا۔ اب حضرت کبھی ننگے پاؤں نہ پھریں گے۔

(۶) میں دہلی گیا تھا۔ وہاں بے رات رہا گرمی کی وجہ سے سخت تکلیف رہی۔

(۷) لکھنؤ کی مجلس عزاداری میں آنا۔ رنگ یہ ہو گا کہ ہر طرف سے آہ و بکا کے نالے بلند ہو رہے ہونگے۔

(۸) شریر لڑکے نے اپنا سر دم سے زمین پر دے مارا۔ لاکھ منع کیا نہ مانا۔

(۹) رعیت قوم کے لوگ اس قدر بہادر ہوتے ہیں کہ اس قوم کے ہر فرد کو دیکھ کر بے اختیار منہ سے نکل جاتا ہے کہ ”شاہ ش

رعیت ہے۔“

(۱۰) روشن آرا باغ میں بہت سی گول روشیں بنی ہوئی ہیں جیسے باغ کی خوبصورتی دو بالا ہو گئی ہے۔

(۱۱) چھینک آنارٹی فال سہی لیکن میں ان باتوں کا قائل نہیں۔

(۱۲) جاڑا آچلا۔ آبی جانور خوب آتے لگے۔ اب تکار یوں کے مڑے ہیں۔

مرسد سید ظہیر الدین احمد علوی۔ ایم اے۔

ایل ایل بی۔ وکیل

شرائط مطابق اشاعت مابقی۔

بچوں کا کتب خانہ

سرکار کا دربار

لڑکوں اور لڑکیوں مردوں اور عورتوں کیلئے سیرۃ مبارکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہترین تالیف
مقتدر شاہیر علما اور ادیبوں کی

اردو - زیر اہانت مولوی عبدالحق صاحب - مستند سخن ترقی اردو اور ادب آباد دکن۔
”یہ کتاب سلاطین تعلیم آفاقائے امت کی سیرت کی کتاب ہے۔ مولف صاحب ہمارے تعلیم کے قدیم فلسفہ رکن ہیں۔ انھوں نے یہ کتاب نہایت اخلاص کے ساتھ تیار کی ہے اور اپنے معیار و مضامین کے لحاظ سے بہت قابل قدر ہے۔ موصوف نے اس امر کو ملحوظ رکھا ہے کہ دس بارہ برس کے بچے اس کتاب کو پڑھ سکیں اور مطالب فائدہ اٹھا سکیں اور اپنے آفاقی سیرت سے اپنی اصلاح اخلاق کر سکیں۔ یہ سچ ہے کہ مجھیں صاحب کو اس کی تالیف میں پوری کامیابی ہوئی ہے۔ ہم انکو اس تالیف پر مبارکباد دیتے ہیں انکی یہ کوشش کامیاب اور ملک و قوم میں مشہور ہوگی۔ کتاب بچوں کے لئے لکھی جانے والی ہے، بہت مقدس اور سجدہ نبوی کے قلوب بھی شامل کردئے ہیں اس لئے کتاب کے خاص ہیں اور خوبی پیدا کر دی ہے۔ سرور قلم بھی بہت خوبصورت اور دیدہ زیب ہے جس سے مولف صاحب کا سلیقہ معلوم ہوتا ہے۔“
(لکھنؤ) زیر اہانت مولانا عبدالحق صاحب دیوبند - بی۔ اے۔

سیرۃ نبوی پر چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں لیکن شاید ہی کوئی ایسی موجود صاف و سادہ زبان میں بچوں کے پڑھنے کے قابل ہو اور واقعات بھی جس میں حسی الامکان صحیح بیان کئے گئے ہوں خوشی کی بات ہے کہ یہ سعادت احمد انیسویں صدی کے حصہ میں آئی وہ نہ کوئی مذہبی مقتدا اور عالم دین ہیں اور نہ آئندہ کے مصنف و ادیب لیکن اللہ پاک اپنے کام میں سے چاہے لے لیتا ہے اس نے اس خدمت کے لئے انکو جن لیا نہ کامت ۱۶۸ صفحہ سرور قلم کا قد کتابت ہر شے خوشنما اور مولف کی نفاست مذاق پر ذیل۔ صرف زبان ہی نہیں سادہ نہیں بلکہ انداز بیان بھی لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے دلکش اور ادب و احترام کا سرشتہ کہیں بھی ہاتھ سے جانے نہ پایا۔ جا بجا حرم کعبہ حرم مدینہ کے قوٹو دیے ہوئے ہیں۔ شروع میں دوبارہ کا سلام کے عنوان سے درج کا دیا ہے۔ آخر میں چالیس چھوٹی چھوٹی حدیثیں مع ترجمہ اردو اور بالکل خاتمہ پر مولانا خانی کے مشہور مسندس کے چند مبدیہ مسلمانوں کا کوئی گھر ان میں لڑکے اور لڑکیاں تعلیم پانے کے قابل موجود ہوں اس کتاب سے خالی نہ رہنا چاہیے۔ کتاب کا مطالعہ لڑکوں کے علاوہ بڑے بڑے لڑکوں اور بڑی بڑی عورتوں کے لئے بھی مفید ہوگا۔

ملنے کا پتہ

منیجر مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ - دہلی

تیلیفون نمبر ۲۲۱۹

چہرہ نمبر ۱۹۶۱

تہذیب

نرخامہ اشتہارات

نرخامہ چپ شدہ

فی صفحہ
نصف صفحہ
چوتھائی صفحہ

سالانہ
ششماہی
فنی پرچہ

ادبیر: سعید انصاری - بی۔ اے

جلد

۲۱ دسمبر ۱۹۶۵ عیسوی

نمبر ۳

دیوان شیدا جناب مسیح الملک حکیم محمد اہل خان محوم کر اُردو اور فارسی کلام کا مجموعہ

حکیم صاحب محوم کی دوسری نمایاں خصوصیات سے دنیا واقف ہے لیکن اگر آپ انہیں ایک کامیاب شاعر کے پیکر میں دیکھنا چاہیں تو تیار ہو جائیں گے۔ طلب کیجئے جو دیوان غالب کی طرح جرمنی میں دو سہائی حسین اور دیدہ زیب چھپات اور ویسی ہی جلد - قیمت صرف ۲۰ روپے

مکتبہ جامعہ قدرباغ دہلی

فہرست مضامین

- ۱۔ دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟
- ۲۔ تعلیم
- ۳۔ چھوٹے بچوں کی بیماری
- ۴۔ گوانگ جامعہ
- ۵۔ دیباچہ
- ۶۔ کیوں اور کیسلیج؟
- ۷۔ امیر تمبور
- ۸۔ قدرت کی کتاب
- ۹۔ جڑ کا گیت
- ۱۰۔ باغ کی پیڑ
- ۱۱۔ کروشنیکا لکھنؤ
- ۱۲۔ کام کی باتیں
- ۱۳۔ قدیم چٹھوں کی دہائی
- ۱۴۔ اشتہارات
- ۱۵۔ اخبار
- ۱۶۔ غریب رکھنؤ
- ۱۷۔ کوآفنگنگار
- ۱۸۔ عبدالغفار صاحب سائنس اور جامعہ
- ۱۹۔ محمد اہل صاحب پشاور
- ۲۰۔ سعید انصاری
- ۲۱۔ چاہر لال بھرو
- ۲۲۔ آرشید باوانی
- ۲۳۔ شفیق الدین صاحب دہلی
- ۲۴۔ غریب رکھنؤ
- ۲۵۔ امیر تمبور
- ۲۶۔ نور الدین صاحب

دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

ہندوستان کے باہر

گزشتہ چھ ماہوں کے دوران ہندوستان کے متعلق ایک نہایت دلچسپ اور اہم مباحثہ ہوا جس میں وزیر ممبر وینس نے اپنی ایک تقریر کے سلسلہ میں اعلان کیا کہ حکومت برطانیہ کی پالیسی کا منشا یہ ہے کہ ہندوستان میں تو آبادیات کے طرز کی حکومت قائم ہو اور خوشی کی بات ہے کہ ہندوستان اس طرف تیزی سے قدم بڑھا رہا ہے

دونوں گریڈ ہوا باز گیس اور ٹینکس جو شمالی افریقہ کو بغیر درمیان میں کہیں کے گئے ہوئے پار کرنا چاہتے تھے، فرانس کے قریب ایک ہواڑے میں ٹکرا کر قابو ہو گئے۔ معلوم ہوا ہے کہ موسم کے خراب ہونے کی وجہ سے نقصان اس قدر تاریک تھی کہ انٹیس اپنے سامنے کی چیز کا پتہ نہیں چلتا تھا۔

روس اور چین میں جو معاملات بھی طور پر طے ہو رہے تھے، وہ معلوم ہوتا ہے کہ طے نہیں پائے اور اب مغربیہ جنگ کے کچھ آثار نظر آ رہے ہیں۔ چین کی حکومت اپنی قوت کو مضبوط کر رہی ہے اور دوسری طرف مغربیہ روس نے کچھ غلے وغیرہ شروع بھی کر دیے ہیں۔

اسے خوب جذب کر لیتے ہیں، ہواڑوں پر ذرات کو چھڑاتے **بقیہ صفحہ ۱۷** خارج ہوتی ہے، وہ ہوا میں جذب نہیں ہوتی کیونکہ ہواڑوں پر ہوا لطیف اور خشک ہوتی ہے اور اس میں خاکی ذرات کم ہوتے ہیں جہازات جذب نہ ہونے کی وجہ سے خارج ہوجاتی ہے اسی وجہ سے ہواڑوں پر سردی زیادہ ہوتی ہے۔ میدانوں پر ہوا کشیف ہوتی ہے۔ اس میں خاکی ذرات بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ اس لئے اس میں زیادہ حرارت جذب ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میدانوں کی ہوا نسبت پہاڑوں کی ہوا کے زیادہ گرم ہوتی ہے۔

ہندوستان کے اندر

ایک سال لاہور میں بڑے زور کی کانگریس ہو رہی ہے۔ نوجوانوں کے سردار پنڈت جواہر لال نہرو کانگریس کے صدر ہوئے ہیں۔ گزشتہ سال کلکتہ میں آپ کے والد ماجد پنڈت موتی لال نہرو صدر ہوئے تھے جن کا جیوس ۳۴ گھوڑوں کی نفری گاڑی پر نکلا لاگیا تھا۔ اس سال لاہور میں صاحبزادہ موصوف صدر ہوئے ہیں جن کا جیوس گھوڑوں کی سواری پر نکلا لاگیا تھا۔ والد ماجد اپنے تمام زمانہ عداوت میں ہندوستان کے لئے حکومت زیر سایہ برطانیہ کی کوشش کرتے رہے۔ صاحبزادہ موصوف حکومت برطانیہ سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتے اور آزادی کامل کے حامی ہیں۔ باپ کی کوششیں تو اب تک بار آور ہوتی نظر نہیں آتیں۔ دیکھیے بیٹا کہاں تک کامیاب ہوتا ہے۔ لیکن ہے۔ پرنسٹون اسپر تمام کمند

دسمبر کے آخری ہفتہ میں کانپور میں ہندوستان کی تمام اسلامی جماعتوں کی ایک کانفرنس ہو گئی جس میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کو بھی اپنے نمائندے بھیجے کی دعوت آئی ہے۔ اس کانفرنس کا منشا یہ ہے کہ اس وقت ہندوستان کے مسلمانوں میں جو ایک عام انتشار پیدا ہو گیا ہے اسے کسی طرح رفع کیا جائے اور انھیں کسی ایک مشترک مقصد پر لایا جائے۔

۱۶ دسمبر ۱۹۶۶ء سے ہوائی جہاز کا سلسلہ کراچی سے دہلی تک قائم ہو جائیگا اور اس کے بعد ستمبر ۱۹۶۷ء کے درمیان میں کلکتہ تک اور ایک سال بعد رنگون تک پہنچ جائیگا۔ کراچی سے ممبئی تک سلسلہ قائم کرنے کے متعلق بھی گورنمنٹ غور کر رہی ہے۔

تعلیم

پے علم جو شمع باید گداخت
کسے علم انہوں خدا ساخت

مذہبی شناخت تو بڑی بات ہے۔ پیغمبرانِ دین و اولیاء اللہ کی زندگی پر غور کیجئے کہ انہوں نے اپنی زندگی کے ہر لمحہ کو عبادت و ریاضت کے لئے وقف کر دیا تھا۔ لیکن پھر بھی اپنے مجزاً کثافات کرتے رہے۔ اور اگر سنزل مقصود پر پہنچ بھی گئے تو "خبر سے باز نہ آئے۔"

اگر مذکورہ بالا شعر میں "خدا" کی بجائے "خود" کو دیا جائے تو لوگوں کو کتابِ علم کی طرف زیادہ رغبت ہو جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ بے علم انسان اپنے آپ کو بھی نہیں پہچان سکتا۔ اسکو یہ بھی معلوم کہ وہ اس دنیا میں کس مشن کی تعمیل وکیل کے واسطے بھیجا گیا ہے۔ وہ ایمانوں کی طرح اس دنیا میں ادھر ادھر بھٹکتا دھرتا ہے۔ اور اپنے خاص مشن کا پتہ نہیں چلا سکتا۔

"ہر کے راہ ہر کارے ساختند۔" اس کلمہ کے معلوم کرنے میں اسکی تمام عمر ختم ہو جاتی ہے اور آخر کار اسکو بصد حسرت و یاس فرشتہ اجل کو لبیک کہنا پڑتا ہے۔

اگر کتابِ علم کے دو پہلو ہیں۔ ایک دینی دوسرا دنیاوی۔ یہ دونوں پہلو دو مختلف مقاصد رکھتے ہیں۔ پھر بھی ایک دوسرے سے اس طرح پیوست ہیں کہ علیحدہ نہیں کئے جاسکتے۔ لیکن بعض ماہرینِ تعلیم نے ان دونوں پہلوؤں کو ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ تسلیم کیا ہے اور اپنی بیوی کی کوکب کنت نظر انداز کر کے ہیں۔ لیکن یہ کہ وہ اپنے خیال میں صحیح ہوں لیکن حمو! مشاہدہ میں یہ آیا ہے کہ جس شخص کو دنیاوی تعلیم اعلیٰ معیار پر دی گئی ہے اسکا اخلاق خود بخود درست ہو جاتا ہے۔ مادہ درستی اخلاق مذہب کا خاص جزو ہے۔ علم اخلاق کا زیادہ حصہ احکامِ مذہبی سے اخذ کیا گیا ہے۔ اسی طرح مذہب اس دنیا میں انسان کی رہبری کے واسطے بھیجا گیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو فطرتِ انسانی پر کمال اعتماد ہوتا کہ یہ انسان کو لغزشوں سے محفوظ رکھیں

تو مذہب کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔ دین و دنیا کے واسطے بھیجا گیا ہے کہ انسان مذہبی احکام پر کاربند ہو کر کامیاب زندگی بسر کرے۔ مذہبی تعلیم وہ ہی بہتر ہو سکتی ہے جو ہم میں دنیا کے کام انجام دینے کی صلاحیت پیدا کر دے۔ آپکو بہت سے مذہبی تعلیم یافتہ اشخاص ایسے ملیں گے جو اپنی زندگی نہایت سیرت اور کامیابی سے بسر کر رہے ہیں۔ لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ دینی و دنیاوی تعلیم دو جدا گانہ چیزیں نہیں ہیں بلکہ ایک دوسرے سے پیوست ہیں۔

اب ذرا ایک تعلیم یافتہ اور ایک غیر تعلیم یافتہ شخص کی زندگی کا موقع اپنے سامنے لیجئے اور پھر مشاہدہ کیجئے کہ یہ دونوں انسان ہیں مگر ایک کی فطرت میں کثرتِ تقاضات ہے۔ ایک مجتہد ہیبت ہے تو دوسرا مجتہد نہایت دونوں نے عمارتِ اربعہ سے نشرو توانا پائی ہے لیکن ایک اپنی تہاالت کی وجہ سے "حقائق کے عنصر غم" کا اپنے اندر اضافہ کرتا ہے اور دوسرا اپنی "علیت" کی وجہ سے جو ہر لحاظ سے اپنے کو فرخین کرتا ہے۔ ایک کو وقت اور دولت کی قلت کی شکایت اتنی فرصت نہیں دیتی کہ اپنی پست طاقت کو درست کرے۔ دوسرا کو افلاس کا مارا ہے مگر اپنی محبت اور تربیت کو اپنا پشت پناہ بھتا ہے۔ اور جو کام اس نے اپنے واسطے منتخب کیا ہے اسے انجام و انصرام میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتا۔ اسکو خوب معلوم ہے کہ وقت دولت ہے۔ تسال پسند انسان ہمیشہ وقت کو روک رہا ہے۔ مگر وہ شخص جسکو وقت کی قیمت معلوم ہے ہر کام کے واسطے وقت نکال لیتا ہے۔ ایک تعلیم یافتہ شخص کی زندگی اوداسی اور پریشان خیالی کا نمونہ ہے اسکی زندگی تین کاموں پر مشتمل ہے۔ کھانا، پینا، سونا۔ کوئی اور مشغلی کے ذہن میں آتا ہی نہیں۔ اور اگر یہ بھی تو زمانہ کی شکایت یا دوسروں کی غیبت کرنا۔ برعکس اسے ایک تعلیم یافتہ شخص کے مشاغل دیکھئے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر لمحہ کو کسی مفید مصروف میں صرف کرتا ہے۔ اگر اسکو اپنے فردری کاموں سے فرصت ہے تو وہ اپنا بقیہ وقت مطالعہ کتبِ فہم

۴۴ مشاہدہ قدرت، دینی اخلاق اور سرورِ ریاضت میں صرف کرتا ہے اس کے شہل کا نشانہ اپنی موجودہ حالت کو درست کرنا ہے اگر ان مشاغل سے اسکو قیام کا کافی فائدہ بھی خوب ہی وہ اپنی صلاحات میں

پڑھے لکھوں کی روزگاری

انہی نتائج کو مدنظر رکھتے ہوئے یونی گوورنمنٹ نے اسی حال میں ایک کمیٹی مقرر کی تھی جو وزیر محکمہ تعلیم، وزیر جنگ، زمین وراثت، ڈائریکٹر سرشتہ تعلیمات اور دوسرے اکابر محال حکومت پر مشتمل تھی۔ اس کمیٹی نے اپنی جو رپورٹ پیش کی ہے، اس کے مفیدی الفاظ و بیانات کے ناگوار نتائج کا عکس ثانی میں وہ لکھتے ہیں کہ۔

”مک میں ایک ایسی روز افزوں جماعت کا وجود ہے روزگار اور بے کار ہو، حکومت کے لئے زمین ایک بہت بڑا معاشی نقصان ایک عظیم الشان سیاسی خطرہ بھی ہے۔“

یہ الفاظ کسی مزید تشریح کے محتاج نہیں مگر یہ بالا تہداسکی وضاحت کے لئے کافی ہے۔ اس کے بعد اراکین کمیٹی نے اس صوبہ متحدہ کے اندر

اس کے بعد اراکین کمیٹی نے اس صوبہ متحدہ کے اندر اس بے روزگاری اور بے کاری کو دور کرنے کے لئے کچھ تجاویز پیش کی ہیں جو ذیل میں ملاحظہ ہو۔
”لکھنؤ، آلاہ آباد، کانپور، اور آگرہ ان میں سے ہر مقام پر ایک یا دو محکمہ قائم کیا جائے جو ان تہذیب پر عمل کرے۔“

۱۔ اہمترسطہ طبقہ کے ایسے طلبہ کی خدمت تیار کی جائے جنہوں نے کس

ہائی اسکول انٹر میڈیٹ یا یونیورسٹی کا امتحان پاس کیا ہو۔ ۲۰۔ یہ معلوم کیا جائے کہ ان سادات کے لئے کون کونسی ملازمتیں مل سکتی ہیں ۲۱۔ ایسے

مالکان کا رخا دیکھنا کہ ان کا تعلق کر دیا جائے جنہیں انہی کی ضرورت ہو

۲۲۔ والدین اور اساتذہ کو مشورے دئے جائیں کہ وہ اپنے لڑکوں کو کسی

تعلیم دین جو ان کے لئے حصول معاش میں مدد ہو اور خواہ لڑکوں کو

یہ فیصلہ کرنے میں مدد دی جائے کہ وہ آئندہ کونسی تعلیم حاصل کریں۔

۵۱۔ ہر سال لکھنؤ کے ایک پورٹ ٹرانسپلٹ ہو کر جس پر ان کے لئے کام ہوتی رہیں

ظاہر ہے کہ یہ تہذیب پر مبنیوں کے لئے صرف ایک ضمیمہ کا کام دیتی ہے مرقع کا اس

علاج یہ نہیں ہے اور نہ یہ کوئی دائمی تدبیر ہے۔ ایک طے تو اسباب سے مل بھی ہوں

اور دوسری طرف مصلوبوں کے لئے شفا خانے بھی کھولے جائیں۔ اس علاج اور صحیح تدبیر

یہ ہے کہ سب سے مرض ہی کو زائل کیا جائے یعنی تمام نظام تعلیم ہی کو اس طریقہ سے

حکومت ہند کے موجودہ نظام تعلیم کے تقاضوں پر اب سے پیشتر ایک بار نہیں ہزاروں مرتبہ توجہ دلائی جا چکی ہوگی اور یہ آواز نہ صرف غیر سرکاری مصلحتوں بلکہ سرکاری طبقہ پر بھی خواہ کتنے ہی دے بے میں کیوں نہ ہو، اٹھتی ہو لیکن حکومت نے اپنی تعلیمی پالیسی میں کوئی بنیادی تغیر کرتی تکلیف کی سلطنت انجمنیہ کے قیام کے زمانہ میں بینک حکومت کی مشین کو چلانے کے لئے ایسی تعلیم کا ہوں کی ضرورت تھی جو اس کے لئے اچھے کم پڑے پیدا کر سکیں لیکن آخر کل پرزوں کی تعداد کی بھی ایک حد تھی جب ان تعلیم کا ہوں کی پیداوار کی حکومت کے اس کارخانہ میں کھپت نہ رہی تو پھر اب وہ کیا کرے؟ ان میں کچھ تو لگے خود حکومت کا سر کھانے اور کچھ خود حکومت ہی کے لئے مارا آئیں ثابت ہوئے۔

ہندوستان کے تمام علاقوں میں صوبہ بنگال کو سب سے پہلے یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ اس نے غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈالا اور انگریزی تعلیم و انٹرکوسب سے زیادہ قبول کیا۔ حکومت کا نشانہ جہاں تک اپنے کام کے لئے انتخاب پیدا کرنے کا تعلق، وہ بدرجہ اولیٰ پورا ہوا اور تمام دفاتر اور محکمے بنگالی باپوتوں سے بھر گئے لیکن نصف صدی بھی مشکل سے گزرنے پائی تھی کہ جب دفاتر کی ملازمتیں اور سرکاری نوکریاں سب بنگالیوں تو دی جھوٹے بنگالی کے حکومت کا سر کھانے ہندوستان میں سب سے پہلا سیاسی اپنی مشین جو کبھی بڑے پیمانہ پر چلتا رہا وہ مشین ”تعلیم نگر“ کا تھا۔ اس میں ان سرکاری تعلیم کا ہوں کے بنگالی تعلیم یافتوں نے اپنے شور و بکار سے حکومت کا ناطقہ منہ کر دیا اور اسی پر انکشاف نہیں کیا بلکہ بعد میں خفیہ بنگالیوں کے ذریعہ خود حکومت ہی کا ختمہ لٹ دینے کی کوشش کی۔ یہ سب کچھ حکومت کے اپنے ہی ہاتھوں ہوا اور یہ پہلے ہی قائم کے ہوئے نظام تعلیم کی خرابیوں کا نتیجہ تھا۔ دور رس نگاہوں نے دیکھ لیا کہ یہ بلا ایک بنگال ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ جہاں کہیں بھی تعلیم یافتوں کے لئے بے روزگاری کا سوال پیدا ہوگا وہ بلا حال ایسے متاثر میں مسرور ہوں گے اور حکومت کے لئے خطرے کا باعث ثابت ہوئے۔

کو ایف جامعہ

دسمبر ۱۹۷۷ء کو طلبائے کالج کی مجلسِ علیٰ اہم اتحاد کا جلسہ منڈیشی تھا جس میں تمام اساتذہ اور طلبائے جامعہ خواہ مدرسے کے ہوں یا کالج کے شہر کے رہتے والے ہوں یا دارالافتاء کے سب مدعو کئے گئے تھے۔ اس تقریب میں مولانا محمد علی صاحب مدظل بھی مع بیک صاحبہ اور اپنی صاحبزادی کے رفیقہ لائے تھے شیخ اجماع جناب ڈاکٹر ذاکر حسین خان صاحب جو اس اہم اجتماع کی مستقل صدر ہیں جب تو اعد اس جلسہ کے صدر تھے۔ ابتدائی رسوم کے بعد گزشتہ نائب صدر نے اپنی مجلس انتظامیہ کی ایک سال کی ذمہ داری پر معرکائی، جو عموماً اعدا و شمار اور حاضرات وغائبانہ شکریوں پر مبنی ہوتی ہے، اسکے بعد جدید منتخب شدہ نائب صدر عبدالکریم خاں صاحب نے اپنا خطبہ صدارت پڑھا۔ طلبائے جامعہ کی زندگی میں یہی ایک موقع ہوتا ہے جب وہ اپنے منتخب شدہ نائب صدر کے ذریعہ اپنی اہم کے اغراض و مقاصد اور انکی کاموں کی تشریح کرنے کے بعد جامعہ کے مقاصد اور انکی پالیسی پر ان کو جائز حدود کے اندر رہ کر اظہار رائے کرتے ہیں اور اپنی کسی عام ضرورت کو شیخ اجماع کے سامنے موادیت طریقہ پر پیش کرتے ہیں۔ جدید منتخب شدہ نائب صدر نے بھی قدیم روایات کی پابندی کی اور اپنے مختصر مگر پرمغز خطبہ میں اس امر کی ضرورت بتائی کہ جامعہ کا ایک خاص مقصد متعین ہونا چاہیے اور اساتذہ سے یہ درخواست کی کہ وہ انھیں کسی ایک رنگ میں رنگ دیں۔

اس کے بعد آپ نے کالج کے طلبہ کو مخفی طلب کرتے ہوئے فرمایا کہ جہاں اساتذہ پر ایک رنگ میں رنگنے کی ذمہ داری ہے، وہاں کالج کے لڑکوں پر بھی ایک رنگ میں آسانی سے رنگ جانے کا فرض عاید ہوتا ہے۔ جامعہ کے اکثر اساتذہ ابھی کل تک جامعہ کے طالب علم تھے اور آج وہ اس کے اساتذہ کے زمرہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ میں خود بھی اب سے چند سال پیشتر جامعہ کا طالب علم تھا اور میرا نام آج تک جامعہ کے رجسٹر داخل میں موجود ہے، لیکن آج میں اس جامعہ کا شیخ اجماع ہوں۔ تو کیا اس سے کچھ بہت زیادہ فرق پڑ گیا۔ کل کو بیت ممکن ہے کہ انہی کالج کے طلبہ میں سے بعض تعلیم سے خرافت پاکر جامعہ کے اساتذہ میں آجائیں۔ اس لحاظ سے کالج کے طلبہ پر بھی کچھ کم ذمہ داری عاید نہیں ہوتی ہے، وہ مدرسے کے دوسرے چھوٹے لڑکوں کے لئے بطور نمونہ کے ہیں۔ انہی کو دیکھ کر وہ بھی رنگ پڑھیں گے اس لئے بڑے طلبہ کو بھی چاہئے کہ وہ اپنی ہر ہر بات کا خیال رکھیں اور اپنی ذمہ داری کو ہر ہر قدم پر ملحوظ رکھیں۔

اے بعد مولانا محمد علی صاحب مدظل نے بھی اپنے خاص انداز میں کچھ نصائح فرمائی جو حیثیت بزرگ کے طلبہ اور اساتذہ دونوں کیلئے تھیں۔
اُن کے بعد کھانا ہوا۔

تمام مراسم ادا ہونے کے بعد اخیر میں جناب شیخ اجماع نے ایک مختصر لیکن نہایت پرمغنی تقریر کی جس میں آپ نے فرمایا کہ مقصد اور نصب العین تو جزیئی ایسی ہے جو مخصوص اور متعین نہ موجب وہ مقرر اور متعین ہو گیا تو پھر مقصد نہیں رہا۔ ہاں ایسی چیزیں مقرر کی جاسکتی ہیں جن سے مقصد اور نصب العین کا اظہار ہو سکے۔ ایک قسم کی ٹوٹی اور ٹھنڈا یا ایک رنگ کے کپڑے پہنا لینا کسی درگاہ کا مقصد نہیں ہو سکتا۔ جامعہ کے مقصد اور نصب العین کو معلوم کرنے کے لئے یہ جان لینا کافی ہے کہ وہ ایک ایسے زمانہ میں وجود میں آئی جب اسلام اور مسلمانوں پر سب سے بڑی مصیبت آئی تھی اور

تمام مراسم ادا ہونے کے بعد اخیر میں جناب شیخ اجماع نے ایک مختصر لیکن نہایت پرمغنی تقریر کی جس میں آپ نے فرمایا کہ مقصد اور نصب العین تو جزیئی ایسی ہے جو مخصوص اور متعین نہ موجب وہ مقرر اور متعین ہو گیا تو پھر مقصد نہیں رہا۔ ہاں ایسی چیزیں مقرر کی جاسکتی ہیں جن سے مقصد اور نصب العین کا اظہار ہو سکے۔ ایک قسم کی ٹوٹی اور ٹھنڈا یا ایک رنگ کے کپڑے پہنا لینا کسی درگاہ کا مقصد نہیں ہو سکتا۔ جامعہ کے مقصد اور نصب العین کو معلوم کرنے کے لئے یہ جان لینا کافی ہے کہ وہ ایک ایسے زمانہ میں وجود میں آئی جب اسلام اور مسلمانوں پر سب سے بڑی مصیبت آئی تھی اور

منزل ثانوی کے لئے۔

طریقہ ضرب: بانٹویک "ہو منزل ابتدائی کے واسطے گذشتہ اسٹیم میں چکا ہے" کی تائید میں حسب ذیل توضیح پیش کی جاسکتی ہے :-
غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ فرق (ب) کی وہ وہ رقمیں جن کے جمع کرنے سے جواب حاصل ہوتا ہے، ۴۵ میں دو یا دو کی کسی قوت کو ضرب دینے سے حاصل ہوئی ہیں (ظاہر ہے پہلی رقم اس سے مستثنیٰ ہے یعنی ۱۴۵ - ۱۴۵ = ۰)۔

یعنی ۲۸۸۰ + ۴۲۰ + ۱۸۰ + ۹۰

$$(2 \times 145) + (2 \times 145) + (2 \times 145) + (2 \times 145) =$$

$$(2 + 2 + 2 + 2) 145 =$$

$$(4 + 4 + 4 + 4) 145 =$$

$$16 \times 145 =$$

الجبر کے فارمولے حساب میں

$$(1) (a + b) (c + d) =$$

$$322 \times 230 =$$

$$(300 + 22) (200 + 30) =$$

$$60000 + 6600 + 4400 + 660 =$$

$$77660 =$$

$$(b) \text{ اگر میں } 15 \frac{1}{2} \times 20 \frac{1}{2} =$$

$$(15 + 20) (15 + 20) =$$

$$225 + 300 + 300 + 400 =$$

$$1225 =$$

$$(2) (a + b) (c + d) =$$

$$(b) (a + b) (c + d) =$$

$$= 412$$

$$412$$

$$1222$$

$$412$$

$$3662$$

$$36622$$

$$(b) (a + b) (c + d) =$$

$$2(400 + 12) =$$

$$2(400) + 2(12) =$$

$$800 + 24 =$$

$$824 =$$

$$282522 -$$

$$282522 -$$

$$(b) \text{ ایسے اعداد کا مربع مکانا جن کے آخر میں ۵ ہوں}$$

$$\text{مثال - } (50)^2 =$$

$$25 + 100 (4 \times 8) =$$

$$25 + 800 =$$

$$\text{جواب } 825 =$$

$$\text{توضیح - } (a + b) (c + d) \text{ کے فارمولے پر}$$

$$2(50) + 400 =$$

$$25 + 800 =$$

$$25 + 100 (4 \times 8) =$$

$$25 + 800 =$$

$$25 + 3800 =$$

$$\text{جواب } 3825 =$$

تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایسے اعداد کا مربع مکانا ہو جن کے آخر میں ۵ ہو تو ان کی کی جگہ ایسا عدد رکھو جو دوسرے ہندسوں سے نئی ہوئی رقم سے بقدر اسکے زیادہ ہو پھر ان کے حاصل ضرب کو ۱۰۰ میں ضرب دے کر ۲۵ جمع کرو۔

کیوں اور کس طرح

دوسرے سنگ پر منتقل کرتا ہے۔ تو زلزلہ آجاتا ہے۔ ان باتوں میں کوئی صداقت کی لہری نہیں پائی جاتی بلکہ یہ تو جاہل لوگوں کے من گھڑت افسانے ہیں۔ میرے بھائیو! آپ کو ان جاہل لوگوں کی باتوں میں نہیں آنا چاہیے۔

۲۱ جذب و اشتعال کا موسم پر پیا اثر ہوتا ہے؟ تو معلوم ہو گا کہ موسم گہا میں منطقہ حارہ کے شمال میں گرمی ہوتی ہے۔ اور جنوب میں سردی اور موسم سرما میں اس کے برعکس ہوتا ہے۔ موسم کی یہ تبدیلی

جزارت کے جذب و اشتعال پر منحصر ہے گرمیوں میں شمسی نصف کرۂ پر سورج کی شعاعیں مٹہ بڑھ عودی ہوتی ہیں پس ان کو ہوائے کم حصہ میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس لئے گرمی ہوائے کم ٹوکتی ہے۔ اس کا زیادہ حصہ زمین پر پڑتا ہے اور زمین اس گرمی کو جذب کرتی ہے۔ لیکن چونکہ رات چھوٹی ہوتی ہے اس لئے اتنی گرمی خارج نہیں ہوتی یعنی جذب ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گرمیوں میں زمین کا درجہ حرارت بڑھتا جاتا ہے۔

زمین کے قریب چو ہوا ہوتی ہے وہ زمین سے گرمی لیکر گرم ہوتی ہے۔ اس لئے اس کی تپش زمین کی تپش پر منحصر ہوتی ہے۔ گرمیوں میں زمین گرم ہوتی ہے۔ تو اس کے اوپر کی ہوائ بھی گرم ہو جاتی ہے۔

سردی میں شعاعیں تنہی ہوتی ہیں۔ دن چھوٹے ہوتے ہیں۔ اس لئے گرمی کم پڑتی ہے اور جذب بھی کم ہوتی ہے۔ اور رات کو اشتعال حرارت سے زیادہ گرمی خارج ہو جاتی ہے۔ اس لئے رفتہ رفتہ زمین ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔ اور اس کے اوپر کی ہوا بھی سرد پڑ جاتی ہے۔ ہوا کا گرم ہوا اس بات پر منحصر ہے کہ اس میں گرمی جذب ہو سکتی ہے یا نہیں؟

جو ہوا زیادہ کثیف ہوگی اس میں گرمی بھی زیادہ جذب ہو سکیگی۔ آبی بخارات سورج کی گرمی کم جذب کرتے ہیں۔ مگر جو گرمی زمین سے خارج ہوتی ہے

(۱) زلزلے کیوں آتے ہیں؟ زلزلوں کے آئینے سبب اہم وجہ یہ ہے کہ زمین کی سطح اپنے اندرونی حصے کی نسبت ہلکے سردی اور آب صحابان جانتے ہوئے۔ کہ زمین کی سطح اس کے اندرونی حصے کے سہارے پر قائم ہے۔ یعنی اسی طرح جس طرح کہ ایک مکان کی دیواریں نیچے پر قائم ہوتی ہیں۔ اب اگر زمین کا اندر فی حصہ ٹھنڈا جائے تو ضروری بات ہے کہ اس کی سطح کا کوئی دھکونی حصہ بغیر سہارے کے رہ جاوے گا اس حالت میں وہ حصہ کسی صولت میں بھی اپنی جگہ قائم نہیں رہ سکتا۔ بلکہ ایک کھوکھلی بنیادوں کے مکان کی طرح بیٹھ جاتا ہے۔ جب اندر کی زمین کا کوئی حصہ کمزور لگتا ہے، تو زمین کے بعض حصوں میں شگاف ہو جاتے ہیں۔ اور ان شگافوں کا اپنے آس پاس کے حصہ زمین پر کافی اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ دور دور تک زمین بھٹ جاتی ہے۔ اور اطراف و جوانب میں جنبش کی ایک زبردست لہر پھیل جاتی ہے۔ یہ لہر ہلکا کی تیز رفتاری سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتی ہے اور روئے زمین پر ایک عالمگیر گھلسلی سی چلا دیتی ہے۔ جسے ہم زلزلے کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان زلزلوں کے برپا ہونے کا کوئی ایک مقام نہیں ہے۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ خشکی ہی کے کسی حصہ میں برپا ہوں۔ وہ سمندر کی تہ میں بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ سمندر کی تہ بھی خشکی سے بنی ہوئی ہے۔ اور اسے زمین کا ایک حصہ کہا جاسکتا ہے۔ ان زلزلوں سے بعض اوقات کسی جگہ کی زمین بلند اور کسی جگہ کی زمین پست ہو جاتی ہے۔ اور اسی طرح اونچے پھاڑ اور عمیق غبار بن جاتے ہیں۔ کسی وقت جھلکے سے زمین بھٹ جاتی ہے تو اندر کی گرمی جو ہزاروں سال پیشتر سے اندر کی دھاتوں کو گھلایا کر باہر پھینک دیتی ہے اور ایک آتش فشاں پھاڑ کی صورت اختیار کر کے سینکڑوں میل تک تباہی و بربادی مچا دیتی ہے

ایسے افسانوں میں کہ زمین کے نیچے ایک بیل کھڑا ہے۔ اور زمین کو اپنے سینگوں پر اٹھائے ٹھہرے ہے۔ اور جب وہ زمین کو ایک سنگ سے

صاحبِ قمران امیر تیمور دہلی کے قتل عام کا افسانہ

امیر تیمور کے قتل عام کی داستان میں ایک بہت پر لطف داستان دہلی میں قتل عام کی ہے جو بڑے مزے لے لیکر بیان کی جاتی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ دہلی میں قتل عام کا افسانہ بھی اسی طرح اصل واقعہ کی یک جہتی تصویر ہے جس طرح ایک لاکھ قیدیوں کے تہ تیغ کرنے کا۔

پچھلے بیان میں تم بڑھ چکے ہو کہ دہلی پر حملہ کر دینے پر امیر تیمور نے امرار اور افران فوج کی ایک مجلس اس غرض سے منعقد کی تھی کہ اس میں یہ طے کرے کہ حملہ کب اور کس طریقے سے شروع کیا جائے اور حملہ کے دوران میں فوجوں کو کن کن امور کا خاص خیال رکھنا چاہیے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے کچھ پوچھی اچانک اور بے سوچے سمجھے ہٹ نہیں بول دیا ہو گا بلکہ اس کے اور تمام افران فوج کے ذہن میں خاص تدابیر موجود رہی ہوں گی اور فوجوں کو خاص خاص ہدایتیں دیدی گئی ہوں گی۔

بہر حال، حملہ کی ابتدا ہوئی اور سب سے پہلے مینہ نے پیش قدمی شروع کی۔ اس کے بعد قلب سے فوجیں بڑھنا شروع ہوئیں، پھر مسیرہ نے قدم بڑھایا۔ دشمن نے ان میں سے مرنے والے کے جواب میں اپنے فیل سواروں کی فوجیں بھیجیں۔ تیمور کے افراد نے جب یہ دیکھا تو چند سپاہیوں کو حکم دیا اور انھوں نے آگے بڑھ کر فیل سواروں کو تیروں سے گرائنا شروع کیا اور ہاتھیوں کو تلواروں سے زخمی کرنے لگے۔ اب اس کے بعد گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی۔ سلطان محمود اور اس کے سپاہی نہایت جاننازی سے لڑے، لیکن ان کے پاؤں اخیر تک جم نہ سکے اور انھوں نے راہ فرار اختیار کی۔ سلطان محمود اور اس کے ساتھی تلواروں دونوں ہتھکڑیوں میں پناہ گزیں ہوئے۔ فوجوں نے جب یہ حال دیکھا کہ سلطان اور وزیر دونوں میدان جنگ سے غائب ہیں تو وہ بھی میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد امیر

تیمور قلعہ میں داخل ہوا۔ اور ایک دروازے سے اس نے قدم رکھا اور دوسرے دروازے سے محمود اور کوخاں چپکے سے نکل بھاگے۔ مثل ہے ہر کہ شمشیر زندہ نہ کیا مٹا نہ خواہند، وہی امرار اور اہل دربار جو کل تک سلطان محمود اور کوخاں کے سامنے دست بستہ رہا کرتے تھے، آج امیر تیمور کے آگے تسلیت و مبارکباد پیش کرنے کے لئے آگے بڑھے تیمور نے بھی قبول تسلیت و مبارکباد کے بعد سب سے پہلے اس کا درمطلق و توانا کے دربار میں سجدہ شکر ادا کیا اور منت پذیر ہو کر اس کا ہاتھ دیکھنے کے لئے آگے بڑھا کہ اس نے یہ مبارک دن دکھائے۔ اس کے بعد عید گاہ میں ایک دربار عام منعقد کیا تاکہ اس میں تمام لوگ اپنے اپنے معروضات پیش کر سکیں۔ اہل شہر نے اپنے کچھ نمایندے بھیج کر اپنی جان نالی کی حفاظت کی درخواست کی۔ علاوہ اس کے اس کی پسر و دروغارشی کی جسکی بنا پر امیر تیمور نے ان کی درخواست کو منظور کر لیا اور یہ اطمینان دلایا کہ اہل شہر دستور کے مطابق مقررہ تالان جنگ دیدیں پھر انکی جان و مال ہر طرح سے محفوظ ہے۔ جموعہ کے دن امام نے خطبہ میں امیر تیمور کا نام بڑھاد۔ دہلی اور ہندوستان کی سلطنت خارج کی تلوار سے بلکہ خود مفتوح کی زبان سے اب امیر تیمور کے حق میں سلام ہو گئی۔ امرار اور اہل فوج کو اس کامیابی اور فتح پر عطا کی خلیفتیں تقسیم کیں گئیں، لیکن ابھی وہ ناگوار واقعہ پیش آئی کہ بانی تھا جس نے امیر تیمور کی ان سب کامیابیوں پر پردہ ڈال رکھا ہے۔

دہلی فتح ہو چکی تھی۔ دعویداران سلطنت تاج و تخت سے دست بردار ہو کر بھاگ چکے تھے۔ فوجیں منتشر ہو گئیں تھیں۔ رہے سے سپاہی قید ہو کر حراست میں آئے۔ باشندگان شہر تالان جنگ دینا بول کر کے اپنی جان و مال محفوظ کر چکے تھے کہ یکایک ایک معمولی سی آویرش خونچکان واقعہ ان کی کچھ عجیب اتفاق کی شہر میں امن و امان ہو جانے کے بعد فوجوں کی متعدد مختلف فردروں سے شہر میں نکلیں۔ فوج کا ایک دستہ

بہر حال، حملہ کی ابتدا ہوئی اور سب سے پہلے مینہ نے پیش قدمی شروع کی۔ اس کے بعد قلب سے فوجیں بڑھنا شروع ہوئیں، پھر مسیرہ نے قدم بڑھایا۔ دشمن نے ان میں سے مرنے والے کے جواب میں اپنے فیل سواروں کی فوجیں بھیجیں۔ تیمور کے افراد نے جب یہ دیکھا تو چند سپاہیوں کو حکم دیا اور انھوں نے آگے بڑھ کر فیل سواروں کو تیروں سے گرائنا شروع کیا اور ہاتھیوں کو تلواروں سے زخمی کرنے لگے۔ اب اس کے بعد گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی۔ سلطان محمود اور اس کے سپاہی نہایت جاننازی سے لڑے، لیکن ان کے پاؤں اخیر تک جم نہ سکے اور انھوں نے راہ فرار اختیار کی۔ سلطان محمود اور اس کے ساتھی تلواروں دونوں ہتھکڑیوں میں پناہ گزیں ہوئے۔ فوجوں نے جب یہ حال دیکھا کہ سلطان اور وزیر دونوں میدان جنگ سے غائب ہیں تو وہ بھی میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد امیر

جغرافیہ قدرت کی کتاب

تم اتنا تو جانتی ہو گی کہ ہماری یہ زمین بہت زمانہ کی ہے، یعنی لاکھوں، کروڑوں برس کی۔ اور بہت عرصہ تک اس پر نہ کوئی مرد رہا تھا نہ عورت۔ قبل اس کے کہ انسان پیدا ہوا، اس پر جانور رہتے تھے، اور جانوروں سے پیشتر ایک زمانہ تھا جبکہ اس پر کسی قسم کی کوئی جاندار چیز نہیں تھی۔ یہ تصور ہی کرنا بہت مشکل ہے کہ یہ دنیا جو آج مختلف قسم کے حیوانات اور انسانات کی بستی ہے کبھی ان کے بغیر کبھی رہی ہو گی، لیکن سائنس دان اور وہ لوگ جنہوں نے ان باتوں کے متعلق بہت کچھ غور و فکر کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک زمانہ تھا جبکہ یہ زمین اس قدر گرم تھی کہ اس پر کوئی جاندار نہ رہ سکتی تھی۔ اگر ہم ان کتابوں کو پڑھیں اور بعض چٹانوں اور مردہ جانوروں کی ہڈیوں کو دیکھیں تو ہم خود کچھ کہتے ہیں کہ کب تک ایسی ہی حالت رہی ہو گی۔ تم ملکوں اور قوموں کی تاریخ کتابوں میں پڑھتی ہو لیکن پڑانے زمانے میں جب کہ لوگ نہیں تھے، اس وقت یقیناً کتا بھی نہیں ہو گی۔ پھر ہم کیسے معلوم کر سکتے ہیں کہ اس وقت کیا ہوا ہو گا؟ ہم صرف ٹھیکرہ بات کو خیال سے معلوم نہیں کر سکتے۔ یہ اگرچہ بہت دلچسپ ہوتا، اس لئے کہ ہم ہر چیز کا خیال کرتے اور اس طرح بہت اچھے اچھے قصے بنا لیتے۔ لیکن یہ صحیح نہ ہوتا اس لئے کہ یہ ان واقعات پر مبنی نہ ہوتا جو ہم دیکھ چکے ہیں، لیکن اگرچہ اس زمانہ کی لکھی ہوئی ہمارے پاس کتابیں نہیں ہیں، پھر بھی ہمارے پاس ایسی چیزیں موجود ہیں جن سے تقریباً اسی طرح حالات معلوم ہوتے ہیں جس طرح کتابوں سے۔ یہ چیزیں چٹانیں، پہاڑ، سمندر، رستارے، دریا، اریگستان اور پراسنے جانوروں کی ہڈیاں ہیں۔ یہ اور اسی قسم کی دوسری چیزیں ہیں جن سے ہماری زمین کے ابتدائی حالات معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان حالات کے معلوم کرنا کتنا اصلی طریقہ یہ نہیں ہے کہ ہم ان چیزوں کے بارے میں دوسروں کی لکھی ہوئی کتابوں میں پڑھیں بلکہ ہم کو خود قدرت کی اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے جو ہر وقت ہمارے سامنے کھلی رہتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائیگا کہ یہ حالات چٹانوں اور پہاڑوں سے کیونکر معلوم ہو سکتے ہیں خیال

بندت جو ابر لال نرد کو یہ حیثیت مصنف کے بہت کم لوگ جانتے ہوئے ہیں کچھ عرصہ ہوا، اپنی لوگی اندرا کو انگریزی میں کچھ خطوط لکھے تھے جواب کتابی صورت میں شائع ہوئے ہیں دنیا کے متعلق عام معلومات کا یہ مجموعہ بچوں کے لئے مفید اور سبق آموز ہے، گزشتہ اشاعت میں ہم نے اس مجموعہ کے ایک خط کا ترجمہ دیا تھا آج اس کے ایک دوسرے خط کا ترجمہ دیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ یہ خطوط اردو خوان بچوں کے حلقہ میں بھی مقبول ہوں گے۔ (ایڈیٹر)

جب ہم تم ساتھ ہوتے ہیں تو تم اکثر مجھ سے بہت سی چیزوں کے بارے میں سوالات کیا کرتی ہو اور میں ان کے جواب دینے کی کوشش کرتا ہوں لیکن اب جبکہ تم مسوری میں ہو اور میں لاہور میں، ہماری دہ بات چیت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے میں تمہیں زمین اور ان ملکوں کے بارے میں جس میں زمین تقسیم ہے، وقتاً فوقتاً لکھتا رہوں گا۔ تم نے انگلستان کی اور ہندوستان کی تاریخ تو کچھ نہ کچھ یقیناً پڑھی ہے لیکن یہ انگلستان محض ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے اور یہ تمہارا ہندوستان اگرچہ ایک بہت بڑا ملک ہے، لیکن اس وسیع زمین کا چھوٹا سا حصہ ہے۔ اگر ہم اس دنیا کے بارے میں کچھ جانتا چاہتے ہیں، تو ہم کو ان تمام ممالک اور ان تمام قوموں کا حال جاننا چاہیے جو اس دنیا میں بستی ہیں نہ صرف اپنے اس چھوٹے سے ملک ہی کا حال جانیں جہاں ہم پیدا ہوئے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ان خطوط میں میں تمہیں بہت کم حالات بتا سکتا لیکن سمجھو کہ بہت کچھ بھی تمہیں معلوم ہو گا، اس سے مجھے امید ہے کہ تم اس دنیا کو اس کی مجموعی حیثیت سے سمجھنے لگو گی اور دوسری قوم والوں کو اپنا بھائی اور بہن خیال کرو گی جب تم بڑی ہو گی تو تم زمین اور اس کے باشندوں کے حالات کو مٹی مٹی کتابوں میں پڑھو گی اور وہ تمہیں کسی ناول یا قصے کی کتابوں سے کہیں زیادہ دلچسپ معلوم ہوں گے۔

صفحہ ۸ کا بقیہ مضمون

ان بیگمات کی حفاظت کے لئے ہمراہ تھا جو عمارت شہر کی سرکے لئے نکلی تھیں۔ کچھ سپاہی سامان رسد اور دوسری ضروریات کی چیزیں خریدنے کے لئے بازار میں آئے تھے۔ کچھ اس غرض کے لئے بھیجے گئے تھے کہ جو باہر سے لوگ آکر شہر میں پناہ لگیں ہوئے ہیں، انہیں فیصلے اندر آئے دیا جائے اور کچھ ذمہ دار اشخاص اہل شہر سے تاوان جنگ وصول کرنے کیلئے بھیجے گئے تھے۔ یہی وہ آخری باتیں ایسی تھیں کہ جن میں نزاع کا اندیشہ تھا۔ ان باہر سے آئے ہوئے لوگوں میں سے بعضوں نے باہر سے انکار کر دیا تھا۔ اسی طرح تاوان جنگ کے لینے دینے میں بھی کچھ بات پیدا ہو گئی۔ بات بڑھتے بڑھتے لڑائی تک نوبت پہنچی۔ پھر کیا تھا، ایک طرف مسلح فوجیں تھیں اور دوسری طرف سے نئے آدمی۔ جتنے سپاہی شہر کے مختلف حصوں میں منتشر تھے، سب یکجا جمع ہو گئے اور باقاعدہ لوٹ مار اور قتل و غارت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور یہ سلسلہ کوئی تین چار روز تک جاری رہا۔ امیر تمبور کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ بہت پریشان ہوا اور اس نے فوراً اپنے بعض افسروں کو بھیجا کہ وہ سپاہیوں کو جا کر بلا لائیں۔ دربانوں کو حکم بھیجا کہ دروازے بند کر دیے جائیں تاکہ نئے سپاہی جا کر اس شہر سے نہ متحرک ہو جائیں۔ غرض ان تدابیر سے یہ شہر کسی طرح فرو ہوا اور اہل شہر نے پھر ایک بار امن و امان کی صورت دیکھی۔ اب معاملہ تلافی یافتہ کا تھا۔ امیر تمبور نے اس کے لئے بھی جو کچھ انتہائی انصاف بہرانی کا برتاؤ ہو سکتا تھا، وہ کیا۔ اس نے لوگوں کا جو کچھ مال لٹا تھا، وہ سب تاوان جنگ میں بخرا دیا اور کسی کو ایک میہ کا خسارہ بھی نہ ہونے دیا۔ اس پر ایک نفر ڈھانے سے معلوم ہوتا ہے کہ کدو کس طرح اپنے بعض مورخوں اور سوانح نگاروں کی غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کا شکار ہو رہے۔ وہ دراصل ایسا برا نہ تھا جیسا برا اسے کہا جاتا ہے۔ اس کے حمدمیں اور اس کے ہاتھ سے بیشک بعض واقعات ایسے پیش آئے جن سے اس قسم کی غلط فہمیاں پیدا ہو سکتا تھا، لیکن اگر غور سے دیکھا اور تحقیق کی نظر ڈالی جائے تو امیر تمبور کی نیت اور ارادہ بہت نیک اور عارف معلوم ہو گا۔ اسے عدل و انصاف کا دامن کبھی ہاتھ سے جانے نہ دیا، اسے کوئی کام بیقاعدہ

نہ کہ یہ کس قدر دلچسپ طریقہ ہو گا! ہر چھوٹے سا چھوٹا شہر جو ملک کے کنارے یا کسی پہاڑ کے دامن میں پڑا ہو، کم دیکھتی ہو، وہ اس قدرت کی کتاب کا چھوٹا سا ورق ہے اور بہت ممکن ہے کہ وہ ہمیں بتا دے بہت حالات بتائے۔ جیسے کہ ان کے معلوم کو نیکاروں طریقہ معلوم ہو۔ کسی زبان کے سیکھنے میں خواہ وہ ہندی، اردو ہو یا انگریزی، ہمیں اس زبان کے حروف تہجی جاننے پڑتے ہیں۔ اسی طرح ہمیں قدرت کے حروف کو بھی جاننا چاہیئے۔ قبل اس کے کہ تم اس کی پھر اور چٹانوں کی کتاب سے اس کے حالات پڑھ سکو۔ اب بھی غائبانہ کچھ نہ کچھ اس کے پڑنے کا طریقہ بتانی ہوگی جب تم کوئی چھوٹی گول مٹی کی کنکری دیکھتی ہو تو کیا ہمیں کچھ حال نہیں بتاتی؟ یہ کیسے گول، چٹنی اور جھکدار رہی اور اس کے کنارے چوہل یا کھڑ دسے کیوں نظر نہیں آتے؟ اگر تم کسی بڑی چٹان کو توڑو اور اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دو تو ہر ٹکڑہ ہمیں کھڑ دسے نظر آئے گا۔ یہ گول مٹی کنکری کی طرح نہ ہوگا پھر کنکری کیسے اس قدر مثل، چٹنی اور جھکدار ہو گئی؟ اگر ہمیں دیکھنے کے لئے انہیں اور سننے کے لئے کان میں تو یہ تم سے اپنا قاعدہ آپ بیان کر لگی۔ یہ کتنی ہے کہ کسی زمانہ میں جسے بہت عرصہ گزرا ہو، ایک چٹان کا ٹکڑہ تھی، وہ سپاہی ٹکڑہ جیسا تم کسی چٹان سے توڑتی ہو جس میں بہت سے گوشے اور کنارے ہوتے ہیں۔ پھر یہ کسی پہاڑ پر پھرن گئی۔ اس کے بعد بارش آئی اور وہ اسے بہا کر اس پہاڑ کی وادی میں سے گئی جہاں اسے ایک جھیل مل گیا۔ چشمہ اسے بہاتا بہاتا کسی چھوٹی سی ندی میں پہنچ گیا۔ اس ندی سے یہ کنکری بہتے بہتے کسی بڑے دریا میں جا پڑی۔ اور اس تمام عرصہ میں اس کو لڑھکے اور ڈھلنے میں اس کے کنارے اور گوشے ٹھنڈے لگے اور اس کی سطح بالکل صاف و چمکی ہو گئی اور یہ وہی کنکری بن گئی جسے تم اس حالت میں دیکھ رہی ہو۔ کسی طرح سے دریا نے اسے مجھے چھوڑ دیا اور یہ تمہارے ہاتھ لگ گئی۔ اگر دریا سے اپنے ہاتھ ہالے گیا ہوتا تو یہ کھیتے کھیتے اس قدر چھوٹی ہو جاتی کہ ریت کا ایک رہ جاتا اور پھر اپنے دوسرے بھائیوں سے بچتا اور اس طرح طرح سے کا وہ خوشامسال بن جاتا جہاں بچے کیلئے اور ریت سے لکھنا پڑتا ہے۔ اگر ایک چھوٹا سا ذرہ ہمیں اس قدر باتیں بتا سکتا ہے تو اندازہ کرو دیکھ چٹانوں اور پہاڑوں اور اسی قسم کی دوسری چیزوں سے جھینبر، ہم اپنے گرد پیش دیکھتے ہیں، ہمیں کیا کچھ نہیں معلوم ہو سکتا!

یا بلا مشورہ کبھی نہیں کیا، پھر بھی وہ آج اس درجہ بدنام ہے۔ سچ ہے بدایاچھا بدنام براہ

چڑیا کا گیت

میں صبح کو اڑ جاتی ہوں اور شام کو واپس آتی ہوں
میں خوب سا دانہ لاتی ہوں بچوں کو خوب کھلاتی ہوں

میں ننھی منی چڑیا ہوں

میں ننھی منی چڑیا ہوں

جب جنگل میں میں جاتی ہوں صیاد کو بیٹھا پاتی ہوں
اور جال میں دانے دیکھتی ہوں تو پھرے میں اڑ جاتی ہوں

میں ننھی منی چڑیا ہوں

میں ننھی منی چڑیا ہوں

وہ بھاگا بھاگا آتا ہے جب جال کو خالی دیکھتا ہے
سپریتا ہے جاں کھوتا ہے تقدیر کو اپنی روتا ہے

میں ننھی منی چڑیا ہوں

میں ننھی منی چڑیا ہوں

نظم باغ کی سیر

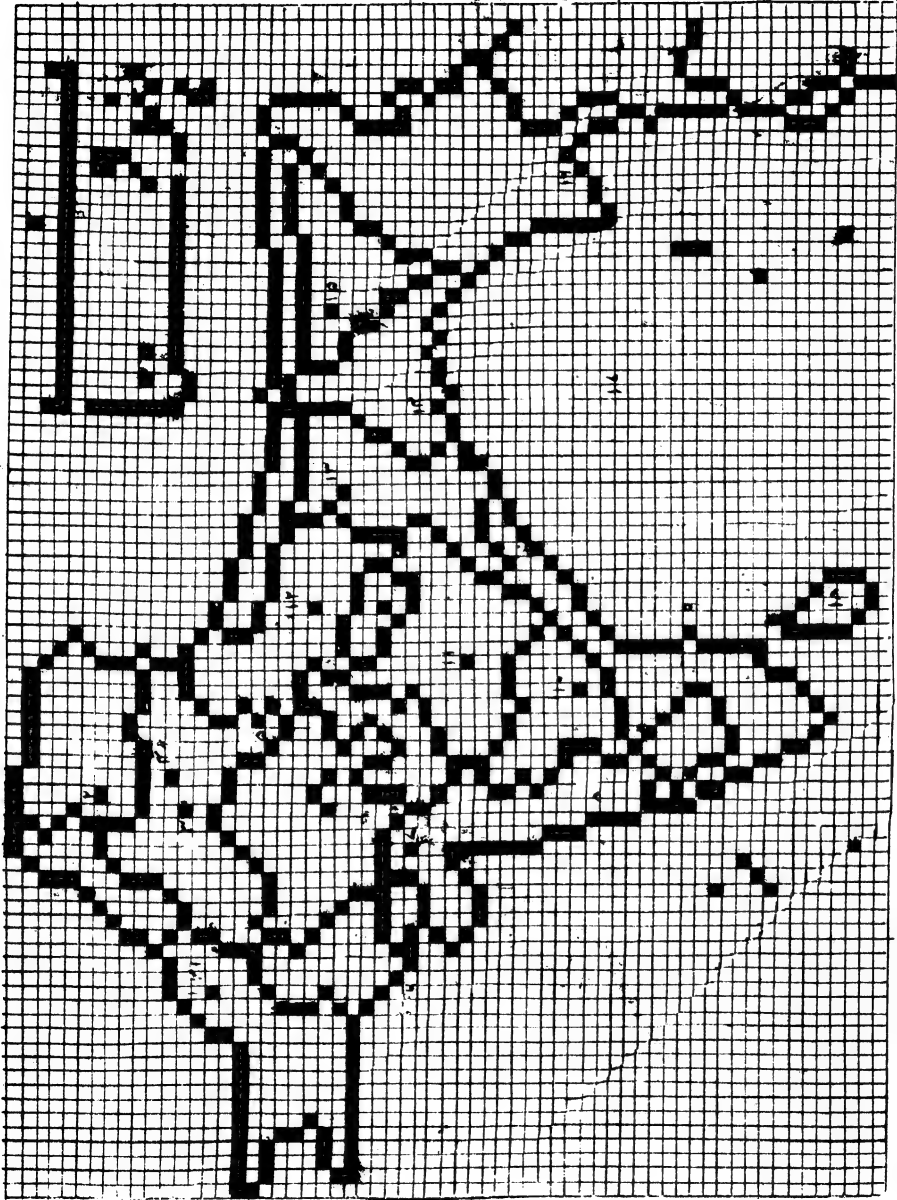
صبح سویرے آج اُٹھائیں
فرش وہاں ہنرے کا بچھا تھا
وقت سہانا سرد ہوا تھی
چڑیوں کی چسکا غضب تھی
ہر سو چٹنے پھوٹ رہے تھے
کچھ بیلین بھی زمین پہ پڑی تھیں
صاف اور ستھری تھی ہر پڑی
پھول کھلے تھے پیارے پیارے
پودے ہر سو جھوم رہے تھے
ایک طرف کیلا تھا اکیلا
ایک طرف آم اور کٹھل تھے
ایک طرف تھا گلاب اور گیندا
ایک طرف لیمو نارنگی
پھل بھی لگے تھے ککے ککے
دیہی پھولوں کی رنگینی
صبح سویرے جو کہ اُٹھے تھے
سب کے دل مسرور ہوئے تھے

سیر کی خاطر باغ گیا میں
اس پر پانی لوٹ رہا تھا
دلکش اور پر لطف فضا تھی
کلیوں کی مسکار عجب تھی
اور فوارے چھوٹ رہے تھے
کچھ بیلین ٹٹی پر چڑھی تھیں
اس پر سرخ کٹی تھی بھری
سب تھے انوکھے سب تھے نرالے
ہنرے کا منہ چوم رہے تھے
ایک طرف بیلا البیلا
اک جا انجیر اور بڑھل تھے
اک جا امروہ اور پھلیندا
رنگتارے کی رنگا رنگی
کچھ میٹھے تھے اور کچھ کھٹے
سونگمی خوشبو بھینی بھینی
سیر کی خاطر باغ گئے تھے
رنج اور غم سب دور ہوئے تھے

نیر بھی دلشاد تھا اُسد
وقت مبارک باد تھا اُسد

کریشیا میں ہندوستان و حروف تہجی تہران

۱۱ کوئٹہ ۱۲ سری نگر ۱۳ لاہور ۱۴ امرتسر ۱۵ دہلی ۱۶ کراچی ۱۷ احمد آباد ۱۸ بمبئی ۱۹ مدراس ۲۰ چٹا گڑھ
۲۱ ناگپور ۲۲ کلکتہ ۲۳ پٹنہ ۲۴ کلکتہ ۲۵ شیواجی ۲۶ رٹون ۲۷ خلیج بنگال ۲۸ نکا۔



کام کی باتیں

(۱) بہت وقت نکل آئیگا جس کو تم کھیل کود میں صرف کر سکتے ہو۔
(۵) ثمرہ صحبت: ہمیشہ اس بات کی کوشش کرو کہ اپنے اوقات
فرصت کو اپنے سے بہتر لوگوں کی صحبت میں صرف کرو اس سے
تمہارا ہی فائدہ ہے تمہارے علم میں اضافہ ہوگا بڑی صحبت سے
دور بھاگو۔

(۶) راست گوئی کی عادت: اس سے بہتر اور کوئی "خطاب"
نہیں ہو سکتا ہے اگر تم کو سب یہ کہیں کہ "یہ سچا اور کاہلے اس خطاب"
کے حامل کہنے کی کوشش کرو۔

(۷) جسمانی صحت: صحت پر زندگی کا دار و مدار ہے اگر صحت اچھی
نہیں تو زندگی دوہر ہو جاتی ہے۔ زیادہ تر صحت غذا کی بے اعتدالی
سے خراب ہو جاتی ہے اپنی غذا کے اوقات مقرر کرو اور انہیں اوقات
مقررہ پر کھانا کھاؤ یا صبح ہمیشہ درست رہیگا جب طبیعت حاضر نہ ہو
یا تو کم کھانا کھاؤ یا غرہ کرو یا دو دن رات کا حصہ کروں میں دن
کرتے ہو شام کو صبح کو تازہ ہوا کھانے جایا کرو۔ تازہ ہوا صحت بخش
ہوتی ہے۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ کی عبادت: رسول کی عقیدت، قرآن شریف
کی تلاوت۔ یہ تین باتیں ایسی ہیں کہ ۳۰ سال گزر جائے
پر بھی ان پر قبضہ نہ کر دیا جائے کم ہے۔ یہ تین باتیں ایک مسلمان
کی زندگی کے تین ستون ہیں۔ لہذا انکو جتنا مستحکم بنایا جائے اتنی
ہی اس دنیا میں کامیابی ہوگی۔ اور عقبیٰ میں جنت نصیب ہوگی۔
(۱۲) بزرگوں کی اطاعت: یہ بھی انسان کی زندگی کے ذرائع
میں سے ہے جو شخص اپنے بزرگوں کی اطاعت نہیں کرتا تو
اسکی بھی کوئی اطاعت نہیں کریگا۔

(۱۳) استادوں کی عزت: اس دنیا میں بلا استاد کے
کوئی کام نہیں چلتا کسی نہ کسی سے تم کو کوئی کام ضرور سیکھنا ہے
جس شخص سے تم علم حاصل کرو اس کی عزت کرنا تمہارے اوپر
فرض ہے۔

(۱۴) وقت کی قیمت: اپنے وقت کو رائیگاں نہ کھو۔ گیس
وقت پھر ہاتھ آتا نہیں "ایٹا ایک دستور العمل" تیار کرو اور
اوقات مقررہ پر ہر کام پورا کر دو۔ اس طرح سے تمہاری پاس

قدیم چینیوں کی انائی

اور بھوری۔

(۱) سچے الفاظ خوبصورت نہیں ہوتے اور خوبصورت الفاظ سچے
نہیں ہوتے۔

(۲) جو شخص جتنا خود سے دور ہو تا ہے اتنا ہی وہ خود کو کم جانتا ہے۔
(۳) جنگ کے اور ایک بہادر سپاہی نہیں ہوتے۔ وہ انکو اسی وقت
استعمال کرتا ہے جبکہ وہ بے حد مجبور ہو جاتا ہے۔ اس کی زندگی کا
بڑا مقصد ہوتا ہے۔

(۱) جس کام کو تم کرنا چاہتے ہو اس کے لئے پہلے سے تیار ہو جاؤ۔

(۲) ہزار میل کا سفر ایک قدم سے شروع ہوتا ہے۔

(۳) اُن اعلیٰ کاموں کو اپنے ہاتھ میں اس وقت لوجبکہ وہ ادنیٰ ہوں

(۴) مشکل کام دنیا میں اسی وقت انجام پاتے ہیں جبکہ وہ آسان

ہوتے ہیں۔

(۵) عقلمند آدمی بڑے کاموں کا جوہ اپنے سر بھی نہیں ملتا اس لئے

وہ اُن کو انجام دے سکتا ہے۔

(۶) میں نے بیش بہا چیزوں کو مضبوط پکڑا ہے۔ مہر لکھتے شکاری

قوم پرست طالعلم

یہ ایک تازہ نرین قومی، اصلاحی اور تعلیمی ڈراما ہے جو ہمارے جماعتی بھائی منشی عبدالغفار صاحب حیدر آبادی نے تالیف کیا ہے اور پچھلے سال عید ڈٹر پر طلباء جامعہ نے حافزین کے سامنے پیش کیا تھا جس میں مولانا محمد علی، ڈاکٹر نصاریٰ اور دوسرے معززین شامل تھے اور سب نے اسے بہت پسند کیا تھا اب یہ طلباء اور دوسرے احباب کے اصرار پر نہایت اہتمام اور سلیقہ سے چھاپا گیا ہے فقیر ڈراموں میں عبدالغفار صاحب کا یہ ڈراما - طلبہ اور دوسرے شائقین کے لئے یکساں دلچسپ ہے قیمت صرف ۴۰ روپے پوسٹیج ار

ملنے کا پتہ

مکتبہ جامعہ ملیہ قروباغ دہلی

دنیا کے بسنے والے

بشیشوں، امریکہ کے پرانے ہاشندوں، بددعوئوں، افریقہ کے بونوں اور جاپان - سوئٹزرلینڈ اور ان ملکوں کے لوگوں کے حالات جہاں ہزاروں من برف گرتی ہے - سید بنصر حسن زیدی صاحب بی اے (کنشپ، برٹراٹ لا ہٹا ہاٹر سلم یونیورسٹی اسکول علی گڑھ نے بچوں کے لئے آسان زبان میں لکھی ہے - کتاب میں تقریباً پچاس تصویروں میں جن میں سے بعض تو ایسی ہیں کہ انہیں دیکھ کر خشتی ضبط کرنا حال ہے - لکھائی چھپائی بہت اچھی ہے ٹائٹل خوبصورت اور رنگین - قیمت صرف ۲۰ روپے پوسٹیج ار

ملنے کا پتہ

مکتبہ جامعہ ملیہ قروباغ دہلی

۱۔ بچوں ۲۔ لڑکوں ۳۔ بڑوں ۴۔ بوڑھوں

سیرۃ پاک پر چار مفید کتابیں

- ۱۔ ہمارے نبی - ۴۰
- ۲۔ سرکار کا دربار - ۴۰
- ۳۔ سیرت الرسول - ۴۰
- ۴۔ یہ کتابیں نہایت تحقیق کے بعد لکھی گئی ہیں
- ۵۔ عمر اور قابلیت کے مزاج کا خیال رکھا گیا ہے
- ۶۔ ان کی قیمتی خدمات کے اعتبار سے کم ہیں
- ۷۔ انکی خوبیاں عام طور پر تسلیم ہو چکی ہیں -

خاص رعایت پورے سہ کی قیمت پر
تمام زبان کتب مفصل خط و کتابت کریں

مکتبہ جامعہ ملیہ - دہلی

چار یار

حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاکیزہ سبق آموز اور ولولہ انگیز حالات میں بڑی پیاری کتاب ہے جسے مشاہیر علمائے ہند اور مستند تنقید نگاروں نے بجا پسند کیا ہے اور ماہرین تعلیم نے اسے نصاب تعلیم کے لئے منتخب کیا ہے - یہ جامعہ ملیہ دہلی اور دوسرے مدارس اسلامی میں داخل نصاب ہے - مولانا عبدالماجد دریا بادی مدظلہ فرماتے ہیں "ایسی نیک و شگفتہ عبارت بچوں کے لئے میں بھی نہ لکھ سکتا، مجھے آپ کی اس توفیق خیر پر رشک آتا ہے"

جسم ۱۷۴ صفحہ اور ۸ صفحہ کے بعد اسلامی دنیا کا نقشہ - بہترین کتابت و طباعت ٹائپلریج و لکس اور دیدہ زیب - قیمت بجائے ۱۲ کے صرف ۱۲

ملنے کا پتہ - منیجر مکتبہ جامعہ ملیہ - دہلی -

تیلیفون نمبر ۲۲۱۹

رجسٹرڈ ایئر ۱۹۶۱

پیغام

نرخامہ چہ

ساکنہ
ششماہی
فی پرچہ

نرخامہ اشتہارات

فی صفحہ
نصف صفحہ
چوتھائی صفحہ

ایڈیٹر: سعید انصاری - بی۔ اے۔ (جامعہ)

نمبر

۶ جنوری ۱۹۳۳ء عیسوی

جلد

فہرست مضامین

- ۱۔ دنیا میں کیا ہو رہا ہے "آخبار"
- ۲۔ روٹی کا سوال اذیتر
- ۳۔ کوائف جامعہ کوائف نگار
- ۴۔ کیوں ادرکس طرح محمد اسلم صاحب پشاور
- ۵۔ دنیا کی سب سے پہلی جاندار اشیا پنڈت چاہر لال نہرو
- ۶۔ سلطان فیروز غفلت سعید انصاری
- ۷۔ ہنگامہ مجرم
- ۸۔ لاہور کا گھر میں "مکانگریسی"
- ۹۔ اشتہارات مشہرین

دیوان شیدا

جناب سح الملک حکیم محمد امین خان مرحوم کے

اردو اور فارسی کلام کا مجموعہ

حکیم صاحب مرحوم کی دوسری نمایاں خصوصیات سے دنیا واقف ہے لیکن اگر آپ انہیں ایک کامیاب شاعر کے پیکر میں دیکھنا چاہیں تو یہ نادر گلدستہ طلب کیجئے جو دیوان غالب کی طرح جرأت مندی اور ہی حین اور دیدہ زیب چھاپے اور ویسی ہی جیل قیمت صرف ۲۰ روپے

مکتبہ جامعہ قرون وسطیٰ

دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

ہندوستان کے باہر

تر آغا خان نے ۵ سو پونڈ کا ایک انعام اس ہندوستانی ہوجاؤں کیلئے رکھا ہے جو پندرہ سال سے پہلے اپنا جائزہ لے کر ہندوستان لائیکا تازہ اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ منوں سنگھ نامی برٹش پونیورسٹی کا ایک ہندوستانی طالب علم اس انعام کے حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ طالب علم کو ڈاکٹر لائن سنگھ کا لڑکا ہے جو ہندوستان کے محکمہ طب میں ملازم ہیں۔

اب سے کچھ عرصہ پیشتر یورپ کے بعض نقشبند نے مصر میں قریح آمون (قدیم فرعون مصر) کی کچھ قبروں کا زمین کو مدہ کر پتہ لگایا تھا اور ان کی خزانہ کو اٹھا کر یورپ کے عجائب خانوں میں لے گئے تھے، اس وقت سے عام خیال یہ پھیل گیا ہے کہ ان مردوں کی یہ عمارت تمام نقشبند بہت جلد مرنے جا رہے ہیں، چنانچہ ابھی حال میں اس کے نوے نقشبند ڈاکٹر کارویر کا انتقال ہوا ہے۔ آخر اس سے پہلے مر چکے ہیں۔

اسکاٹلینڈ کے کسی مقام پر ایک سینا ہاؤس میں یکبارگی آگ لگ گئی جس میں زیادہ تر سرب پے ہی بچے تماشہ دیکھ رہے تھے۔ اس آگ لگنے میں جو بھاگڑچی تو کوئی ۶۰ بچے بھیڑ میں دب کر اقدام گھٹ کر ہلاک ہو گئے اس حادثہ کی خبر کا اگر دو نواح میں پہنچا تھا کہ بچوں کے والدین اور سرپرستوں کا دھاوا ہوا اور ہر ایک اپنے بچے کی تلاش کرتا تو جس بدحواس تھا۔ بعض ماؤں نے جو اپنے بچوں کی لاشیں دیکھیں تو صدمہ سے غش کھا کر زمین پر گر پڑیں۔

ہندوستان کے اندر

۲۳ دسمبر ۱۹۴۶ء کو جبکہ ہرکسنی وایسے اپنے نئے وایسے ریلگ لاج کا افتتاح کرنے اور مہاتما گاندھی اور دوسرے اکابرین قوم سے ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ کرنے کیلئے گفتگو کرنے آ رہے تھے، کہ کسی بد نصیب نے خود انہی کی قسمت کا فیصلہ کر دینا چاہا۔ عین اس وقت جبکہ آن کا اپیش نعام ادین امیشن اور سی دہلی کے درمیان گزر رہا تھا کہ نیکام گاڑی کے نیچے ایک منات خوفناک بم کا گولہ بھٹا جس سے کھانے کے کمرہ کا دروازہ پاش پاش ہو گیا، بعض گھڑیوں کے شیشے بھی ٹوٹ گئے لیکن خیریت ہوئی کہ کوئی شخص زخمی نہیں ہوا۔ ہرکسنی وایسے اس سے دو ڈبے پیچھے تھے، اس لئے وہ بالکل محفوظ رہے۔ یہ عجیب اتفاق کہ اب سے پورے ۱۵ سال پیشتر ۱۹۳۱ء میں جب کہ دہلی ہندوستان کا پانچواں تخت بنائی جا رہی تھی اور اس وقت کے وایسے لارڈ ہارڈنگ اس پانچواں تخت کا افتتاح کرنا چاہتے تھے کہ کسی نے ان پر بھی بم کا گولہ بھینکا تھا جس سے معمولی زخم کے علاوہ کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔ بہر حال اس غیر دورانہ نشانہ حرکت سے اتنا نقصان تو ضرور ہو گا کہ ہندوستان کا سیاسی منہلغ آئندہ کچھ عرصہ تک منات کدہ رہے گا۔

ہرکسنی وایسے اور مہاتما گاندھی اور دوسرے لیڈروں میں ہندوستان کے مسائل پر جو گفتگو ہوئی تھی، وہ یاد چو اس ناخوشگوار واقعہ کے سہ پہر میں کوئی تین گھنٹہ جاری رہی جس میں مہاتما گاندھی اور پنڈت مونی لال نرکا کا مطالبہ یہ تھا کہ پہلے نوآبادیات کے طرز کی حکومت دے جانے کا اعلان کر دیا جائے۔ اس کے بعد اور کوئی گفت و شنید ہو سکتی ہے اور ہرکسنی وایسے نے یہ چاہتے تھے کہ پہلے اور معاملات طے ہو جائیں، پھر یہ سوال بعد میں آئے۔ غرض اس بنیادی اختلاف کی بنا پر یہ گفتگو بے نتیجہ رہی اور تمام لیڈران باؤس واپس

روٹی کا سوال

”نقاد“

ملک جائیں گے لیکن سوال یہ ہے کہ ان - فیصدی لوگوں کو ان کی تعلیم و تربیت نے ان کے اچھٹا کر کیلئے کس حد تک مدد پہنچائی ہے؟ وہ فرد اگر انہیں گے کہ تاریخ، فلسفہ، معاشیات اور دیگر مضامین انہوں نے بمقدار پڑھیں ان کی ضرورت انہیں تعلیمی زندگی، برعکس اس کے وہ بتائیں گے اور یہ سب سے زیادہ قابلِ ملاحظہ ہے کہ ملی دنیا میں قدم رکھنے کے لئے بعض ایسے اوصاف کی ضرورت ہے جن سے ذمہ داری کا احساس، استقلال، مزاج، محنت و جرات جیسی وہ طاقت پیدا ہوا اور ان کے علاوہ پابندی وقت اور محنت و صفائی کا خیال بھی آئے۔ ان اوصاف کے پیدا کرنے کے لئے جو طریقے ممکن ہوں، وہ اختیار کرنے چاہئیں اور لکچروں اور درسی کتابوں کے بجائے اپنی گردوون کو چھڑانا چاہئے۔

یہ الفاظ خلیش کا مگر جس کے کسی کارکن یا قومی کالج کے کسی پرنسپل کے نہیں ہیں بلکہ یو پی گورنمنٹ کے ایک ایسے ذمہ دار رکن اور ماہر تعلیم کی زبان سے نکلے ہیں جسے سبھی انہوں سے روزانہ تجربات اور اس قسم کے ناخوشگوار واقعات دیکھنے پڑتے ہیں موجودہ نظامِ تعلیم کے نقائص اس قدر مسلم اور عام ہو گئے ہیں کہ ان میں مزید بحث و تکرار کی ضرورت ہی نہیں ہوا اب ان نقائص کے دور کر سکی تہذیب اور طریقوں کا ہے۔

خود اپنی طرف سے کوئی طریقہ عمل تجویز کرنے کی بجائے ہماری رائے میں اگر ہندوستان کے ایک اور بڑے تعلیمی تجربہ کار اور حکومت کے بھی خواہ کے خیالات میں کچھ جائز قوتیں ہوں۔ پنڈت مدن موہن مالوی صاحب جو بنارس ہندو یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہونے کے علاوہ حکومت کے ایک بڑے ہی خواہ اور مستعد بھی سمجھے جاتے ہیں۔ یونیورسٹی، مذکورہ کے جلد تقسیم اسناد میں اپنے ایڈریس کے ضمن میں موجودہ نظامِ تعلیم کے نقائص کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں اور

”ہم“ کے گورنمنٹ نمبر میں ابھی پڑھے کہوں کی بے روزگاری پر اس ایکم کے سلسلہ میں اظہارِ خیال کیا جا چکا ہے، جسے یو پی گورنمنٹ کے سامنے اس کی مقرر کردہ کمیٹی نے پیش کیا ہے۔ اپنی رپورٹ میں ارکان مذکور نے متوسط طبقہ میں تعلیم یافتوں کی بے روزگاری کا تمام تر ذمہ دار نہایت علانیہ اور حافضوں میں موجودہ نظامِ تعلیم کو قرار دیا ہے اور اسی کے ساتھ اس کے رفع کرنے کی کچھ تدابیر بھی پیش کی ہیں جسے ہمارے خیال میں اصل مرض کا اٹا نہیں ہو سکتا، بلکہ زیادہ سے زیادہ صرف اس کے مریضوں کو کسی قدر سکون و اطمینان ہو سکتا ہے۔ یہ جا دو ایک بار بلکہ اس سے پیشتر ایک سے زیادہ بار سر پرچوہ کرپل چکا ہے اور حکومت کے ذمہ دار سے ذمہ دار صلحوں سے بھی اس نظامِ تعلیم کے خلاف صدائیں اٹھ چکی ہیں، گو وہ کسی قدر سب اور دبی رہی ہوں۔ ابھی حال میں اسی صوبہ کے فنکشنل تعلیم کے ایک سب سے بڑے رکن مسٹر ای۔ اے۔ میکینزی ڈائریکٹر گورنمنٹ تعلیمات نے اسی مسئلہ پر جن خیالات و حقائق کا اظہار کیا ہے، وہ دی جاوے جو حکومت کے اس اعلیٰ رکن اور بڑے محنت کے سر پرچوہ کرپل رہا ہے۔ بریلی کالج کے ایک جلد تقسیم انعامات کے سلسلہ میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے لکھا کہ:-

”جب میں لوگوں کو قطار در قطار دیکھتا ہوں تو میرے دماغ میں سب سے بڑا خیال چکر لگاتے لگاتے ہے کہ یہ کس طرح اپنی روزی پیدا کریں گے؟ میرے خیال میں متوسط طبقہ کے اندر بڑے کموں کی بے روزگاری کا سوال آج کل کا سب سے اہم سوال ہے۔ یہ ہمیشہ ایک بھوت کی طرح لوگوں کے والدین کے سر پر بھی عمار رہتا ہے اور وہ خود ان کے دماغ میں اس فکر و تردد سے غالی ہوتے رہتے

و اس کا علاج یہ تھا۔ فیصدی لوگ کے تعلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد کسی قسم کے تجارتی کاروبار یا صنعت و حرفت میں

وہ کسی ملک کی حکومت میں قومی تعلیم کا سوال ایک بہت اہم سوال ہے۔ اس کے مختلف پہلوؤں کا اجماع اور پورے طور پر اس وقت جو سکتا ہے جب اپنی قومی حکومت جو جب قومی حکومت قائم ہو جائیگی جیسا کہ مجھے امید ہے کہ آئندہ سال تک ضرور ہو جائیگی اس وقت سب سے پہلا کام اس کا یہ ہو گا کہ تمام بڑے بڑے ماہرین تعلیم کی ایک کانفرنس منعقد کر کے جو بحث و مباحثہ کے بعد ایک ایسی پالیسی طے کر دے جس پر تمام مہندستان میں عملدرآمد کیا جاسکے۔ یہ کانفرنس تمام تعلیم کے معاملہ میں دوسری اقوام کے تجربوں کو پیش نظر رکھے گی اور ایک ایسا جامع اور مکمل لائحہ عمل تیار کرے گی جو ملک کے تمام طبقات کی ضروریات کیلئے اطمینان بخش ہو سکے۔ اس سب سے پہلی پالیسی اور لائحہ عمل کو مہندستان کی آئندہ حکومت اختیار کرے گی، اس وقت اور دوسرے اُسوقت مہندستان کی یونیورسٹیاں اچھے نتائج پیدا کر سکتی ہیں۔

آئندہ سال قومی حکومت کے قیام کا خیال تو خیر بالوی جی کا ایک محض خیال خام ہے۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ موجودہ نقص کی مکمل اصلاح بجز اس کے اور کسی طرح ممکن نظر نہیں آتی۔ حکومت کبھی تغیر و اصلاح کی طرف توجہ بھی کرتی ہے تو وہ بہت سطحی اور ظاہری ہوتی ہے جیسی کہ یو۔ پی۔ گورنمنٹ کی مقرر کردہ کمیٹی نے تجویز کی ہے۔ اس علاج صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب حکومت اپنی ہو، تاکہ نہ صرف یہ کہ وہ درمیان میں حائل نہ ہو بلکہ اصلاحی تدبیریں مدد و معاون بھی ہو۔ پینڈت بالوی جی جو پینڈت یونیورسٹی بنارس کے دانشور و سماجی جیوتی سے موجودہ نظام تعلیم کے ایک بہت بڑے حامی اور مدین کے جاسکتے ہیں اور ساتھ ہی اس کے حکومت کے بھی بہت بڑے بھلا خواہ اور مستعد ہیں، جب انکی زبان سے اس قسم کی باتیں سننے میں آئیں تو پھر دوسروں کا کیا ذکر!

اپنی اسی تقریر کے دوران میں وہ آج کل کے مردِ بد نظام تعلیم کے متعلق فرماتے ہیں کہ ”وہ چھٹ پوپ کی نقالی ہے اور نقالی بھی ایسی جس میں کوئی

نفع اور فائدہ نہیں۔ یہ نظام مہندستان کی قومی اور قدرتی ضروریات کیلئے موزوں نہیں، ہم لوگ اب تک ایک ایسے نظام کی تقلید کرتے آئے ہیں جو اس میں دوسروں کے لئے بنایا گیا تھا اور جو وہ محض نے بھی ایک عرصہ ہوا چھوڑ دیا ہے۔

اس پر مزید کچھ کنا بحث ہے۔ اس کی خرابیاں ایک سے زائد ہیں اور ہر عقیدہ اور ہر خیال کے لوگوں کی زبانوں سے بیان ہو چکی ہیں اور نہ صرف یہی بلکہ اس کے بڑے نتائج بے روزگاریوں کی صورت میں ہم کو ہر طرف نظر رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اس نظام تعلیم کے بے کار، بے سود اور مضرو نقصان وہ ہونے کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ ملک میں ہر طرف سے ایک صحیح و بیکار اٹھ رہی ہے۔

لیکن اسی کے ساتھ ایک بات اور کہنے کی ہے اور وہ یہ کہ اگر حکومت اپنی ضد اور مٹ دھرمی کی وجہ سے اس نظام تعلیم کو بدل نہیں رہی ہے تو خود تعلیم پانے والے اور تعلیم دلانے والے کیوں اس قدر کور لہری سے کام لے رہے ہیں۔ اگر وہ دہکتے ہیں کہ سامنے کنواں ہے تو ان شور و شغب سے کیا حاصل کہ ”سامنے کنواں ہے! سامنے کنواں ہے!“ اور پھر اس میں گر پڑیں۔ وہ خود یہ کیوں نہیں کرتے کہ اپنے آپ کو اس تباہی کے گڈھے سے بچائیں۔ دنیا میں روٹی صرف اعلیٰ تعلیم ہی حاصل کر کے نہیں کمائی جاسکتی ہے، بلکہ اور بھی بہت سے طریقے اور وسیلے ہیں۔ ہمیشہ مہندوستان میں تعلیم ہی کے ذریعہ لوگوں نے اپنی معاش پھر نہیں پیدا کی ہے۔ اور نہ آج دنیا میں کمیس تعلیم ذریعہ معاش ہے، ہم کیوں اس کے پیچھے پڑے ہیں اور ہمیں اس پر اس درجہ ضد اور اصرار کیوں ہے۔

کوائف جامعہ

گزشتہ دورے کے سلسلہ میں شیخ ابی جامعہ جناب ڈاکٹر ذاکر حسین خان صاحب نے اپنے حیدر آباد کے دوران قیام میں دارالرحیمہ اور دائرۃ المعارف کی مطبوعات کیلئے بھی ایک کوشش کی تھی۔ بجز اللہ کہ وہ کوشش نصف تو بار آور ہوئی یعنی دارالترجمہ کی تمام مطبوعات ہلکیے یہاں آگئیں۔ ہم ارکان دارالترجمہ کا جنکی کوششوں سے یہ پیش باعلیٰ چیز ہم تک پہنچا ہے، بدل نمونہ و مشکور ہیں اور امید دلاتے ہیں کہ اس قسم کے علمی مبادلے جامعہ عثمانیہ اور جامعہ ملیہ میں آئندہ گہرے اور مضبوط تعلقات کے قیام کا باعث ہو سکتے۔

دیکھیے دائرۃ المعارف کے ارکان کب ٹکریہ کا موقع دیتے ہیں؟

، جنوری کو طلباء کا بج کی انجمن اتحاد کے ماتحت ایک تفریحی صنفیت ہوا جس میں صوبہ برار کے مخلص قومی کارکن جناب گل شیر خان صاحب نے اپنے نظم و شعر کے مطائبات سے طلبہ اور اساتذہ کو بوجھل و فرمایا۔ آپ نے بعض تاریخی عمارتوں پر اپنا مؤلفانہ طغریٰ خاں کی بعض نظموں کے جواب میں نہایت عمدہ اور پر لطف نظمیں سنائیں بعض لیڈروں کی تقریروں کا آپ نہایت صحیح چرچہ آتارہے ہیں، جسے سن کر حاضرین لوٹ لوٹ پٹتے ہیں۔

دسمبر کی تعطیلات میں دارالاقامہ بشیر منزل کا ایک نہایت لائق اور وفادار نوکر اللہ مرزا جبار منہ غوثیہ انتقال کر گیا۔ قدام حرم کی مغفرت کرے اور اس کے بچی بچوں کو صبر عطا فرمائے۔ آمین۔

دارالاقامہ مذکور کے طلبہ نے اپنے اس وفادار اور لائق خادم کی یادگاریں ایک فنڈ کھولا ہے جس میں وہ ہر منبتہ اپنے حبیب خج سے کچھ نہ کچھ پیسے اس میں ڈالیں گے اور اس صلح ہینہ کے آخر میں جو رقم اکٹھا ہوگی وہ اس کے بچی بچوں کو بھیج دی جایا کرگی۔

ہ جنوری ۱۳۸۵ھ کو جامعہ مکمل گئی اور اس کا دوسرا سیشن ایک نئے جوش اور سرگرمی کے ساتھ شروع ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ ارکان جامعہ کو قدرے اطمینان اور فراغ میسر ہونے کے باعث اس سیشن میں زیادہ کام کرنے کا موقع ملے گا اور جامعہ کی انتظامی اور تعلیمی خامیاں بہت حد تک رفع ہو سکیں گی۔

جنوری کے وسط میں جامعہ کے ایک نہایت لائق اور مہذب فارغ التحصیل جناب یوسف حسین خان صاحب، پیرس سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے آرہے ہیں۔ آپ کا وہ مقالہ جس پر آپ کو ڈاکٹری کی ڈگری ملی ہے، گزشتہ دہائی ڈاک سے آگیا ہے، جس کے متعلق تفصیلی معلومات ہم عصر رسالہ "جامعہ" دیکھیں گے۔

اس ماہ میں جامعہ کے ایک اور فارغ التحصیل جناب غلام سرور صاحب جنہوں نے عربی ادب میں امتیازی سند لی ہے، عربی علوم و ادب کی مزید تفصیل کیلئے مصر جارہے ہیں۔ ہماری دلی دعا ہے کہ خدا ان کا یہ سفر مبارک کرے اور موصوف اپنی آرزوؤں اور امیدوں میں کامیاب لوئیں۔

جامعہ کے ایک اور طالب علم جناب حفیظ الدین صاحب طباعت کا کام کینے کی غرض سے تین مہینہ کے لئے علی گڑھ انٹی ٹیوٹ پیرس بھیجے جا رہے ہیں۔ آپ کے واپس آنے کے بعد امید ہے کہ جامعہ پیرس کا کام پھر شروع ہو سکے گا۔

ہم یہ خبر نہایت مسرت سے درج کرتے ہیں کہ دسمبر کی گزشتہ چھٹیوں میں ہماری جامعہ کے بزرگ اساتذہ میں جناب مولانا حافظ محمد اعظم صاحب جیرا چوری کی شادی خانہ آبادی ہوئی ہے۔

سائنس

کیوں اور کس طرح؟

یہ سختی اور بجلی برف نہ گھل سکتی۔ سمندر گرمیوں کے موسم میں بھی جہاز رانی کے قابل نہ ہوتے۔ مگر یہ ایسا نہیں ہوتا۔ برف سمندر کی اوپر کی تہ پر پھردھوئی ہے اور چونکہ برف پانی سے ہلکی ہوتی ہے۔ اس لئے پانی سے اوپر تیرتی رہتی ہے اور نیچے کے پانی کی حرارت کو خارج نہیں ہونے دیتی اس لئے وہ ٹھنڈا نہیں ہوتے پاتا۔ برف کی صرف ایک تہ ہوتی ہے۔ جو موسم گرمیاں یا سانی پھیل جاتی ہے۔ پانی کے برف بننے میں پھیلنے کا اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کے عمل سے پہاڑ۔ پتھر۔ عمارت وغیرہ تباہ اور خراب ہو جاتے ہیں۔ اگر سالہا سال بھی پہاڑوں اور پتھروں پر پانی برسنا رہے تو ان کو تباہ نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر پتھروں یا پانی ان کے مسامات میں داخل ہو جائے۔ تو ان پر عمل کرنے لگتا ہے۔ پتھروں اور عمارت میں اگر کوئی ایسا مصالحہ جو پانی لے لیں۔ بخوبی داخل ہو سکے۔ اور وہ پانی میں حل ہو سکے یا گرم پانی پتھروں کی بیرونی سطح کے مسامات کے اندر سرایت کئے اور پھر شدت کی سردی ہو تو پانی پھردھو جائیگا اور ہم کہتے ہیں ہائیڈرا اور برف بننے سے پانی پھیلتا ہے جب پانی زور سے پھیلے گا تو پتھروں کی سطحیں ٹھٹ جائیگی۔ پس پتھر کی تلی تلی نہیں جدا ہوتی اور گرمی جائیگی پتھر کتنا ہی سخت کیوں نہ ہو۔ ٹھٹ جائیگا۔ سردیوں میں عمارتوں کے باہر کا چونا۔ پتھر اور پہاڑ ان کے مسامات میں پانی جم کر برف بن جاتا ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ خرابی فہرستہ ہو جاتے ہیں۔ اور بعد ازاں بارش ان مواد کو ہمارے سمندر میں لے جاتی ہے۔

۳۔ پانی کے حجم میں تبدیلی کس طرح ہوتی ہے؟

یہ بات عام طور پر معلوم ہے کہ برف پانی کی سطح پر تیرتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ برف نسبتاً پانی کی ہلکی ہے جب تک پھیلتا ہے اس تو وہ بلکہ پانی بجائی ہوئی چیزیں پھیلنے سے پھلتی ہیں مثلاً لوبہ، بارہ، پانی گھل اس پرٹ وغیرہ مگر بخلاف اس کے برف نہیں پھلتی بلکہ سکڑتی ہے مگر سخت کو گرم کریں تو اس کا درجہ حرارت چنانچہ متکھاتا ہے۔ کہ وہ منفرد درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر وہ پھلتی ہے۔ اور پھیلنے میں بہت سی سکڑتی ہے۔ صفر درجہ پر پانی گرم کریں تو وہ درجہ تک سکڑتا ہے۔ اور زور یا وہ گرم کرنے پھیلنا شروع ہوتا ہے۔ ۴۰ درجے سے کم حرارت کا پانی ۴۰ درجے حرارت کے پانی سے ہلکا ہوتا ہے۔ پس پانی باقاعدہ حرارت سے نہیں پھیلتا۔ صفر درجہ سے چار درجے تک تو وہ حرارت سے سکڑتا ہے اور اس سے اوپر حرارت سے پھیلتا ہے۔ پانی برف بننے میں بہت سا پھیلتا ہے۔ اس کا یہ فائدہ ہے کہ جب پھیلوں سمندر وں کا پانی سردی کے موسم میں ٹھنڈا ہوتا ہے۔ تو اسی کے اوپر برف کی تہ جم جاتی ہے۔ اگر برف پانی سے بھاری ہوتی تو وہ ٹھیکے جھج جاتی اور اس کی جگہ اور پانی جم جاتا۔ وہ بھی برف برف ٹھیکے چلا جاتا تو اور بن جاتا غرضیکہ اسی طرح سلسلہ جاری رہتا۔ اور اسی طرح ہوتے ہوتے تمام کا تمام پانی جم جاتا گرمیوں میں اس کا پھیلتا ناممکن ہوتا ہے۔ کیونکہ اوپر کی تہ پھیل جاتی اور برف سے ہلکی ہوئی تہ درجہ سے اوپر تیرتی رہتی۔ نیچے حرارت بالکل

باعتدال و شمس ہوا ہے اور جب اس ملک کے نامور اسلام النبیوت فنا نہ نگاروں ممتاز ادیبوں۔ شہرہ آفاق شاعروں کے تنویر کے قریب لاجواب علی۔ ادبی افلاقی تاریخی مضامین بہترین افانے۔ دو کچھ ڈرامے کیفیت اور غرض اہل بصیرت اور ذہنیں درج میں۔ بابی ہمہ نیت صرف ۸۰ پتہ ۱۔ منجر مہنتان "امرت سر

آٹھ درجن مضامین درجن ویر

تصادف سر رنگی درجنین مضامین تمام تازہ غیر مطبوعہ اور خاص کیے کیے

"چمنستان" مہتر کا سالانہ نمبر

ملاحظہ فرمائیے جو برسے سائز کے (۱۰) صفحات۔ دبیر کاغذ اعلیٰ لکھائی چھاپائی کی

حقیقہ

دنیا کی سب سے پہلی جاندار اشیاء

ہیں اور ان میں ہر قسم کی چیزیں ہیں۔ ان میں عورت اور مرد بھی شامل ہیں جن میں بعض بہت عقلمند ہے جس اور بعض بہت بےوقوف۔ پھر اس کے علاوہ جانور ہیں اور ان میں بھی بعض ہاتھی، بندر اور چوٹی جیسے سمجھدار ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں جن میں سمجھ ہوتی ہے۔ پھلیاں اور سمندر کی بعض دوسری چیزیں اور بھی کم درجہ پر ہیں۔ اور ان سے بھی نئے نہیں سمندر میں، انبیا کی طرح پھلیاں اور بعض ایسی چیزیں نہیں ملی جو کچھ جانوروں سے مشابہ ہیں اور کچھ پودوں سے۔

اب ہم کو یہ معلوم کرنا ہے کہ آیا یہ تمام مختلف قسم کے حیوانات یکساں اور ایک ساتھ وجود میں آئے یا رفتہ رفتہ ایک ایک کر کے؟ ہم یہ کیسے معلوم کر سکتے ہیں؟ اس وقت کی جبکہ یہ پیدا ہوئے، ہمارے پاس کوئی باقاعدہ کتاب نہیں ہے لیکن کیا ہماری قدرت کی کتاب "اس بارے میں ہمیں کچھ مدد دے سکتی ہے؟" بے شک یہ ضرور مدد دے گی۔ ہمیں بعض پُرانی چٹانوں پر جانوروں کی ہڈیاں ملتی ہیں۔ انہیں انگریزی میں فوسل (Fossil) کہتے ہیں اور جس جگہ ہیں یہ ہڈیاں ملتی ہیں، اس جگہ کے متعلق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اب سے بہت زمانہ پیشتر یہ جانور یہاں ضرور رہتے ہوئے۔ اس قسم کے بہت سے فوسل یعنی پُرانی ہڈیاں تم جنوبی انگلستان انڈیا کے عجائب خانہ میں دیکھ چکی ہو۔

جب کوئی جانور مر جاتا ہے تو اسے ہم کا ملائم اور گوشت واللحمہ ملبی سے سرخ کر جاتا ہے لیکن اسکی ہڈیاں عرصہ تک باقی رہتی ہیں۔ یہی ہڈیاں ہوتی ہیں جو ہمیں چٹانوں اور پہاڑوں پر ملتی ہیں اور انہی کے ذریعہ ہم ان جانوروں کا بہت کچھ حال معلوم کر سکتے ہیں جو مرقوں سے دبا ہوئے ہیں۔ لیکن فرض کر دو کہ کسی جانور کے ہڈی ہی نہ ہو جیسے بعض پھلیاں کہ انبیا کی طرح ہوتی ہیں، پھر ان کے مرجانے کے بعد کیا باقی رہتا ہوگا؟ جب ہم ان چٹانوں میں تلاش کرتے ہیں جو شروع کرتے ہیں اور ہر قسم کی پُرانی ہڈیاں جمع کر لیتے ہیں تو ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ مختلف قسم کے جانور مختلف

نہیں یاد ہوگا کہ گزشتہ کسی خط میں میں نے نہیں بتایا تھا کہ ایک عرصہ تک زمین کی حرارت اس درجہ زیادہ تھی کہ اس پر کوئی جاندار چڑھ نہیں سکتی تھی۔ اس زمین پر جاندار چیزیں کب سے رہنا شروع ہوئیں؟ اور سب سے پہلی جاندار چیزیں کیا تھیں؟ یہ ایک بہت دلچسپ سوال ہے لیکن اس کا جواب دینا بھی اسی قدر مشکل ہے۔ سب سے پہلے یہ دیکھو کہ آج جان سے کیا چیز؟ تم غالباً یہ کہو گی کہ انسان اور جانور جاندار چیزوں میں شامل ہیں لیکن درختوں، بھاری پھولوں اور ترکاریوں کے بارے میں تم کیا کہو گی؟ یقیناً ان چیزوں میں بھی جان ہے۔ یہ چیزیں بھی بڑھتی ہے پانی پیتی ہیں، ہوا کھاتی ہیں اور مر جاتی ہیں۔ درخت اور جانور میں سب سے بڑا جو فرق ہے وہ یہ کہ درخت اپنی جگہ سے چل پھر نہیں سکتا۔ شاید تمیں یاد ہو کہ ایک بار میں نے تمہیں لندن کے کوکاردو میں کچھ پودے دکھائے تھے۔ یہ پودے بعض جانوروں کی طرح کھیاں کھاتے ہیں اسی طرح بعض جانور جو تھے ہیں مثلاً سمندری چمچ یا اسفنج یہ سمندر کی یہ ہیں ہوتا ہے اور اپنی جگہ سے نقل و حرکت نہیں کرتا۔ بعض وقت یہ کہنا بہت مشکل ہوتا ہے کہ فلاں چیز جانور ہے یا پودا۔ جب تم علم النبات پڑھو تو دوں کے متعلق علم یا علم حیوانات پڑھو تو جانوروں کے متعلق علم پڑھو گی تو اس وقت تمیں یہ عجیب اختلاف چیزیں معلوم ہونگی جو نہ پورے طور پر جانور ہیں، نہ پودا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ پتھروں اور چٹانوں میں بھی ایک قسم کی جان ہوتی ہے اور انہیں بھی درد اور تکلیف کا برابر احساس ہوتا ہے۔ لیکن اس بات کا معلوم کرنا ذرا مشکل ہے۔ تمیں شاید یاد ہو کہ جنیوا میں ایک صاحب ہم سے ملے آئے تھے۔ ان کا نام سر رابرٹس جندربوس ہے۔ انہوں نے تجربے سے یہ ثابت کیا ہے کہ پودوں میں بہت کافی جان ہوتی ہے اور ان کا خیال ہے کہ پتھر میں بھی کسی قدر جان ہوتی ہے۔

بہر حال، اب تم نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ یہ کہنا آسان نہیں کہ کوئی چیز زندہ ہے اور کوئی نہیں لیکن سردست لنگر بھڑکا سوال چھوڑ دو اور صرف پودوں اور جانوروں کو۔ آج دنیا میں ہزاروں لاکھوں نئے چیزیں

کہ لو عجیب طریقہ پر ایک سے دوسرے جڑ جاتے ہیں۔ وہ کسی ایک جڑ پر جلتا ہونا شروع ہوتے ہیں اور وہ پتلے ہوتے چلے جاتے ہیں، حتیٰ کہ کچھ عرصہ میں ٹوٹ کر دو ہو جاتے ہیں اور گوراہی دونوں اصل جانور کی شکل کے مانند بن جاتے ہیں۔ یہ تقسیم اس طرح پر ہوتی ہے۔



تم دیکھتی ہو گی کہ یہ مغزی یاد بھی دو ٹکڑے ہو جاتا ہے اور ہر حصہ میں اس کا ایک جزء چلا جاتا ہے۔ اس طریقہ سے یہ جانور براہِ تقسیم ہوتے اور بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

اسی قسم کی کوئی چیز سب سے پہلے ہماری اس زمین پر وجود میں آئی ہو گی لیکن دیکھو تو سہمی یا کیسی چھوٹی اور معمولی جاندار چیز ہے! اس وقت اس سے بہتر یا بڑھ کر اور کوئی دوسری شے اس زمین پر موجود نہ تھی۔ اصل جانور ابھی وجود میں نہیں آئے تھے اور ان کے وجود میں آنے کو تو ابھی ہزاروں لاکھوں برس باقی تھے۔

اس لعابدار شے کے بعد سمندر کی گھاس، سیپ، لکھنچے، لیکڑی اور اسی قسم کے دوسرے جانور پیدا ہوئے۔ اس کے بعد کھین، مچھلیاں آئیں۔ ان چیزوں کے بارے میں ہمیں بہت کچھ معلوم ہے، اس لئے کہ ان میں ہڈیاں یا غول تھے اور وہ اپنے مرنے کے بعد ان ہڈیوں اور غولوں کو ہمارے لئے بھجور گئے جن سے ہم ان کے حالات کا پتہ لگاتے ہیں۔ یہ غول سمندر کے کنارے کچھ لیں رہ گئے جن پر اور کچھ اور بالو اکرم گئی اور اس طریقہ سے ایک مدت دراز تک زمین کے اندر محفوظ رہے۔ یہ کثرت اور اس کے اوپر دوسری کچھ دے دیاؤ سے ذرا سخت ہو گئی اور ہوتے ہوئے یا اس قدر سخت ہو گئی کہ چٹان بن گئی۔ اس طریقہ سے سمندر کی تہ پر چٹانیں بن گئیں جو لوہہ یا اور کسی پتھر سے یہ چٹانیں سمندر کی تہ سے نکل کر اوپر آگئیں اور خشکی کا ایک حصہ بن گئیں۔ یہ خشک چٹانیں ڈز باؤں اور سمندروں کے پانی سے ایک خاصہ نمک ذہلی بن گئیں اور جو گھونگے اور سب وغیرہ ان میں بدووں سے دھکے کھینچتے تھے وہ چٹانیں باہر نکل آئے اس طریقہ پر ہمیں ان سپون اور ڈز باؤں کا پتہ لگا جن کے مطالعہ کرنے سے ہمیں یہ معلوم

ہو گا کہ ان میں رہتے تھے۔ ایسا تو ممکن نہیں کہ وہ کیس سے آئے نہ ہوں سب سے پہلے کچھ ایسے معمولی قسم کے جانور نظر آئیں گے جن پر غول ہو گا، مثلاً سیپ، کوڑی، لکھنچے وغیرہ۔ وہ خوبصورت خوبصورت لکھنچیاں جو کم اکثر سمندر کے کنارے بہتی ہوئی ہوں اور اصل ان جانوروں کی ہڈیوں کے خول میں جو عرصہ ہوا رہ چکے ہیں۔ اس کے بعد کچھ دوسری قسم کے جانور ملتے ہیں مثلاً سانپ، جھلی، جانور وغیرہ جن سے بعض باہمی جیسے بھی بڑے ہوتے ہیں پرندے اور پالتو جانور وغیرہ جیسے آجکل موجود ہیں۔ اس کے بعد ہم کو آدمیوں کی ہڈیاں ملتی ہیں۔ غرض اس سے پتہ چلتا ہے کہ جانوروں کے وجود پر مرنے میں کسی نہ کسی قسم کی ترتیب اور نظام ضرور موجود تھا۔ سب سے پہلے معمولی قسم کے جانور پیدا ہوئے، اس کے بعد ذرا اس سے بڑے اور پیچیدہ شکل و ساخت کے جانور پیدا ہوئے، اور پیچیدہ ہوتے گئے، یہاں تک کہ اخیر میں سب سے اعلیٰ قسم کا جانور وجود میں آیا۔ یعنی انسان۔ یہ سمندر، زمین اور غول والی پھلی کس طرح رفتہ رفتہ ترقی کرتی اور صورت بدلتی گئی، یہ ایک نہایت دلچسپ مسئلہ ہے جس کے متعلق میں تم کو کسی اور دن بیان کر دوں گا لیکن اس وقت تم کو صرف یہ دیکھنا ہے کہ سب سے پہلی جاندار چیزیں کیونکر وجود میں آئیں؟

زمین کے ٹھنڈے ہو جانے کے بعد فانیاسب سے پہلے لعابدار اشیاؤہ نرم لعابدار چیزیں تھیں جن پر کسی قسم کا غول یا ہڈیاں وغیرہ نہیں تھیں اور جو سمندر میں رہا کرتی تھیں ہمیں ان کی کوئی نشانی نہیں ملتی ہے، اس لئے کہ ان میں کوئی ہڈی وغیرہ بھی ہی نہیں۔ لہذا ہکوانے بارے میں کم و بیش قیاس سے کام لینا پڑیگا۔ آج بھی اس قسم کی بہت سی چیزیں سمندر میں ملتی ہیں۔ وہ گول ہوتی ہیں لیکن ان کی شکل برابر باجی ہوتی ہے اس لئے ان پر کوئی سخت غول یا ہڈیاں نہیں ہوتیں۔ وہ تقریباً اس شکل کی ہوتی ہیں۔



ان شکلوں میں تم دیکھو گی کہ برج میں ایک نقطہ سا ہوتا ہے۔ یہ مغز یا اصل کھلا ہے اور ایک طرح کا دل ہوتا ہے۔ یہ جانور یا جانور ہوا۔

ہماری زمین کا کیا حال تھا؟ آئندہ خط میں میں تمہیں بتا دوں گا کہ یہ معمولی جانور کیسے بڑے ہوئے۔

تاریخ سلطان فیروز تغلق تخت نشینی اور لشکر کشی

سلطان فیروز تغلق دہلی کے ان حیدر بادشاہوں میں ہے جس کے عہدِ حکومت میں ملک امن و امان کی دولت سے لالہ لال اور رعایا خوشحال و فارغ البال تھی۔ وہ ایک نیک دل، مصنف مزاج، خدا ترس بادشاہ تھا۔ اس نے تختِ حکومت پر قدم اٹھائیں رکھا کہ اسے اس کی کوئی خواہش تھی بلکہ اس دم سے کہ سلطان محمد تغلق کے انتقال کے بعد اور کوئی اس کا اہل نظر نہ تھا اور امر ارد اہل دہلی نے یہ بارِ عظیم اٹھانے پر اسے مجبور کیا۔

۳۵ھ میں سلطان محمد تغلق غنہ کے علاقہ پر فطیشی کے ہوئے تھا کہ ایک اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا تاہم امر ارد اہل فوج حیدر پریشان ہوئے اور مقابلہ سے دست بردار ہو کر دارا خلخلا کو بیٹے لے کر فوج کو جو بے بار و مددگا دیکھا تو پیچھے سے اہل غنہ نے حملہ شروع کر دیا اس پر غنہ کی فوج اہل ملک سما تھا۔ امرائے لشکر کو بھی فکر ہوئی کہ اس وقت کیا کیا جائے۔ محمد تغلق کے کوئی لڑکا نہ تھا جو تاج و تخت کا وارث ہوتا اور اگر تھا تو اس قابل نہ تھا کہ اس نازک وقت پر اس سلطنت کی اس ذمہ داری کو سنبھال سکتا۔ چاہا چار سب کی نظر فیروز تغلق پر پڑی جو محمد تغلق کا چچا زاد بھائی ہونے کے علاوہ اس کا فیضِ محبت بھی اٹھا چکا تھا اور اس سے پیشتر اس کے والد غیاث الدین تغلق کے اغوشِ تربیت میں پرورش پا چکا تھا۔ امرا، اہل فوج اور تمام رعایا نے فیروز سے بہرہ اُڑا کر اس بارِ عظیم کو اٹھانے کی درخواست کی جو کسی طرح راضی نہ ہوا تھا۔

۳۵ھ حرمِ شاہی کا یہ حال تھا کہ غیاث الدین تغلق کی بیٹی خداوند زادہ اپنے بیٹے داور ملک کی تخت نشینی کے لئے خواہشمند تھی۔ فیروز نے جو یہ کٹکٹش دیکھی تو تخت کے خیال کو اور بھی دل سے نکال دیا۔ امرا نے ملک سیف الدین نامی ایک بارٹھیر کو خداوند زادہ کے پاس بھیجا کہ وہ اسے سمجھائے کہ اس وقت تاج و تخت کیلئے باہم لڑنے جھگڑنے کا موقع نہیں ہے خود سلطنت کا وجود خطرہ میں ہے۔ خداوند زادہ اپنے بیٹے کے حق سے دست کش ہو گئی اور اس کے بعد امرائے فیروز کو زبردستی تخت پر بیٹھا جو پھر بھی نیم نامی ہی رہا۔ فیروز نے باہم

۳۵ھ میں سلطان محمد تغلق غنہ کے علاقہ پر فطیشی کے ہوئے تھا کہ ایک اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا تاہم امر ارد اہل فوج حیدر پریشان ہوئے اور مقابلہ سے دست بردار ہو کر دارا خلخلا کو بیٹے لے کر فوج کو جو بے بار و مددگا دیکھا تو پیچھے سے اہل غنہ نے حملہ شروع کر دیا اس پر غنہ کی فوج اہل ملک سما تھا۔ امرائے لشکر کو بھی فکر ہوئی کہ اس وقت کیا کیا جائے۔ محمد تغلق کے کوئی لڑکا نہ تھا جو تاج و تخت کا وارث ہوتا اور اگر تھا تو اس قابل نہ تھا کہ اس نازک وقت پر اس سلطنت کی اس ذمہ داری کو سنبھال سکتا۔ چاہا چار سب کی نظر فیروز تغلق پر پڑی جو محمد تغلق کا چچا زاد بھائی ہونے کے علاوہ اس کا فیضِ محبت بھی اٹھا چکا تھا اور اس سے پیشتر اس کے والد غیاث الدین تغلق کے اغوشِ تربیت میں پرورش پا چکا تھا۔ امرا، اہل فوج اور تمام رعایا نے فیروز سے بہرہ اُڑا کر اس بارِ عظیم کو اٹھانے کی درخواست کی جو کسی طرح راضی نہ ہوا تھا۔

۳۵ھ حرمِ شاہی کا یہ حال تھا کہ غیاث الدین تغلق کی بیٹی خداوند زادہ اپنے بیٹے داور ملک کی تخت نشینی کے لئے خواہشمند تھی۔ فیروز نے جو یہ کٹکٹش دیکھی تو تخت کے خیال کو اور بھی دل سے نکال دیا۔ امرا نے ملک سیف الدین نامی ایک بارٹھیر کو خداوند زادہ کے پاس بھیجا کہ وہ اسے سمجھائے کہ اس وقت تاج و تخت کیلئے باہم لڑنے جھگڑنے کا موقع نہیں ہے خود سلطنت کا وجود خطرہ میں ہے۔ خداوند زادہ اپنے بیٹے کے حق سے دست کش ہو گئی اور اس کے بعد امرائے فیروز کو زبردستی تخت پر بیٹھا جو پھر بھی نیم نامی ہی رہا۔ فیروز نے باہم

مشورہ کے بعد درگزر کی اور سامانہ کی جاگیر عطا کر کے باقی زندگی یادا نی میں گزارنے کے لئے جان بخشی کر دی۔ اس کے بعد وہ نہایت شوک و افسانہ کے ساتھ دہلی میں داخل ہوا۔ ۲۱ روز تک نہایت دھوم دھام سے جشن تاجپوشی منایا گیا۔ تخت پر بیٹھے ہی سب سے پہلا کام اس نے یہ کیا کہ رعایا کے ذمہ جتنا لگان اور محصول باقی تھا، وہ سب اس نے یکدم صاف کر دیا، اس کا اثر یہ ہوا کہ رعایا میں عام طور پر ایک اعتماد اور طمانیت کی لہر دوڑ گئی۔

فیروز تغلق اگرچہ ملک گیری اور توسیع سلطنت کا چنداں شایق نہ تھا بلکہ جتنا ملک اس کے پاس تھا، اسی کو پراساں و امان اور متنبی رعایا اس کے قابو میں تھی، اسی کو مطمئن اور خوشحال رکھنا اس کا سب سے بڑا مقصد تھا، پھر بھی اسے متعدد لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ مشرق میں گھنٹی اس زمانہ میں صوبہ بنگال کا پایہ تخت تھا، اس کے حاکم شمس الدین سے اسے جنگ کرنی پڑی۔ ۱۰ ہزار فوج کے ساتھ وہ روانہ ہوا، شمس الدین ایک جزیرہ کے اندر اپنے قلعہ میں پناہ گزیں ہو گیا۔ فیروز تغلق نے کچھ عرصہ تک اسکا محاصرہ کیا اس کے بعد پھر اٹھایا۔ محاصرہ ختم ہوتے ہی شمس الدین نے اس پر حملہ بول دیا اور ایک بہت بڑی جنگ ہوئی جس میں شمس الدین کو پسپائی اٹھانی پڑی اور کوئی ۲ لاکھ سربوں کا اتیار ہو گیا۔ اس فتح و کامیابی پر دہلی میں بہت خوشیاں منائی گئیں۔

یاد ہو گا کہ فیروز تغلق کا انتقال تخت کی فوج کٹی کے دوران میں ہوا تھا اور اسی حالت میں فیروز تغلق کا انتخاب بھی ہوا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ فیروز تغلق کی زندگی کا یہ آخری کام تھا اور اس کے لئے وہ اس قدر مستعد اور مصمم تھا کہ اسی میں اپنی جان بھی دیدی۔ اپنے پشیر و درمہلی کی اس زبردست خواہش کو پورا کرنے اور اس کے ادھورے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اس نے تخت کے علاقہ پر فوج کشی شروع کی۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ اس دور و دست علاقہ میں فوجوں کو کن کن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا

تھا، چنانچہ اس نے ایک فوج گراں اپنے ہمراہ لی جس میں کوئی ۱۰ ہزار سوار تھے اور ۵۰ سو جنگی اٹھی۔ اس کے بعد بزرگان و مشائخ کے عزارات کی زیارت کرتا ہوا وہ سندھ کی جانب روانہ ہوا۔ راستہ کی مشکلات اور حالات کی نا موافقت سے سلطان کی لشکر کو سخت مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ کمزور گئی اور غریبہ سے بے بہت گراں قیمت لئے گئی۔ فوج جس ایک قسم کی

بیاماری پھیل گئی جس سے تین چوتھائی تعداد گھوڑوں کی تباہ ہو گئی، بادشاہ کو سخت ترو و لاق ہو گیا۔ اس نے رو رو کر چند اذکار و دعاؤں سے دعاؤں مانگیں۔ خدا سے تعالیٰ نے بھی اس نیک دل بادشاہ کی سُن لی اور بادجو دان شوارپوں کے اُسے کامیابی نصیب ہوئی اور دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

لیکن فوجوں کی کمکی اور بے سرو سامانی سے دشمن کے ملک پر پورے طور سے تسلط نہ ہو سکا۔ اس نے امرائے لشکر سے مشورہ کیا اور یہ طے پڑا کہ گجرات میں فوجوں کی دوبارہ تنظیم کی جائے اور وہاں سے مزید نئی فوج بھرتی کی جائے۔ غرض یہ تمام لشکر روانہ ہوا لیکن راستہ کی مشکلات اور قحط و وبا کی تکلیفیں اس سے کہیں زیادہ بھینسی پڑیں یعنی وہ اپنے پیلے سقر میں اٹھا چکے تھے۔ غلے کی قیمت پہلے سے بھی کئی چوتھائی بڑھ گئی اور اسکی کمیابی کا یہ حال کہ سپاہی چرسے پکا پکا کھاتے تھے۔ گھوڑوں میں بیاماری پھیلنے کی وجہ سے رہی سہی جوتھ ادھنی، وہ بھی ختم ہو گئی، اب سوار اور پیدل سب برابر ہو گئے، غرض تمام فوج پھوک پیاس اور راستہ کی تکان کی وجہ سے سخت اضطراب اور پریشانی کا عالم طاری تھا کہ دہریوں کی سازش کو ساری کی ساری فوج کچھ کے ایک نہایت شور اور فوج علاقہ میں جا چکی تھی جس کی شور یہ کی کا یہ عالم تھا کہ زمین پر اگر ایک لٹا تازہ پانی کا رکھ دیا جائے تو وہ سب کا سب کھا رہا بن جائے۔ غرض بڑی بڑی دشواریوں سے بادشاہ نے کسی طرح راہ نجات پائی اور گجرات پہنچ کر وہاں کے حاکم کو سالانہ خراج نہ بھیجے پر معزول کر دیا اور کچھ نقدی اور فوج وہاں سے مل سکتی تھی اپنے ہمراہ لیکر تخت پر دوبارہ چڑھائی کی۔ اہل تختہ کے قدم اس تازہ دم فوج کے آگے نہ جہم کئے۔ مجبوراً وہ بھاگ کر اپنے ملکی قلعوں میں پناہ گزیں ہو گئے۔ بادشاہ نے ایک عرصہ تک محاصرہ جاری رکھا۔ اہل قلعہ رسد کی کمی سے تنگ آ کر مصاحت کرنے پر آمادہ ہو گئے اور یہ سرکش اور باغی صوبہ اس طرح فیروز تغلق کے ہاتھ سر ہوا۔

(باقی آئندہ)

بیگناہ محرم

(ایک روسی افشاں)

اپنے کمرے میں سونے کے لئے چلے گئے۔

اسیوناف صبح کو دیسے اٹھنے کا یوں بھی عادی نہ تھا اور اس خیال سے کہ صبح کے سہانے ٹھنڈے وقت میں منزل کا ایک بڑا حصہ آسانی سے طے ہو جائیگا، اسے علی الصبح کو جہان کو چھوڑا کہ سواری کو تیار کرے۔ اس کے بعد وہ سرائے کے مالک کے پاس گیا کھانے اور رہنے کا بل ادا کیا اور روانہ ہو گیا جب کوئی ۵ میل کے قریب منزل طے کر چکا تو ایک کھٹوڑی درخت کے لئے رکنا کہ کو جہان کھوڑوں کو دانہ کھاس دے اور خود سرائے کے اندر ایک کمرہ میں چلا گیا وہاں پہنچا اس نے پانی گرم کرنے کے لئے ایک سماوار مانگا اور اس عرصہ میں اپنا ستار کا ٹکڑا بجائے لگا۔ اتنے میں وہ کیا دیکھتا ہے کہ ایک فوجی افسر مع دو سپاہیوں کے ایک گاڑی سے آ رہا اور سیدھا اس کے پاس پہنچا اور آنے کی وجہ اور وقت کے متعلق متعدد سوالات کرنے لگا۔ اسیوناف اس کے سوالوں کا جواب دیتا رہا اور جب سماوار آ گیا اور پانی تیار ہو گیا تو اس نے افسر سے کہا کہ اگر کچھ مضائقہ نہ ہو تو آئیے کھوڑی سی چار پی لیجئے "لیکن میں افسر کے سوالات کا سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا اور وہ براہ راست قسم کے سوالات پوچھتا رہا کہ کد لکھ رات تم نے کہاں گزاری؟ "تم اکیلے ہی تھے یا دو بھی کوئی سوداگر تھا؟ وہ دوسرا سوداگر کہاں گیا؟ "تم اپنی علی الصبح سرائے سے کیوں روانہ ہو گئے؟"

اسیوناف حیرت میں تھا کہ یہ شخص مجھ سے اس قسم کے سوالات کیوں کر رہا ہے؟ لیکن اس نے اپنی تمام سرگوشٹ ٹھیک ٹھیک بیان کر دی اور آخر میں یہ کہا کہ "آپ اس قسم کے سوالات کر رہے ہیں گویا میں کوئی چور یا ڈاکو ہوں میں اپنے تجارتی کام سے سفر کر رہا ہوں اور مجھ سے اس قسم کے سوالات کرنے کی کیا ضرورت ہے؟" اس کے بعد افسر نے اپنے دونوں ساتھی سپاہیوں کو بلایا اور

روس کے کسی شہر میں ایک تاجر رہتا تھا جس کا نام اسیوناف تھا۔ اس کے دو دوکانیں تھیں اور ایک اپنا ذاتی رہنے کا مکان۔ اسیوناف ایک خوش شکل شخص تھا، نہایت خوش مزاج اور اور گانے بجانے کا نہایت شائق۔ اوایل عمر میں وہ شراب کا بہت عادی تھا اور جب بہت پی لیتا تو اکثر دوسروں سے پھگڑے لڑائی بھی کرنے لگتا۔ لیکن جب اس کی شادی ہو گئی تو اس کی یہ عادت چھوٹ گئی، سوائے اس کے کہ کبھی کبھار لکھائی تو پی لی۔

ایک دن کچھ مال و اسباب لے کر ایک سیٹی میں جانے لگا اور جب وہ بیوی بچوں سے رخصت ہوئے گیا تو بیوی نے کہا "میاں، آج نہ جاؤ تو بہتر ہے میں نے رات میں تمہارے متعلق ایک بہت برا خواب دیکھا ہے۔"

اسیوناف یہ سن کر مہما اور کہنے لگا "تم ڈرتی ہو کہ جب میں سیلے میں پہنچ جاؤں گا تو میں ناچ رنگ میں پھنس جاؤں گا؟" بیوی نے جواب دیا "میں یہ تو نہیں جانتی کہ کس بات کا اندیشہ ہے۔ میں صرف اتنا کہہ سکتی ہوں کہ میں نے تمہارے متعلق نہایت برا خواب دیکھا ہے۔ میں نے یہ دیکھا کہ تم سیلے سے لوٹ آئے ہو اور جب تم نے اپنی ٹولی سر سے اتاری ہے تو کیا دیکھی ہوں کہ تمہارے تمام مال سفید ہو گئے ہیں۔"

اسیوناف یہ سن کر مہما اور بیوی سے کہنے لگا "یہ تو ایک خوش نصیبی کی علامت ہے۔ دعا کرو کہ تمام مال نکل جائے تو میں تمہارے لئے سیلے سے اچھی اچھی چیزیں لاؤں۔"

بہر حال وہ اپنی بیوی بچوں سے رخصت ہو کر روانہ ہوا جب نصف راستہ طے کر چکا تو اسے ایک اور سوداگر ملا جسے وہ سیلے سے ملتا تھا۔ چلتے چلتے جب رات ہو گئی تو دونوں ساتھ ہی ایک سٹلے میں ٹھہرے۔ ساتھ ہی چائے پی اور اس کے بعد دونوں اپنے

لاہور کا گمریس (بچوں کیلئے)

سب سے پہلے دولہا کی سواری سے ہوتی ہے۔ تم سمجھ بھی کیے دولہا کی سواری سے کیا مطلب ہے اور کون اس مرتبہ دولہا بنا تھا۔ یہ عجیب تماشہ ہے کہ ہر سال نیا دولہا ہوتا ہے جسے ملک کے لوگ چیتے ہیں۔ اس سال کو دولہا "پنڈت جواہر لال نہرو تھے، جو سچ سچ دولہا بننے کے قابل تھے۔ تم نے اگر ان کو نہیں تو ان کی تصویر کیس نہ کیس ضرور دیکھی ہوگی اور اگر نہیں دیکھی ہے تو اسے تلاش کر کے دیکھ لو۔ یہ سچ کل ملک کے بڑے چیتے سمجھے جاتے ہیں، خاص کر ملک کے نوجوان لوگ تو انھیں اپنا سر تاج سمجھتے ہیں۔

غرض ۲۵ دسمبر کو جو میلے کا سب سے پہلا دن تھا، ان کی سواری نکلی اور سواری بھی کس شان سے؟ ایک بالکل نئے رنگ ڈھنگ سے۔ گزشتہ سال کلکتہ میں جب گمریس کا میلہ لگا تھا، تو اس کے باب پنڈت موتی لال نہرو "دولہا بنے تھے۔ ان کی سواری ایک چاندی کی نہایت عمدہ و خوشنما گاڑی پر نکلی تھی جس میں ۲۴ ایک رنگ کے سفید گھوڑے لگے ہوئے تھے۔ ایسی سواری بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں ہوتی۔ اس سال بیٹے کی جو سواری نکلی، تو زمین سواری کے گھوڑوں پر نوجوان سواروں کے درمیان یہ شہسوار اس شان و شوکت سے چل رہا تھا، جیسے چلکاتے ہوئے ستاروں کے جھنڈ میں روشن مانتا ہے۔ یہ تمام سواری مع لاکھوں آدمیوں کے مجمع کیساتھ سارے شہر کا چکر لگاتی ہے اور دور دور سے لوگ محض اس جلوں کو دیکھنے کے لئے آتے ہیں۔

بچو! شاید تم یہ سمجھتے ہو گے کہ سب لوگ اتنی دور دور سے محض اس تفریح اور دیکھی ہی کی غرض سے آتے ہیں، ہنس، ہرگز نہیں بلکہ یہاں لوگ اتنی طویل مسافت طے کر کے اور ہر طرح کی تکلیف برداشت کر کے جاتے ہیں، تو وہ بہت سی ضروری اور مفید باتوں کو طے کرنے کو آتے ہیں۔ تم نے شاید نہا ہوگا کہ ہندوستان کے واسیلے اور قوم پرست

بچو! تم نے دیکھ لی گزشتہ چھٹیوں میں تو دیکھا ہوگا کہ بہت سے لوگ لاہور جا رہے ہیں اور یہ بھی سنا ہوگا کہ کس لئے جا رہے ہیں۔ وہ لوگ کا گمریس میں جا رہے تھے۔ لیکن آخر تم نے یہ بھی سوچا کہ یہ گمریس کیا چیز ہے اور لوگ کیوں اس شوق اور تیاری کے ساتھ جاتے ہیں۔ کیا یہ کوئی میلہ ہے؟ یا تماشہ ہے؟ جو جوق کے جوق لوگ ہر سال دیکھنے جاتے ہیں۔ بے شک یہ ایک قسم کا میلہ ہے جو ہر سال ہندوستان کے کسی بڑے شہر میں لگتا ہے۔ کئی کہتے ہیں کہ اس کی بڑی بنیادیں ہوتی ہیں۔ سینکڑوں نوجوان مرد اور عورتیں اس میں کام کرنے کیلئے بلور سہی کے بھرتی کئے جاتے ہیں۔ اس شہر کے بڑے بڑے لوگوں سے اسکا انتظام کیلئے چندہ لیا جاتا ہے، اور ایک بہت بڑا پنڈال بنایا جاتا ہے جس میں کوئی ہزاروں آدمی آسکیں۔ ہندوستان کے تمام صوبوں سے لوگ جن جن کر بھیجے جاتے ہیں، جو یہاں آتے ہیں اور اس میں شریک ہو کر یہاں کے کاموں میں حصہ لیتے ہیں۔ ان کے رہنے کا الگ انتظام ہوتا ہے، کھانے کا الگ اور دوسری ضرورتوں کا الگ۔ اسی کے ساتھ اور چیزیں بھی ہوتی ہیں، مثلاً اسنے ملک کی نئی ہونی چیزوں کی نمائش جو ایک طرح کا بازار بنا ہوتا ہے۔ غرض کل مل کر ایک چھوٹا سا شہر بن جاتا ہے۔ اس مرتبہ اس شہر کا نام پنجاب کے مشہور لیڈر لالہ لاجپت رائے کے نام پر رکھا گیا تھا، یعنی لاجپت سنگھ۔ اس ٹکڑی دھوم دھام کچھ دیکھنے ہی سے معلوم ہو سکتی تھی،

غرض کا گمریس کا یہ میلہ دسمبر کی ۲۵ تاریخ سے شروع ہو جاتا ہے اور میلے والے ۱۵، ۲۰ دسمبر ہی سے روانہ ہونا شروع ہو جاتے ہیں جس میں شوق پر دیکھو، کھدر کی سفید ٹوٹی اور کھدر کے کپڑے پہنے لوگ نظر آتے ہیں جس کا ڈی میں جاؤ ان کھدر پوشوں سے بھری نظر آتی ہے۔ ریلوے کمپنیاں اس موسم میں اپنے کرایوں میں رعایت کر کے انکے شوق کو اور بھی بھڑکا دیتی ہیں۔ بہر حال میلے کی ابتدا

صفحہ ۱۲ کا لقیہ مضمون

کہ ”اچھا تو مجھے سچ بتاؤ تم نے یہ نیل نہیں کیا ہے؟“
”اچھا جہین بھی بھر پر شبہ ہے!“ اسیوناف نے یہ کہا اور اپنے
چہرے کو ہاتھوں سے ڈھک کر دار و قطار رونے لگا۔ اتنے میں
ایک سپاہی آیا اور عورت سے کہا کہ تمہارا لٹنے کا وقت ختم ہو گیا ہے۔
اب تم لوگ باہر چلو اس کے بعد اسیوناف اپنے بھوی بچوں سے رخصت
ہوا اور یہ سمجھ کر کہ یہ اب آخری ملاقات ہے۔

جب وہ سب چلے گئے تو اسیوناف کو کیا رہی یہ خیال آیا کہ
آہ امیری بھوی بھی مجھ پر شبہ کر رہی ہے! اور اپنے جی میں کہنے لگا
”اصل حقیقت صرف خدا ہی جانتا ہے۔ اسی کے آگے ہمیں درخواست
کرنی چاہیے اور اسی سے رحم کی توقع رکھنی چاہیے۔“ پھر اس کے بعد
اسیوناف نے کوئی درخواست کسی کے پاس نہیں کی، تمام امیدیں
منقطع کر لیں اور صرف خدا سے دعا کرتا رہا۔

مقدمہ کی پیشی ہوئی اور بالآخر اسیوناف کو یہ سزا بخیر ہوئی
کہ اسے کوٹے لگائے جائیں اور کانوں میں کام کرنے کے لئے بیج
دیا جائے بغرض اس کے کوٹے لگائے گئے اور جب کوڑوں کا زخم
کچھ اچھا ہوا تو وہ اندر جرموں کے ساتھ سائبریا کام کرنے کے لئے بھیجا
گیا۔ ۶ سال تک اسیوناف سائبریا میں بطور مجرم کے رہا۔ اس کے
بال روئی کے گالوں کی طرح سفید ہو گئے۔ دائمی بہت بڑھ گئی
اس کی تمام رنگین مزاجی رخصت ہو چکی اور اس کی کمر جھک کر
کمان ہو گئی۔ اس کی رفتاریں بہت سستی اور آواز میں بہت پسپی
آگئی تھی۔ وہ کبھی منتانہ تھا بلکہ اکثر زور و گردعائیں مانگتا تھا۔

قید خانہ میں اسیوناف نے جو تے بنانا سکھا اور اس طرح سے
کچھ پیسے جمع کر لئے جس سے اس نے ایک کتاب خریدی جس کا نام
”تھا“ بزرگان دین کے حالات زندگی“ جب کبھی قید خانہ کی کوٹھڑی
میں کافی روشنی ملتی تو وہ یہ کتاب نکال کر دیکھتا۔ ہر اتوار کو وہ قید خانہ
کے گرجا میں عبادت کے لئے جاتا اور جب اس سے فارغ ہو کر آتا
تو اپنا سارے کر بجاتا اور آہستہ آہستہ گانا شروع کرتا۔
حکام جیل اس کے سیدھے پن سے بہت خوش تھے اور اس

لیڈروں میں کچھ گفت و شنید اس بات کی ہو رہی تھی کہ ہندوستان کو
آزادی دیجائے، لیکن تم سمجھ کر کہو کہ ہندوستان کو آزادی دیا جائے
یا اور کوئی دوسرا شخص نہیں دے سکتا۔ اور نہ آزادی کسی کے دینے
سے ملتی ہے۔ یہ تو خود اپنے معاملے کی چیز ہے اور کسی دوسرے کی
مرفعی اور غرضی یا بھڑائی ہی منحصر ہے جب ہم خود ایک چیز کے حامل
کرنے کا ارادہ کریں اور اس ارادے پر مضبوطی سے قائم رہیں۔ اور
اسکی کوشش میں لگ جائیں تو پھر دنیا میں کوئی طاقت نہیں جو تم
کو اس سے باز رکھے۔ یہی حال آزادی کا ہے۔ اب تک ہندوستان
کے لوگ اس جیسے میں تھے کہ آیا اسے زبان پر لائیں یا نہ لائیں۔
ایسا نہ ہو کہ انگریز ہم سے خفا ہو جائیں اور جو کچھ دیے گئے وہ بھی تیار
اور انگریز ان سے کہیں بھی تو پھر آمینہ اس پر عمل کرنے کے لئے کیا کریں۔
لاہور کا ٹکرس میں سب سے بڑی بات جو ہوئی ہے وہ یہ کہ اب
ہندوستان نے اپنی مکمل آزادی کا اعلان کر دیا ہے اور صاف
صاف یہ کہہ دیا ہے کہ وہ اس سے کم کسی چیز پر راضی نہ ہوگا۔ ہڈت
جواہر لال نہرو نے نہ صرف یہ کہ دنیا کے سامنے آزادی کا یہ غائی اعلان
کیا ہے بلکہ وہ یہ بھی بتائیں گے کہ اس آزادی کو کوئی نہ حاصل کرنا
چاہیے۔ اس سال جو وہ دولہا بنے ہیں، تو ان کی ذات سے
اسد سے کہ ہندوستان کی دولہن ”غلامی کا طوق“ اسے گلے سے اتار
پھینکے گی اور آزادی کے لباس سے آراستہ ہوتی۔ ہماری بھی
دعا ہے کہ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ آمین۔

ہم کے دوسرے ساتھی بھی اس کو غرض و احترام کی نظر سے دیکھتے
تھے۔ وہ اسے ”بابا“ کہہ کر پکارتے جب کبھی انہیں کسی چیز کے
بارے میں حکام جیل کے پاس کوئی درخواست لیجانی ہوتی تو وہ
اسیوناف کو اپنا ترجمان بناتے اور جب بھی ان کے درمیان آپس
میں کوئی جھگڑا ہوتا تو وہ اسے اس کے پاس لے آتے اور اس کے فیصلہ
کو بر جویم تسلیم کرتے۔
(باقی آئندہ)

علمی جواہر نیے

متنبی کہتا ہے "خیر مجلس فی الزمان کتاب مشکبہ پر بھی بالکل شنبی کا جھپاں ہے اس کی رائے بت کہ دنیا میں انسان کی بہترین مونس کتاب ہے اور ایک اور بڑے دانشمند کا قول ہے کہ "فارغ البالی کی حالت میں کتاب آدمی کے لئے مسرت و راحت کا باعث اور تکلیف و مصیبت کے زمانہ میں سکون و راحت کا ذریعہ ہوتی ہے سترہ دینے کا خوب کہا ہے کہ کسی گھر میں کتب خانہ قائم کرنا اس میں روح چھو نکدینے کے مترادف ہے۔ اس لئے اگر آپ کو مختلف علوم و فنون کی کتابوں کی ضرورت ہو تو مکتبہ جامعہ سے طلب فرمائیے۔ مکتبہ جامعہ کو آپ انشاء اللہ ہمیشہ خدمت کرنے کے تیار و مستعد پائیں گے۔ غور سے گھور پر مطبوعات جامعہ کی ایک مختصر سی فہرست پیش کی جاتی ہے

تاریخ الامم اسلام کا نہایت مستند قابل دیدہ سلسلہ اردو زبان میں آپ اپنی نظیر ہے مصنفہ جناب مولانا حافظ محمد اسلم جیرا چوری پروفیسر تاریخ اسلام جامعہ ملیہ اسلامیہ۔

حصہ اول - مسیحت رسول - قیمت پندرہ جلد دور روپے (۱۰) ۱۰
دوم خلافت راشدہ - ۱۰ ۱۰
سوم - بنی امیہ - ۱۰ ۱۰
چہارم - عباسیہ - ۱۰ ۱۰
پنجم - عباسیہ بغداد - ۱۰ ۱۰

تاریخ الدولتین جرمن زبان مصری مترجمہ مولانا نیاز فتح پوری پیر مولانا شبلی مرحوم کی معرکہ انگلیز تصنیف اور نگار نگار عالمگیر قیمت پندرہ

تاریخ ہند قدیم - مصنفہ کے - ایک پائیکار ایک اے آکسن قیمت ایک روپیہ (۱۰) ۱۰

قومی و ہندوستانی تعلیم کا نظام علی گنجی خواجہ صاحب پیر پور قیمت ۸/-
عرصہ جوہر - مولانا محمد علی صاحب قند کے کلام کا مجموعہ (۸) ۱۰

دیوان غالب مطبوعہ برلن (جرمنی) اردو کا سب سے اعلیٰ اور نفیس ترین ایڈیشن پاکت سائز طبع ملاحظہ نہایت دلچسپ اور خوشنما تحریر نہایت روشن اور خوبصورت حاشیہ پر نگین پیل لمباغت نہایت عمدہ صاف تحریر کاغذ سفید تم علی پرمن ساخت کبھیت مجموعی یہ ایڈیشن تمام غلطیوں و غلطیوں کے اعتبار سے اعلیٰ ترین ہے

مبادی معاشیات مسٹر ایڈون کین کی کتاب پوٹنٹل کا بنی مترجمہ اردو - مترجمہ ڈاکٹر حسین خان صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی۔ شیخ انجمہ۔ قیمت پندرہ

المدریۃ والاسلام علامہ مصطفیٰ سعیدی کی شہرہ آفاق تصنیف مترجمہ مولانا رشید احمد انصاری مرحوم پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جامعہ ملیہ اسلامیہ - ۱۰ ۱۰
اسلامی تہذیب قومی تعلیم ڈاکٹر سر بی بی رائے کا مشہور خطبہ سمدارت جو موصوف نے جامعہ کے دوسرے جلد تقسیم اسنادیں پڑھا اور ترجمہ قیمت چار آنے -
ترکوں کی کہانیاں مسلمان بچوں کے لئے نہایت دلچسپ و سبق آموز ترکوں کی بہادری کے قیسے - ۱۰ ۱۰

مہتمم مکتبہ جامعہ ملیہ قریل باغ دہلی

ہندوستان بھی میں

عہدہ، مضبوط، ویریا، خوبصورت
نفس اور استثنائی اترزاں تینہ
سامان کھیل جیسا کر نیوالا واحد
کارخانہ

فلٹ لینڈ کیسی جسٹ
شہر یا لکھنؤ کو یاد رکھیں

ہمارا سامان ہاکی



آگر آپ کو

یاد آپ کے دوست انجانب کو کسی کم کام
سامان کھیل مثلاً کرکٹ، فٹ بال،
والی بال، ہاکی، ٹینس، میدنٹن وغیرہ
کی ضرورت ہو تو ہمیشہ براہ راست
لکھنؤ کے خاص دیرینہ خادم
ملک اینڈ مینس جیبر و شہر
سیالکوٹ کو لکھ کریں

منجھولی اور نیشا اترزاں ہاکی وہ سے ثابت
ہو چکا ہے جوں جوں شوقین کھیل کھیلوں کے سکرٹری اور اسکولوں
کے ہیڈ ماسٹر صاحبان بطور کرائیو شنگ۔ یہاں ہاکی جو کھیل کو کرنا شروع کرتے ہیں جہاں بھی ہمارا سامان ہاکی ایک مرتبہ بطور آنا پیش کے منگوا گیا
انہوں نے لذتہ کی پکڑیں دیکھ کر اسے بچوں میں حیرت انگیز شوق پیدا کر دیا اور مضبوط ہاکی کی شگفتگی سے اور بڑے بڑے آزاد دوست سنیہ نیشا کے بھائی کے متعلق اپنے اپنے کے علاوہ ہاکی کو کم ہستار بن گئے

ہمارا سامان کھیل

عہدہ گیارہ سال سے مستقل طور پر ہندوستان بھر کے اسکولوں، کالجوں، رجمنٹوں، ریاستوں اور کھیلوں میں بہ کثرت خرید جانے لگے علاوہ ممالک غیر میں بھی منگوا جاتا ہے۔ اس شان
میں جس قدر شہرت اور ناموری اپنی دہانداری کی وجہ سے کارخانہ کو نصیب ہوئی ہے شاید ہی کسی دوسرے کو ہوئی ہو۔ آپ بھی اپنا آزمائشی آرڈر بیکر ہماری صداقت کا امتحان
کریں۔ ذیل میں مختصر فہرست سامان کھیل درج ہے جس پر سرفنی روپیہ کی خاص رعایت دیا جائیگا جب ضرورت لکھ کر طلب کریں۔

فہرست سامان ہاکی	فہرست سامان کرکٹ	فہرست سامان فٹ بال	فہرست سامان والی بال
ہاکی شنگ تین ریزا سنگ منڈل ہاکی اور کارٹون ہاکی جودہ لکھنؤ ہاکی اور خوبصورت فٹ بال فٹ بال کھیلوں کے ہاکی اور کارٹون ہاکی اور کارٹون ہاکی ہاکی شنگ تین ریزا سنگ منڈل ہاکی اور کارٹون ہاکی جودہ لکھنؤ ہاکی اور خوبصورت فٹ بال فٹ بال کھیلوں کے ہاکی اور کارٹون ہاکی اور کارٹون ہاکی	کرکٹ شنگ تین ریزا سنگ منڈل کرکٹ شنگ تین ریزا سنگ منڈل کرکٹ شنگ تین ریزا سنگ منڈل کرکٹ شنگ تین ریزا سنگ منڈل کرکٹ شنگ تین ریزا سنگ منڈل کرکٹ شنگ تین ریزا سنگ منڈل کرکٹ شنگ تین ریزا سنگ منڈل کرکٹ شنگ تین ریزا سنگ منڈل کرکٹ شنگ تین ریزا سنگ منڈل کرکٹ شنگ تین ریزا سنگ منڈل	فٹ بال شنگ تین ریزا سنگ منڈل فٹ بال شنگ تین ریزا سنگ منڈل فٹ بال شنگ تین ریزا سنگ منڈل فٹ بال شنگ تین ریزا سنگ منڈل فٹ بال شنگ تین ریزا سنگ منڈل فٹ بال شنگ تین ریزا سنگ منڈل فٹ بال شنگ تین ریزا سنگ منڈل فٹ بال شنگ تین ریزا سنگ منڈل فٹ بال شنگ تین ریزا سنگ منڈل فٹ بال شنگ تین ریزا سنگ منڈل	والی بال شنگ تین ریزا سنگ منڈل والی بال شنگ تین ریزا سنگ منڈل والی بال شنگ تین ریزا سنگ منڈل والی بال شنگ تین ریزا سنگ منڈل والی بال شنگ تین ریزا سنگ منڈل والی بال شنگ تین ریزا سنگ منڈل والی بال شنگ تین ریزا سنگ منڈل والی بال شنگ تین ریزا سنگ منڈل والی بال شنگ تین ریزا سنگ منڈل والی بال شنگ تین ریزا سنگ منڈل

ملنے کا
بیت

ٹیلیفون نمبر ۲۲۱۹

جسٹریٹریل نمبر ۱۹۶۱

نرخامچہ پڑہ

نرخا اشتہارات

سالانہ
ششماہی
فی پرچہ

فی صفحہ
نصف صفحہ
چوتھا فی صفحہ

تعلیم

اڈیسہ سید انصاری بی۔ اے (جامعہ)

نمبر ۶

۲۱ جنوری ۱۹۶۹ء

جلد

فرستیا میں

- ۱۔ دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ "اخبار"
- ۲۔ یورپ اور ایشیاء میں تبدیلی تعلیم
- ۳۔ کوالیف جامعہ
- ۴۔ حرکات زمین اور ممکنہ اثرات
- ۵۔ کیوں اور کیسے؟
- ۶۔ فیروز نعلن
- ۷۔ سرفی کی آمد
- ۸۔ بیگناہ مہم
- ۹۔ انعامی سما
- ۱۰۔ اشتہارات
- ۱۱۔ س۔ ا
- ۱۲۔ . . .
- ۱۳۔ شترین
- ۱۴-۱۵۔

دیوان شیدا

جنابج الملائک حکیم محمد بسمل غلام حوم کے

اردو اور فارسی کلام کا مجموعہ

حکیم صاحب مہم کی دوسری نمایاں خصوصیات سے دنیا واقف ہے لیکن اگر آپ ایک کامیاب شاعر کے پیکر دیکھنا چاہیں تو یہ نادر گلدستہ طلب کیجئے جو دیوان غالب کی طرح جرمی نہیں دیا ہی حسین اور دیدہ زیب چھپا ہے۔
قیمت صرف ۲۰/-

مکتبہ جامعہ ملیہ قریب لاہور دہلی



دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

ہندوستان کے باہر

چین میں گزشتہ دو تین سال سے سخت فتنہ پڑ رہا ہے جسکی وجہ سے اس وقت تک ۲۰ لاکھ آدمی مہلکے ہیں اور اندیشہ ہے کہ اتنی ہی تعداد بھی اور اس مصیبت کا شکار ہوگی۔ اس فتنے کی اسباب میں یہ بتایا جاتا ہے کہ چین میں اس زمانہ میں سخت سردی پڑی تھی اور برما کے فسادات وغیرہ کی وجہ سے جو اخراجات فوجوں وغیرہ پر ہوئے ہیں، ان کا بھی اثر ہے۔

سینور سویٹینی جو اپنی کاملاً اعلیٰ علمان عمران ہے۔ آج کل اس کے اوپر پائے اعظم کے درمیان تعلیم کے بعض مسائل میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ پاپے اعظم نے سویٹینی کے احکامات کے خلاف جو اعلان شائع کیا ہے، اس میں لکھا ہے کہ حکومت کو چھوٹے بچوں کی تعلیم و تربیت کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ یہ فرض دراصل والدین اور پھر اس کے بعد کلیسا کا ہے۔ نیز لوگ اور لوگوں کی تعلیم اور مختلف مذاہب کے لوگوں کی تعلیم بھی ایک ساتھ نہیں ہونی چاہیے۔

ممنوعین سنگم، وہ ہندوستانی جو باوجود سر آغا خاں کے انعام حاصل کرنے کے لئے انگلستان سے روانہ ہوا تھا، اسے فرانس کے مقام کیلپر پر آکر اتر جانا پڑا اس لئے کہ اسے ہوائی جہاز کی شین میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ بعض پرزوں کی درستی اور مرمت کے لئے پھر انگلستان واپس گیا ہے اب دیکھیے وہ خود روانہ ہوتا ہے، یا اسکی بجائے کوئی اور ہندوستانی اس سرفروشی کے لئے تیار ہوتا ہے۔

شاہ نادر خاں اپنے ملک فغانستان میں ابتدائی تعلیم کو رواج دینے میں بہت کوشش سے کام لے رہے ہیں، گزشتہ انقلاب کی وجہ سے جتنے لوگوں کو لکھنا پڑھا چھوڑ دیا تھا، ابھی پھر بلایا گیا ہے اور جو مدارس بند ہو گئے تھے، وہ دوبارہ کھولے گئے ہیں۔ شاہ موصوف کا خیال ہے کہ قریب قریب تعلیم کے بعد ملک میں ابتدائی تعلیم کا پھیلنا

ہندوستان کے اندر

جنوری کی ۲۴ تاریخ کانگریس کی طرف سے اس غرض کیلئے مقرر کی گئی ہے کہ اس دن کو تمام ہندوستان کے لوگ آزادی کا دن منائیں۔ حالانکہ اندھی جی نے خاص طور پر اس امر کی ہدایت کی ہے کہ اس دن صرف تقریریں ہی نہیں کی جائیں، بلکہ اثریت عارضی ہونا چاہئے تاکہ اسے کامیاب بنائیں جن سے لوگ یہ سمجھیں کہ ہاں، ہمیں آزادی ملنی ہے۔

اس سال کانگریس کے پروگرام میں منجملہ اور باتوں کے قانون شکنی بھی داخل ہے۔ لیکن ایسے قانون کا توڑنا نہیں جس سے خود اپنے آپ کو نقصان پہنچے، بلکہ ایسے قوانین توڑے جائیں گے جن سے حکومت کو نقصان پہنچے اور وہ اپنی ختموں اور زیادتیوں سے ہاتھ اٹھائے۔ چنانچہ بنگال کے ایک مقام بانڈا میں کچھ عرصہ سے قانون شکنی کی تحریک جاری ہے اور اسی حال میں کاشیاواڑ کی ایک ریاست میں ٹیکس نہ ادا کرینکی تحریک شروع کی گئی ہے۔ اسی طرح ایک ایک دو دو کر کے اگر یہ تحریکیں دستان میں پھیلیں تو گورنمنٹ میت جلد گھٹنے ٹیک دیتی۔

مدد اسمبلی مسٹر میل نے پولیس کسٹرن کے احکامات کو ٹھکر کر سیاسی معلقوں میں بہت سنسنی پیدا کر دی ہے۔ گزشتہ سال اسمبلی میں جو بم پھینکا گیا تھا، اس کی وجہ سے اس سال یہ قاعدہ بنایا گیا ہے کہ اسمبلی کے اندر اور باہر پولیس کا سخت پیرہ رہے اور وزیروں کے نام ٹکٹ سبٹ کم جاری کیے جائیں۔ مسٹر میل نے اسے اپنی اور اسمبلی کی توہین خیال کرتے ہوئے تمام پولیس کو واپس کر دیا اور مواعے اخبارات کے نمائندوں کے باقی تمام وزیروں کے ٹکٹ روک دئے۔ پولیس کسٹرن کے ان احکامات کی تادیب خود پیر نے بھی کی تھی

یورپ اور ایشیا کا ابتدائی تعلیم میں مقابلہ

اونچے نیچے پاڑوں کے چاگاہوں پر لیٹا، دودھ دھنا اور سردیوں کے لئے لکڑیاں وغیرہ جمع کرنا۔ نہ صرف بلکہ سردیوں کے طویل موسم میں بھی جب یہ مدرسے جاتے ہیں تو اپنے والدین کا ہاتھ نقش نگاری اور لیس بنانے میں بٹاتے ہیں۔ یہ لڑکے بہت ذہین ہوتے ہیں۔ کام خوب کرتے ہیں اور سیکھ بھی جلدی لیتے ہیں۔ اسی موسم میں وہ برف پر مختلف دھبے کھینچ بھی دیتے ہیں۔

اسپین اور اطالیہ کے لڑکے بہت ہی کم مدرسہ جاتے ہیں خصوصاً اسپین میں تو بہت بڑا لڑکا بن کر لکھتے پڑھتے ہی نہیں۔ ان کو اور بہت سے کام کرنے پڑتے ہیں جن میں پھل کے زہرے کا دار و مدار ہے۔ اطالیہ میں لڑکے بیٹر بکریاں چراتے ہیں اور ریشم کے کیڑوں کی نگہداشت کرتے ہیں۔ اسپین کے لڑکے کھیتوں پر کام کرتے ہیں۔ انگوروں کے کپنے کے زمانہ میں وہ انگوڑی جمع کرتے ہیں اور ان کی شراب تیار کرتے ہیں جو ملک کی ایک بہت بڑی تجارت ہے۔

اگر ہم جرمنی اور ہالینڈ کی طرف نکل جائیں تو ہم کو ہر قسم اور گاؤں میں مدرسے نظر آئیں گے۔ ہر لڑکا اپنے اوقات کے زیادہ حصہ مدرسہ ہی میں صرف کرتا ہے۔ جرمن اپنے بچوں کو قابل ترین بنانا چاہتے ہیں۔ جنوبی جرمنی میں تیرہ چار سال تک برابر تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے وہ بچے جو ذرا بیماری یا کسی اور وجہ سے نازک ہوتے ہیں ان کے لئے کھلی ہوئی مدرسے ہوتے ہیں۔ گرمیوں کے دنوں میں پڑھنے کے ساتھ ساتھ تفریح کے بھی سامان ہوتے ہیں۔ جرمنی کے لڑکے مطالعہ قدرت کے بہت زیادہ شائق ہوتے ہیں وہ ہر مہینہ میں ایک بار اسی غرض سے تفریح مناتے ہیں۔

فرانس میں سکولوں وغیرہ پر بہت کم زور دیا جاتا ہے۔ یہاں ۱۸۸۰ء میں تمام مدرسوں میں تعلیم مفت کر دی گئی تھی اور ۱۸۸۰ء میں یہ قانون بنا دیا گیا کہ چھ سال سے تیرہ سال تک کے لڑکوں کے لئے تعلیم جبری اور

وہ بچہ جس نے کبھی مدرسہ کی زندگی سے فائدہ اور لطف نہ اٹھایا ہو اس کی زندگی ایک ایسے محل کی طرح ہے جس کے چاروں طرف ادبچی اونچی دیواریں ہوں، تمام دروازے مقفل ہوں اور ان قفلوں کی کنجیاں کم ہونچکی ہوں۔ صرف مدرسہ ہی کی زندگی ایسی ہے جو یہ کنجیاں ہمیں مہیا کر سکتی ہے۔

ایک کبھی ہمیں یہ مدد دیتی ہے کہ ہم دنیا کے وسیع کارخانہ قدرت کو دیکھیں اور اسکو سمجھنے کی کوشش کریں۔ دوسری جانبی سے ہم یہ سیکھتے ہیں کہ پڑانے زمانہ کے بڑے بڑے لوگوں کی زندگیوں سے سبق حاصل کریں کہ انھوں نے کس قدر منتقل مزاجی اور ثابت قدمی سے تکالیف کا مقابلہ کیا اور ہم بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔ تیسری کبھی ہمارے لئے محنت کا وہ واژہ کھولتی ہے کہ ورزش کرنا اور صاف رہنا کس قدر ضروری ہے۔ چوتھی ہمیں یہ بتاتی ہے کہ ہمیں دنیا میں کیا کرنا ہے اور کس کام کے لئے ہم محو ذوں ہیں۔ ادب سے آغوش ہم یہ نہایت ہی اہم بات حاصل کرتے ہیں کہ دنیا کے میدان میں بھی ہم نیک نیتی، خلوص اور محنت سے ملکر کھیلیں اور صحیح معنوں میں کھلاڑی بننے کی کوشش کریں۔ ان کتبوں کے صحیح استعمال پر کسی قوم کی ترقی کا انحصار ہے۔

اگر ہم بڑے یورپ کے مرکزی مقام پر کھڑے ہو جائیں اور اس کے چاروں طرف سفر کریں تو ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ اس کے شمالی اور غریبی حصوں میں تفریح سے مدارس پائے جاتے ہیں۔ اس کے بالکل مشرقی اور جنوبی حصوں میں مدارس کی تعداد بہت ہی قلیل ہے۔ یہاں تک کہ چند مشرقی حصوں میں صرف امداد کے لڑکے ہی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ بہت سے ممالک ایسے ہیں جہاں لوگ غریب ہیں اور کام کرنا فائدہ کم ہے۔ وہاں لڑکے سال میں صرف چند مہینوں کے لئے مدرسہ جاتے ہیں اور باقی مہینوں میں دوسرا ضروری کام کرتے ہیں۔

گرمیوں کے موسم میں سوئٹزرلینڈ کے لڑکوں کو بہت کام کرنا پڑتا ہے۔ رپورڈ

لازمی ہے۔

اسکندریہ یا اس لوگوں کی تعلیم کی خاص طور سے نگہداشت کی جاتی ہے۔
ڈنمارک کے بعض مدرسے دنیا بھر کے لئے فوڈ ہیں۔ سوڈن میں مدرسے اس
وقت شروع کئے گئے تھے جب یورپ میں کسی کو یہ خیال بھی نہیں تھا یہاں
کے بچے بہت ذہین اور ہوشیار ہوتے ہیں۔ کھیل اور سڑکیں ڈول کو
ابتدائی تعلیم میں بہت دخل ہے۔ ناروے کے لوگوں کی وہی حالت ہے
جو سوئٹزرلینڈ والوں کی ہے۔

فلینڈز اور شمالی حصوں کے اسکیموں کا موسم تعلیمی
اور دوسری چیزوں کے شکار میں گزار دیتے ہیں۔ ہسپانیوں میں مدرسہ چلا
ہیں۔ لیکن "لیبر اڈر" کے اسکیموں میں خاص ذراغ ان کے لئے دینا
نہ کئے جائیں۔ نہ پڑھتے ہیں۔ نہ لکھتے ہیں۔ ڈاکٹر گرین فیل مشہور سیاح جب
لیبر اڈر گیا تو اس کے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ
آج تک کسی بچے نے گزیا نہیں دیکھی ہے۔ جب ڈاکٹر موموٹ نے انگلستان
سے بہت سی گزیاں لیں تو لوگوں کے والدین نے بچے اس کے گزروں
کو لکھنے کے لئے دیتے۔ ماہین ہفت سے لگا دیا۔ یہاں کے لوگ پڑھنے کے
شوقین ہوتے ہیں۔

افریقہ کے ایک دور دراز حصے میں جب ایک میم صاحبہ نہیں، تو
چھوٹے چھوٹے مسیحوں کو زمین اور سورج کے متعلق کچھ معلومات حاصل
کر نیکابیت شوق تھا۔ میم صاحبہ نے ایک سنگسٹریک زمین اور چراغ کو
سورج فرض کر کے انہیں زمین کا آفتاب کے گرد گھومنا بھیایا۔

بحرالکابل جنوبی میں ایک جزیرہ *Madagascar*
ہے جو حکومت برطانیہ کے ماتحت ہے۔ یہاں سے خبریں اور خطوطا بال
میں دومرتبہ امن دنیا میں آتے ہیں۔ وہاں نہ دکانیں ہیں نہ بازار۔ ہر
روز ہفتی ایک ہی چیز کھانی پڑتی ہے لیکن یہاں کے لوگ پڑھنے کے بہت
زادہ شائق ہیں۔ جب انہیں کوئی موقعہ ملتا ہے انہوں نے پڑھنا شروع
کیا۔ اس کے برعکس اگر ہم مشرق کی جانب جائیں تو تھوڑا ہی عرصہ پہلے
صرف وہی لوگ تعلیم حاصل کرتے تھے جن کا تعلق کسی دولت مند خاندان سے
تھا یا جن کے والدین گھر پر کوئی استاد رکھ سکتے تھے۔ اس طریقہ سے چین
اور جاپان میں امیر لوگوں کی تعلیم سیت ہی اعلیٰ درجہ کی ہو چکی تھی۔

مشرق کی تمام قوموں میں جاپانی بچے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ملک میں
نئے طرز کے حصے جاری کئے اور نیا نظام تعلیم متاہم کیا لیکن اب بھی جاپان
کے بعض مدرسوں میں طالب علم اپنے چھوٹے چھوٹے بھائیوں یا رشتہ داروں کو
اپنی پشت پر باندھ کر مدرسے آتے ہیں۔ جاپان کے مدرسوں میں انگریزی
زبان کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور یہاں کے فارغ التحصیل طلبہ یورپ کی
درمگاہوں میں جا کر اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے ہیں اور اپنا تجربہ بڑھاتے ہیں۔ لوگ
کھینے کو دینے میں بہت مشاق ہوتے ہیں۔ لوگوں کی صحت بھی دن بدن ٹھیک
ہو رہی ہے اور وہ پوائی ٹیکم رواج کی ذخیرہ سے آزاد ہو رہی ہیں۔

چینیوں کے ہاں عجیب قسم کی باتیں اور رسم و رواج رائج ہیں۔ چینی قلم
کی بجائے برش سے لکھتے ہیں۔ وہ اوپر سے شروع کر لکھتے ہیں۔ نیچے سے
لکھنا شروع کرتے ہیں اور دائیں بائیں جا لکھتے ہیں۔ اوپر کی طرف جاتے
ہیں۔

نئی چینی جمہوریت کے ماتحت پڑانا نظام تعلیم بدل رہا ہے۔ لوگ لوگوں کے
سنے سے مدرسے کھل گئے ہیں۔ لوگوں نے انگریزی لباس پہنا شروع کر دیا۔
چینی لوگ جرسیاں اور ٹیگر پین کرفٹ بال کھینے ہیں۔ اور ایک مدرسہ دوسرے
مدرسہ سے پیچ بھی کھینٹ رہے۔

مشرق کے غریب طلبہ کے لئے تعلیم حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ اسلامی
مالک مثلاً مصر اور ترکی وغیرہ میں بچے سب سے پہلے مسجد میں ایک مائے
پڑھنا شروع کرتے ہیں ان کی عمر کا ایک کافی حصہ صرف مذہبی کتابوں کے
لکھنے میں صرف ہو جاتا ہے۔ چونکہ ان کو سب کچھ عربی میں پڑھنا ہوتا ہے
چاہے انہیں یہ زبان آتی ہو یا نہیں اس لئے اس پڑھائی سے انہیں کوئی
خاص فائدہ نہیں ہوتا لیکن حال ہی میں ان ممالک میں تعلیم کا صحیح انتظام
ہو رہا ہے۔ اور لوگوں کے ساتھ ساتھ لوگوں کی بھی تعلیم حاصل کرنے لگی ہیں۔
تعلیم کے معاملہ میں مشرق کے تمام ممالک میں مہدوتان بہت ہی
بر قیامت ہے جہاں ہر دس لوگوں میں ایک کو تعلیم یافتہ ہوتا ہے اور ہر سو
لوگوں میں ایک لڑکی پڑھی لکھی ہوتی ہے۔ مہدوتان ایک وسیع ملک ہے
اور یہاں کے باشندے بہت ہی غریب ہیں جن بچہ پڑوں کو پیٹ بھر کر کھانا
بھی نہیں ملتا وہ اپنے لوگوں کو تعلیم کیسے دلا سکتے ہیں۔ لیکن انہیں باقاعدہ
تعلیم دی جائے تو بہت ہی ذہین اور ہوشیار ثابت ہو سکتے ہیں۔

مشرق کی تمام قوموں میں جاپانی بچے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ملک میں نئے طرز کے حصے جاری کئے اور نیا نظام تعلیم متاہم کیا لیکن اب بھی جاپان کے بعض مدرسوں میں طالب علم اپنے چھوٹے چھوٹے بھائیوں یا رشتہ داروں کو اپنی پشت پر باندھ کر مدرسے آتے ہیں۔ جاپان کے مدرسوں میں انگریزی زبان کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور یہاں کے فارغ التحصیل طلبہ یورپ کی درمگاہوں میں جا کر اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے ہیں اور اپنا تجربہ بڑھاتے ہیں۔ لوگ کھینے کو دینے میں بہت مشاق ہوتے ہیں۔ لوگوں کی صحت بھی دن بدن ٹھیک ہو رہی ہے اور وہ پوائی ٹیکم رواج کی ذخیرہ سے آزاد ہو رہی ہیں۔ چینیوں کے ہاں عجیب قسم کی باتیں اور رسم و رواج رائج ہیں۔ چینی قلم کی بجائے برش سے لکھتے ہیں۔ وہ اوپر سے شروع کر لکھتے ہیں۔ نیچے سے لکھنا شروع کرتے ہیں اور دائیں بائیں جا لکھتے ہیں۔ اوپر کی طرف جاتے ہیں۔ نئی چینی جمہوریت کے ماتحت پڑانا نظام تعلیم بدل رہا ہے۔ لوگ لوگوں کے سنے سے مدرسے کھل گئے ہیں۔ لوگوں نے انگریزی لباس پہنا شروع کر دیا۔ چینی لوگ جرسیاں اور ٹیگر پین کرفٹ بال کھینے ہیں۔ اور ایک مدرسہ دوسرے مدرسہ سے پیچ بھی کھینٹ رہے۔ مشرق کے غریب طلبہ کے لئے تعلیم حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ اسلامی مالک مثلاً مصر اور ترکی وغیرہ میں بچے سب سے پہلے مسجد میں ایک مائے پڑھنا شروع کرتے ہیں ان کی عمر کا ایک کافی حصہ صرف مذہبی کتابوں کے لکھنے میں صرف ہو جاتا ہے۔ چونکہ ان کو سب کچھ عربی میں پڑھنا ہوتا ہے چاہے انہیں یہ زبان آتی ہو یا نہیں اس لئے اس پڑھائی سے انہیں کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا لیکن حال ہی میں ان ممالک میں تعلیم کا صحیح انتظام ہو رہا ہے۔ اور لوگوں کے ساتھ ساتھ لوگوں کی بھی تعلیم حاصل کرنے لگی ہیں۔ تعلیم کے معاملہ میں مشرق کے تمام ممالک میں مہدوتان بہت ہی بر قیامت ہے جہاں ہر دس لوگوں میں ایک کو تعلیم یافتہ ہوتا ہے اور ہر سو لوگوں میں ایک لڑکی پڑھی لکھی ہوتی ہے۔ مہدوتان ایک وسیع ملک ہے اور یہاں کے باشندے بہت ہی غریب ہیں جن بچہ پڑوں کو پیٹ بھر کر کھانا بھی نہیں ملتا وہ اپنے لوگوں کو تعلیم کیسے دلا سکتے ہیں۔ لیکن انہیں باقاعدہ تعلیم دی جائے تو بہت ہی ذہین اور ہوشیار ثابت ہو سکتے ہیں۔

ان ممالک میں تعلیم فرد کی زندگی میں بہت اہمیت رکھتی ہے لیکن ان ممالک میں تعلیم مفت کر دی گئی لیکن ان ممالک میں تعلیم بہت پیڑی میں ہے۔ اسی سے حکومت کے تمام اہم عہدے اسکاٹ لینڈ والوں کے ہاتھوں میں ہیں۔

کوائف جامعہ

آپ کے اعزازیں آپ کے احباب اور دوستوں نے مدعوئیں ہیں ۱۲ جنوری کو سرہر میں چائے کی ایک دعوت انجمن اتحاد نے کی، جگہ آپ ایک سرگرم رکن تھے، اس دعوت میں بعض بزرگوں اور احباب نے آپ کو تحفے اور ہدیے دے جنہیں شیخ اجماعہ صاحب کی طرف سے ایک ہدیہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ آپ نے اسے دیتے وقت ایک مختصر سی لیکن نہایت پر معنی تقریر کی جس میں آپ نے فرمایا کہ "سرور صاحب! یہ کتابیں آپ کو اپنی طرف سے بطور ہدیہ کے دے رہا ہوں جیسے پڑھ کر ان گنت لوگوں نے سنی اور اطمینان حاصل کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ پر بھی کبھی تفکرات و تردوات لاحق ہوں تو اسی کی طرف رجوع کریں۔ بہت سے لوگ اسے بے گھرے پڑھتے ہیں اور بعض سمجھ کر۔ آپ سے امید ہے کہ اسے سمجھ کر پڑھیں گے۔"

یہ ہدیہ ڈپٹی نذیر احمد صاحب کا مترجم قرآن شریف تھا جس پر غنی جلد ملی ہوئی تھی۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ تم ایک غلام ملک کے باشندے ہو جس اور اس میں بھی ایک بک بنیض قوم کے فرد باہر کے دوسرے ملکوں میں بدنامی کے علم فضل کا تو بہت شہرہ ہے لیکن مسلمان اسی قدر بدنام ہیں۔ ہمارے پاس اتنے وسائل نہیں کہ تم اپنے سفر اور سفینوں دوسرے ممالک میں بھیجیں جو ہمارے دامن سے اس بدنامی کے داغ کو رفع کر سکیں۔ ہمارے سفر ہمارے مبلغ ہمارے وکیل یہی ہمارے طالب علم ہیں جو دوسرے ملک الوں پر وہاں جا کر اچھا اتر قائم کر سکتے ہیں۔ آپ کو اپنے اس مبارک سفر کی جہاں خوشی ہوئی چاہئے وہاں اس فرخ کا احساس بھی ہونا چاہیے آپ سے توقع کہ آپ اپنے اس فرخ کی ادائیگی میں کوئی کسر اٹھانہ رکھیں گے۔"

یوسف حسین خاں اور غلام سرور صاحب ہر دو صاحبان جامعہ کی ہاکی ٹیم کے نمایاں کھلاڑی ہیں اس لئے ٹیم کیس نے انکے اعزازیں پڑانے اور موجودہ طلبہ کا ایک میچ کما جو نہایت دلچسپ رہا۔ پڑانے طلبہ میں جناب شیخ اجماعہ بھی تھے میچ میں مولوی سولہ اندری صاحب کے کھیل سے بہت دلچسپی پیدا ہوئی تھی۔

۱۴ جنوری سنہ ۱۳۹۷ کو ڈاکٹر یوسف حسین خاں جامعہ کے ایک پڑانے فارغ التحصیل یورپ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے بمبئی پہنچے اور ۱۹ اور ۲۰ جنوری کی شب کو آپ جامعہ تشریف لائے، انجمن پر آپ کے احباب اور ملنے والوں نے آپ کا نہایت پر تپاک خیر مقدم کیا۔ دوسرے دن سرہر کو "انجمن اتحاد" نے جس کے آپ کسی زمانہ میں نائب صدر رہ چکے ہیں، آپ کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا۔ شام کو آپ کے احباب نے آپ کی دعوت کی، تیسرے دن بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔

آپ نے تقریباً ۱۵ سال پر س یونیورسٹی میں گزارے اور وہاں سے آپ ڈی، اٹ یعنی ڈاکٹراف انجمن کی ڈگری لے کر آئے ہیں۔ آپ کا مضمون جس پر آپ نے کام کیا ہے "فرد و ملی میں تصوفات و تحریکات" سے متعلق ہے آپ کا مقالہ جو فرانسیسی زبان میں ہے، آپ کے آنے سے پشتر میں پانچ چکاتھا اس میں آپ نے یہ دکھانیکی کوشش کی ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے اثر سے ہندو تہذیب پر ایک نہایت گہرا اثر پڑا تھا اور اسی اثر کا یہ نتیجہ تھا کہ یہاں گرونانک اور کبیر جیسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے ہندو مسلمانوں میں یکجہ گنت و اتحاد کی تعلیم دی۔

آپ اس وقت چند دنوں کے لئے مکان تشریف لے گئے ہیں، وہاں سے آپ پھر جامعہ واپس آئیں گے اور کچھ عرصہ یہاں قیام کر کے آپ حیدر آباد چلیے بعض لوگ شاید نہ جانتے ہوں گے، آپ بیچ اجماعہ جناب ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں۔

آپ کے آنے کے چند دنوں بعد جامعہ کے ایک فارغ التحصیل غلام سرور صاحب جنہوں نے دو سال ہوئے عربی زبان و ادب میں جامعہ سے بی۔ اے کی امتیازی سند لی ہے، اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے مقرر تشریف لیکے ہیں آپ نے بی۔ اے کا امتحان نہایت اچھے فیروں میں پاس کیا تھا اور مولانا محمد السورتی کے خاص شاگردوں میں تھے، آپ پھر صرف فقہ اسلامی کا خاص طور پر مطالعہ کریں گے۔

جغرافیہ

حرکات زمین اور ان کے تاثرات

زمین کی دو بہت مشہور و معروف حرکات ہیں۔

(۱) خود اپنے محور کے گرد گھومنا

(۲) سورج کے چاروں طرف چکر لگانا

زمین اپنے محور پر ایک چکر ۲۴ گھنٹہ میں کرتی ہے۔ زمین گول ہے۔ اس پر سے جو حصہ زمین سورج کے سامنے ہوتا ہے وہاں دن اور باقی حصہ میں رات رہتی ہے۔ یہ قدرتی نظام اس قدر خوب ہے کہ اس میں کبھی کمی نہیں ہوتی ہے۔

اگر زمین بالکل ساکن ہو جاتی تو اس کا اثر یہ ہوتا کہ ہمیشہ کے لئے جہاں دن ہوتا

وہاں دن اور جہاں رات ہوتی وہاں رات رہتی۔ دن و رات

ہمیشہ کم و بیش ہوتے رہتے ہیں انکی وجوہات چھوٹی

لکھے جائیں گے۔ اگر کوئی شخص یہ

چاہتا ہے کہ دن اور رات ہمیشہ

یکساں رہیں تو اس کی آسان

ترکیب یہ ہے کہ زمین کو اپنے آربٹ پر بالکل

سیدھا کر دے۔ یعنی محور زمین اپنے آربٹ پر ٹپے

کا زاویہ بناتا ہے۔ اس کو بالکل سیدھا کر دیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہرگز کہ

زمین ہمیشہ سیدھی گھومتی ہے اور دن اور رات میں کوئی فرق نہ ہو

آربٹ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سے زمین سورج کے چاروں طرف گھومتی

ہوتی گذرتی ہے یہ جگہ بنیادی ہے

نقشہ میں سورج درمیان میں ہے اور زمین چکر لگاتی ہے۔ زمین بوج

کے گرد تقریباً ایک سال میں اپنا چکر پورا کرتی ہے۔ اس سے موسموں میں بڑا

تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ سردی اور گرمی کا انحصار زیادہ تر سورج پر ہے۔

گرمی اس جگہ پر زیادہ ہوتی ہے جہاں سورج کی کرنیں بالکل سیدھی پڑتی ہیں

اور جہاں کرنیں ترہجی پڑتی ہیں وہاں سردی ہوتی ہے۔ اگر محور زمین ٹپے

جہاں ہوتا ہوتا بلکہ سیدھا ہوتا تو موسم بالکل تبدیل نہ ہوتے۔ بلکہ ہمیشہ

ایک جگہ ایک ہی موسم رہتا۔ ایسی کمی جگہ پر موسم گرما ہوتا تو وہاں ہمیشہ ہی گرم

رہتا۔ کیونکہ وہاں سال بھر برابر ایک ہی سی سورج کی لٹ (Sunlight) رہتی ہے

یہ نقشہ شمالی کرہ ارض میں موسموں کی تبدیلی کو ظاہر کرتے ہے۔ جنوبی کرہ ارض

میں موسم اس کی پُربت بالکل متضاد ہوتا ہے۔ یہ نقشہ بھی بہت آسانی سے بنایا

جاسکتا ہے۔ ذیل کے موسم صرف شمالی کرہ ارض کو کہتے جائیں

ماہ اپریل میں سورج کی کرنیں خط استوا پر سیدھی پڑتی ہیں اور موسم بہار

رہتا ہے۔ ۱۱ اپریل کو دن و رات برابر ہوتے ہیں

۱۱ جون میں کرنیں خط سلطان پر سیدھی پڑتی ہیں۔ اس وجہ سے

یہاں از حد گرمی رہتی ہے۔ ۲۱ جون موسم گرما کا

سب سے بڑا دن ہے

۱۱ ستمبر میں پھر خط استوا پر سیدھی

کرنیں پڑتی ہیں اور موسم خزاں بنتا

ہے۔ ۲۳ ستمبر کو بھی دن اور رات برابر ہوتے ہیں

۱۱ دسمبر میں سورج کی کرنیں خط جدی پر بالکل

سیدھی پڑتی ہیں اور خط سلطان پر ترہجی پڑتی ہیں۔ اس لئے شمالی کرہ ارض میں

بہت زیادہ سردی رہتی ہے۔ شمالی قطب کی جانب تو برفباری بھی ہو جاتی ہے

موسم سرما کا سب سے بڑا دن ۲۳ دسمبر ہے

اسی طرح سے زمین ہمیشہ چکر لگاتی رہتی ہے اور موسموں میں تبدیلیاں واقع

ہوتی رہتی ہیں۔ قدرت کے اس تعجب خیز نظام پر عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔

صرف دو حرکات سے کتنی زبردست تبدیلیاں ہو جاتی ہیں

باسطاعت یعنی طرح آبادی

سائنس کیوں اور کیسے؟

دن کے وقت ستارے کہاں چلے جاتے ہیں؟

ستارے دن کو بھی وہیں رہتے ہیں جہاں رات کے وقت رہتے ہیں۔ اور اگر آفتاب کو کسی طرح ڈھانپ دیا جائے جس سے اس کی روشنی چھپ جائے تو ہم دن کو بھی ستارے دیکھ سکتے ہیں۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ سورج اور زمین کے درمیان چاند آ جاتا ہے اس وقت مقبوضی دیر کے لئے سورج ہم سے چھپ جاتا ہے۔ جب ایسا ہوا اور اس حالت میں دن کا وقت ہوا اور آسمان پر اب بھی نہ ہو تو اس وقت دنیا میں ایک عجیب بات ہوتی ہے یعنی دن میں ستارے نظر آنے لگتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ ستارے دن میں بھی ہر وقت اسی طرح چمکتے ہیں جس طرح رات کو۔ لیکن سورج چونکہ ہم سے نزدیک ہے اور ستارے ہم سے بہت دور ہیں اس لئے سورج کی روشنی ہمیں زیادہ تیز معلوم ہوتی ہے۔ اور ستاروں کی کم، اور اس وجہ سے ہم لوگ ستاروں کو نہیں دیکھ سکتے۔

اچھا دیکھو! جب شوروں ہوتا ہو تو تم نے اپنے دل کے دھڑکنے کی آواز سنی ہوگی۔ لیکن جب بادل گر جاتا ہے تو دل کے دھڑکنے کی آواز نہیں سنائی دیتی حالانکہ بادل دور ہے اور دل نزدیک۔ یعنی بادل کی نزدیکی آواز دل کی کمزور آواز کو دبا لیتی ہے۔ اسی طرح سورج کی تیز روشنی ستارے کی ہلکی روشنی کو بھی دبا لیتی ہے۔ ایک اور صورت ہے جس میں سورج کی روشنی چھپ جاتی ہے اور ہم کو دن میں ستارے نظر آنے لگتے ہیں۔ وہ آدمی جو گہرے گہرے کنوؤں اور کانوں میں کام کرتے ہیں جب نظر اٹھا کر زمین کی طرف دیکھتے ہیں تو انھیں ستارے صاف نظر آتے ہیں۔

مکڑا اپنا جال کیسے تیار کرتا ہے؟

لوگ کہتے ہیں کہ دنیا میں کوسوں کی عقلمندی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے

نہیں۔ مکڑا جس ریشم سے جال بناتا ہے، وہ خود اسی کے جسم سے نکلتا ہے اس کے بدن میں بال ایسی پتلی پتلی تالیاں ہوتی ہیں۔ اسی سے یہ ریشم نکلتا ہے۔ بعض وقت بہت سارے ریشم اس کے جسم سے ایک ہی بارنگل آتے ہیں اور وہ تار سا بن جاتا ہے۔

لیکن وہ اتنا باریک ہوتا ہے کہ اگر ایسے ایسے سوتار بھی ملائے جائیں تو ایک بال سے سوئے تین ہو سکتے۔ اس ریشم کا ایک سرا ڈالی جپے یا لکڑی سے بندھ جاتا ہے۔ بعض دفعہ مکڑا خود ہی اس کے ایک سرے کو کسی چیز سے بندھ دیتا ہے۔ کبھی وہ اس دپڑا دیتا ہے اور وہ کسی چیز سے پھنس جاتا ہے۔ غرض جب ایک سر اس کی چیز سے اٹک جاتا ہے، تو مکڑا اس پر آسانی سے چلنے لگتا ہے۔ اور پھر اسی طرح مختلف جگہوں میں کوئی تار بندھ دیتا ہے، لیکن بیچ میں آکر سب تار ایک جگہ مل جاتے ہیں یہ جال کا تار ہوتا ہے۔ پھر وہ اس کے چاروں طرف تقریباً بیس تار بندھ دیتا ہے اور یہ جال ہوتا ہے۔ جال کے لئے سب ریشم اس کے بدن سے نکلتا ہے۔ اور اس کو تیار کرنے کے لئے مکڑا بہت پھرتی اور محنت سے کام کرتا ہے۔ اور جب یہ کام شروع ہو جاتا ہے تو نصف گھنٹہ سے کچھ کم ہی وقت میں بالکل تیار ہو جاتا ہے۔ یہ جال اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ ہوا اور بارش بھی اسے نہیں توڑ سکتے۔

مکڑا یہ جال کیڑے چھانسانے کے لئے بناتا ہے۔ لیکن مکڑا اپنا کام بیس ختم کر دے تو کیڑے اس کو توڑ کر نگل جائیں۔ اس لئے مکڑا اس کی حفاظت کے لئے تمام جال پر گوند کے شہ کی ایک چیز لگا دیتا ہے جس سے کیڑے وغیرہ جال میں پھنسے ہی اس میں چپک جاتے ہیں۔ ہم اپنی آنکھ سے اس گوند کو نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن ہزاروں لاکھوں چھوٹے چھوٹے قطرے اس گوند کے میل پر لگے ہوتے ہیں۔ جو صرف غور دین سے نظر آ سکتے ہیں۔

سید محمد شمیم فردوس۔ پٹنہ

خوشحالی اور آبادانی کی تدبیریں

۱۷۔ ٹکڑاؤں کے وقت کا چاندنی کا سب سے بڑا ٹکڑا چھوٹا تھا جو کل کے ۱۱ ٹکڑوں یا سواروں کے برابر ہو گا۔۔۔ ۱۸۔ چاندنی کا ایک چھوٹا ٹکڑا چھوٹا تھا جو پچیس یا تین چیسے کے قریب قریب ہو گا۔

زراعت کی یہ فراوانی اور غلہ کی یہ افزائی کیوں نہ ہوئی ایک طرف
 رعایا کام کرنے کے لئے اس قدر آئادہ اور مطمئن تھی، دوسری جانب خدا
 کی زمین کے لئے بھی سب سے بڑی اور باریک ہر طرف سے سامان مہیا تھا اب
 تک ہزار عین کی توقع کا مدار صرف اللہ کی دی ہوئی بارش پر تھا اگر بارش

عورتوں میں جس جس سے پردہ کرنے اور ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنے کا حکم دیا کر وہ اس کے علاوہ خلافت کا تختہ اور باوقات ان کے ہاں عقد و منکھت کا بھی کوئی فرق و امتیاز نہ تھا نہ ہوتا تھا۔ بعد ازیں امتیاس پیدا ہوئے جو خدا یا پیغمبر ہو سکتے تھے ہوئے جس سے مسلمانوں میں بھڑت پڑ جائے گا اندیشہ تھا بادشاہ نے ان جھوٹے نبیوں اور خدا کی دعویٰ کرنے والوں سے اپنی تمام ہمدردی اٹھالی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے انھیں جان سے مار ڈالا۔ اس طرح اسے مذہبی فرقوں کی باہم کشمکش کو بھی روکا اور ایک فرقہ دوسرے فرقہ کے بڑگوں اور پیشواؤں کو بڑبڑا چلا جاتا تھا، بادشاہ نے انھیں اس سے منع کیا اور اس طرح مسلمانوں کی جماعت میں اتحاد و یکجہتی کو قائم رکھا۔

فیروز تعلق ایک بہت باخبر اور اوقات شریعت بادشاہ تھا جہاں اس پر مذہبی منہ و سلم رعایا کی خوشحالی اور فرائض الہامی کی ذمہ داری تھی وہاں اس پر احکام شریعت کو برقرار رکھنے کا فرض بھی عاید ہوتا تھا۔ اس نے اپنے بعض پیشروں کی طرح ہندوؤں کی عقیدتوں میں کیا اور ان کے پڑنے مندر گزرتے، البتہ جو مندر وہ نے بنا جاتا تھے، ان کی وہ شریعت کے مطابق اجازت نہیں دیتا تھا۔ کسی علاقہ کے ہندو جب ایک بار اُسے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیتے تھے، تو پھر ان کے جان و مال کی حفاظت پورے طور پر وہ اپنے ذمہ لے لیتا تھا اور اس جان و مال کے تحفظ کے ساتھ ہر طرح کی مذہبی خدمات و رسوم کے ادا کرنے کی غرض سے حاصل ہوتا تھا۔ لیکن وہ کوئی نئے مندر نہیں تعمیر کر سکتے تھے اس لئے کہ اس سے ان کی مذہبی قوت کو روند بروز کرتی یا نیک اندیشہ تھا اور اس زمانہ میں دینی طاقت میں اضافہ دنیوی قوت میں اضافہ کے ہم معنی تھا۔ اس لئے قدرتشا ایک مذہب کے بادشاہ دوسرے مذہب ملت کو بہت زیادہ فروغ اور ترقی ہونے دینا نہیں چاہتے تھے۔ اور اگر فیروز نے سرے سے مذاہب کی کوشش کی بجائے انہیں اپنے حال ہی پر رہنے دیا تو بھی ان کی مذہبی رواداری اور بے تعصبی کی سب سے بڑی دلیل تھی۔ اس حیثیت سے فیروز تعلق اپنے پیشروں بلکہ اپنے ہم عصروں میں سب سے متوازن نظر آتا ہے۔

دہلی کے مسلمان حکمرانوں میں فیروز تعلق سب سے پہلا حکمران ہے جو مسلمانوں کی چھوٹی سی جماعت کے بادشاہ رہنے کے ساتھ شریعت اور مذہب کا بھی بادشاہ رہا۔ وہ خود ماں کی طرف سے ہندی نسل تھا اس لئے اس کی طبیعت میں اہل ہند سے محبت و اُلفت قدرتی طور پر تھی اس لئے ان کو نہیں سراسر شگاف سے جتنی چیزیں بنوائیں ان سے مسلمان و ہندو دونوں کو یکساں فائدہ پہنچتا تھا۔

ہے، اس کے علاوہ کئی ایک اور بھی جھوٹے شہر لہائے۔ یہ تمام شہر اور تعصبات اپنی شہری زندگی کی تمام ضروریات سے مکمل اور بھرپور تھے، مثلاً ان میں مسجدیں، سراییں، حمام، شفا خانے، مدرسے ہل اور تالاب سب کچھ موجود ہوتے تھے۔ جیتا پتھہ اس نے ۴۲ بڑی بڑی مسجدیں ۲۰۰۰ سراییں، ۵ تالاب، ۵ شفا خانے، ۱۰ حمام اور ایک سو پل بنوائے جن کا اس عہد کی تاریخوں میں ذکر ہے،

حمارتوں کو اُسے خاص وق تھا اور وہ نہ صرف محض اس وجہ سے کہ وہ اپنے ایک شاہانہ شوق کو پورا کرنے کے لئے، عاید کار و پیہ ان پر صرف کرتا تھا بلکہ اس نے اکثر عمارتیں ایسی بنوائیں جنکی ضرورت تھی اور جن سے عام غلوں کو نفع پہنچ کر خیال تھا کہ شریعت بادشاہوں کے اکثر مزارات و مملکت، اور دوسری یادگاریں نہایت خراب و خستہ حالت میں تھیں جنہیں سے بعض فن تعمیر کے لحاظ سے بھی بہت قابل قدر تھیں، فیروز نے خاص توجہ کے ساتھ ان تمام قدیم یادگاروں کی مرمت اور درستی کرائی، مثلاً سلطان معز الدین کے مقبرے میں جو زمانہ کی دسترس سے بہت کچھ ٹوٹ چلا تھا، اس نے بہت سی چیزیں بنی بر لوگوں کو اُسے، اسی طرح سلطان علاء الدین کی قبر کا فرش درست کر دیا جو فحش میس پانی کے آنے جانیکا راستہ بند ہو گیا تھا، اس نے اسے کھول دیا۔ اور اس کے علاوہ اسی طرح سی پانی حمارتوں اور یادگاروں کو اس نے زندہ کیا۔ فیروز تعلق ایک بہت مذہبی شخص تھا، وہ اپنے مذہب کے اصول سے پورا طور پر باخبر اور واقف تھا اور اس سے سرمو تجاوز کرنا نہیں چاہتا تھا اسے کوئی ایسی بات مذہب کے خلاف ہوتی ہوئی، لیکن گوارا نہیں تھی، جس سے عام مسلمانوں کے عقائد اور خیالات پر بڑا اثر پڑتا ہو۔ زمانہ میں بعض ایسی جماعتیں اور اشخاص پیدا ہو گئے تھے جو سرے سے مذہب کے خلاف تھے یا اگر مذہب کو مانتے تھے تو ان پر ایسے ایسے خیالات اور عقاید پیدا کرنا چاہتے تھے جن کا مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا اور جو عام مسلمانوں کے عقائد و خیالات پر بڑا اثر ڈال رہے تھے۔ مثلاً ایک جماعت طاعہ کی تھی جو سرے سے خدا اور مذہب کی قائل نہ تھی اور جس سے مسلمانوں کی عام جماعت میں تفریق اور بھڑت پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ فیروز نے اس جماعت کے لوگوں کو روکا اور انھیں سزائیں دیں پھر اس طرح ایک جماعت اباحیت کی تھی جس کا نزدیک تمام قیام و بعد سے تعلق نہیں مذہب کے حرام اور ممنوع قرار دیا ہے۔ مثلاً ان کے ہاں شراب پینا ہر شخص کے لئے نہ صرف جائز بلکہ اس پر فرض تھا۔ شریعت نے

نظم
سردی کی آمد

چار موسم خدا نے بنائے اپنی قدرت کے جلوے دکھائے
گرمی سردی بے سارا اور برسات ہے ہر اک میں نئی دھج نئی بات
سردی آتے ہی گھٹنے لگا دن رات بڑھنے لگی جب گھٹا دن
دھوپ میں اب نہ اگلی سی تیزی اور نہ سورج میں پہلی سی شوخی
وہ بھی کتر کے چلنے لگا ہے ہم سے بچ کر نکلنے لگا ہے
اب ہوا کی مٹی گھٹ رہی ہے جسم کی کھال پٹنے لگی ہے
اب نہ آندھی، نہ لو کی بلا ہے سرد موسم ہے ٹھنڈی ہولی ہے
پانی دریا میں ہونے لگا کم برف کا اب بگھلنا گیسّا ٹھم
آگ تاپیں گے اب بارے آس دھوپ کھاٹینگے جاندار ہر آں
رونی اور اون سے لو لگیگی چائے قموے کی نخصل جیگی
لوگ اوڑھینگے اونی دو شالا ہوگا سردی کا بول بالا

نیر اُسکا کر و شکر ہر دم
جس نے موسم دے ایسی بہیم

تھکے کنبیل بگناہ مجرم

(مگر شہ سے پیوستہ)

اکیوناف نامی ایک سوداگر سفر کرتا ہے، راستہ میں ایک اور سوداگر کے ساتھ ایک سرسے میں ٹھہرتا ہے اور صبح ہوتے ہی وہ روانہ ہو جاتا ہے۔ آگے پہنچ کر پولیس کے سپاہی اسے ملتے ہیں اور اس کی تلاشی لیتے ہیں۔ اس کے پیر سے ایک خون آلود چاقو نکلتا ہے اور وہ اسے گرفتار کر لیتے ہیں۔ اکیوناف ہر چند اپنی بگناہی کا ثبوت دیتا ہے، لیکن بالآخر وہ سزا پر کاربھر یا جلا وطن کر دیا جاتا ہے اسے بیوی بچے اس سے ملنے کے لئے آتے ہیں اور تھوڑی دیر پاں بھٹکر باسرت و پاس واپس ہوتے ہیں اور اکیوناف اکیلا قید خانہ میں رہ جاتا۔

اس تمام عہد میں اکیوناف کو اپنے گھر کی کوئی خبر نہیں ملی اسے یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ آیا اس کے بیوی بچے زندہ ہیں یا مر گئے۔

ایک دن کچھ قیدیوں کا ایک نیا گروہ جیلانہ میں آیا۔ شام کو تمام بڑے قیدی ان نئے آنے والوں کے گرد بیٹھ گئے اور پوچھنے لگے کہ وہ کن کن شہروں اور قصبوں سے آئے ہیں اور انھوں نے کیا کیا جرم کیا ہے؟ اکیوناف بھی ان قیدیوں کے ساتھ سر جھکا کر غمگین صورت میں بیٹھ گیا اور سننے لگا کہ وہ کیا کہتے ہیں۔

ان نئے قیدیوں میں سے ایک قیدی نے جو ذرا دراز قد اور اچھے خاصے ذیل ڈول کا بیٹھا اور کبھی عمر کوئی ۶۰ کے قریب تھی، انے اپنی سگندت بیان کر مئی شروع کی۔ وہ کہنے لگا کہ میں نے دیکھا کہ ایک گھوڑا اپنے تھکان پر بندھا ہے، میں نے اسے کھول لیا اور بیکر جلا لیکن بعد میں مجھے گرفتار کر لیا گیا اور مجھ پر یہ الزام لگا یا گیا کہ میں نے چوری کی ہے۔ میں نے اگرچہ ہر چند کہا کہ میں نے ایسا گھر جلد پہنچنے کی خاطر کیا تھا اور پھر بعد میں میں نے اس گھوڑے کو چھوڑ دیا تھا، نیز کو جان میرا ملاقاتی تھا لہذا اس میں کچھ مضائقہ نہ تھا، لیکن انھوں نے کہا کہ میں نے چوری کی ہے، مگر میں نے کس طرح اور کہاں چوری کی ہے، وہ یہ نہیں بتا سکے۔ ایک بار میں نے حقیقت میں جرم کیا تھا اور مجھے یہاں اب سے پیشتر اسی دقت آتا چاہے تھا لیکن اس وقت کسی کو اس کا

میتہ نہ چلا۔ اور اب میں یہاں محض بے قصور بھیجا گیا ہوں۔ مگر میں میں تم سے جھوٹ کہہ رہا ہوں۔ میں نمبر یا اس سے پیشتر بھی آچکا ہوں گے زیادہ عرصہ نہیں رہنا پڑا تھا۔

"اچھا تم کہاں سے آرہے ہو؟" ان میں سے ایک نے پوچھا "لاڈی میرے۔ میرے خاندان والے اس شہر کے ہیں اور میرا نام سمیتوچ ہے۔"

اکیوناف نے جو لاڈی میر کا لفظ سنا تو اپنا سر اٹھایا اور پوچھنے لگا "ارے بھائی سمیتوچ! بھلا تم اکیوناف سوداگر کے عزیزوں کے بارے میں بھی کچھ جانتے ہو؟ وہ اب تک زندہ ہیں یا مر گئے؟" "ان کے بارے میں میں جانتا کیا میں انھیں ابھی طرح جانتا ہوں وہ بڑے امیر ہیں اگرچہ ان کا باپ ساتبریاں میں ہمیشہ جیسا ایک قیدی ہے۔ اچھا یہ بتاؤ تم کیسے آئے؟"

اکیوناف اپنی رام کمانی بیان کرنی نہیں چاہتا تھا۔ اس نے ایک آہ سرد بھری اور فرمایا "میں اپنے گناہوں کی پاداش میں پچیس سال سے یہاں ہوں۔"

سمیتوچ نے پوچھا "وہ کیسے گناہ؟" لیکن اکیوناف نے بات کا ٹکر کہا "خیر، تیر میں اسی کا متحق تھا" وہ اس سے زیادہ اپنی حالت نہ بیان کر سکا لیکن اس کے پڑائے ساتھیوں نے سارا باخبر کر سنایا۔

جب سمیتوچ نے یہ دیکھ بھری کمانی سنی تو اس نے تعجب سے اپنے زانو پر ہاتھ ٹکے اور کہنے لگا "ارے یہ تو بڑا اندھیر ہے۔"

حقیقت میں بڑا اندھیرہ ہے! لیکن اس وقت تمہاری عمر کیا ہے؟ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اُسے یہ سن کر اس درجہ حیرت کیوں ہوئی۔ کیا وہ اسے پہلے سے جانتا ہے؟ مگر سیموئیل نے اسکا کچھ جواب نہ دیا اور صرف اتنا کہا کہ "یہ بڑی حیرت انگیز بات ہے کہ ہم دونوں یہاں اس طرح مل گئے۔"

سیموئیل کی اس بات نے اکیوناف کو حیرت میں ڈال دیا کہ کیا یہ شخص جانتا ہے کہ اس سوداگر کو کس نے مارا چنانچہ اس نے اس سے دریافت کیا کہ غالباً تم نے اس واقعہ کے بارے میں سنا ہوگا، یا ممکن ہے کہ تم نے مجھے پہلے بھی دیکھا ہوگا؟

"میں کیوں نہ سنتا؟ دنیا میں اس واقعہ کا جرح ہے لیکن اسے سنے ہوئے زمانہ گزر گیا اور جو کچھ میں نے سنا تھا وہ سب اس وقت تک یاد سے جاتا رہا۔"

اس کے بعد اکیوناف نے پوچھا "غالباً تم نے سنا ہوگا کہ اس سوداگر کو کس نے قتل کیا؟"

سیموئیل نے لگا اور کہا "قاتل وہی ہوگا جس کے تھیلے سے چاقو نکلا۔ اگر چاقو کسی اور نے چھپا یا تو وہ اس وقت چور نہیں جب تک کھڑا نہ جائے۔ کوئی شخص تمہارے تھیلے میں جو سر کے نیچے ہو چاقو کیونکر رکھ سکتا ہے؟ اگر ایسا ہوا ہوتا تو تم یقیناً جاگ جاتے۔"

جب اکیوناف نے یہ باتیں سنیں تو اسے پورا یقین ہو گیا کہ اسی شخص نے اس سوداگر کو قتل کیا ہے۔ وہ اٹھا اور اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔ اس دن تمام رات اکیوناف ایک لمحہ کے لئے بھی نہ سویا وہ بہت عمیق دل ہو رہا تھا اور طرح طرح کے خیالات اور صورتیں اس کے دماغ میں چکر لگا رہی تھیں۔ کبھی تو اس کی بیوی کی صورت اس کے سامنے آتی جب وہ گھر سے آخری بار جدا ہو رہا تھا۔ وہ اسے انہی آنکھوں کے سامنے ہنستی اور بولتی ہوئی نظر آتی تھی۔ پھر کبھی بچوں کا دھیان آتا کہ کس طرح وہ ماں کی چھائی پر تھیل کو دے رہے ہیں۔ اس کے بعد کبھی اپنا خیال آتا اور وہ نوجوانی اور سیکری کے مزے یاد آتے۔ پھر کسے وہ سرے کے سامنے سارا کاجانا، سپاہیوں

کا آکر اسے گرفتار کرنا، اور پھر جلا دوں کا کوڑے لگانا، بیڑیوں کا پینا جانا جیل کے تمام ساتھی غرض ۲۴ سال کی زندگی کا پورا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا۔ اور ان سب خیالات سے وہ ایسا شندل اور عجید خاطر ہوتا کہ وہ فوراً خودکشی کے لئے آمادہ ہو جاتا۔

لیکن یہ کیمبر کی سیموئیل کا خیال آجاتا اور وہ کہنے لگتا "یہ سب اسی کجبت کی حرکت ہے!" اور وہ اس کی طرف سے اس درجہ غصہ میں پھر ہوتا کہ کسی نہ کسی طرح بدلہ لینے کے لئے بے چین رہتا خواہ اس میں خود اس کی جان بھی خطرے میں کیوں نہ پڑ جائے۔ وہ رات رات بھر دعائیں مانگتا لیکن اس کے دل کی لیکن ایک لمحہ کے لئے بھی نہ ہوتی۔ دن میں وہ سیموئیل کی طرف گزرتا یا مٹنی اس کی صورت دیکھتا گوارا نہ کرتا۔ غرض اسی حالت میں کوئی دو ہفتے گزر گئے اور اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کرے!

ایک دن شب میں جبکہ اکیوناف قیدیوں کے سونے کی جگہ پر گزر رہا تھا، اس نے ایک جگہ کچھ مٹی کا ڈھیر دیکھا۔ وہ یہ دیکھنے کے لئے رک گیا کہ آخر یہ کیا چیز ہے۔ اتنے میں اس نے کہا دیکھا کہ سیموئیل اس کے اندر سے نکل رہا ہے۔ اکیوناف نے بغیر اس کی طرف دیکھے چاہے کہ گزر جائے لیکن اتنے میں سیموئیل نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ میں اس دیوار کے نیچے ایک سرنگ کھود رہا ہوں اور ہر روز اپنے جوتوں میں مٹی بھر لیتا ہوں اور جب صبح کو قیدی باہر کام پر لیجائے جاتے ہیں، اس وقت اس مٹی کو کہیں باہر ڈال دیتا ہوں۔ بس، خاموش رہنا۔ تمہیں بھی میں اسی راستے سے نکال دوں گا لیکن اگر تم نے ذرا بھی زبان کھولی تو وہ مارے کوڑوں کے میری کھال کھینچ کر رکھ دیں گے، مگر اس سے پہلے میں تمہارا بھی خاتمہ کر دوں گا۔

اکیوناف غصہ سے تھر تھ کاٹ رہا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور اس سے کہا "مجھے بھال کر نکل جانی کی کوئی خواہش نہیں ہے اور تمہیں مجھے مار ڈالنے کی بھی ضرورت نہیں۔ تم مجھے بہت پہلے قتل کر چکے ہو۔ رہا اس بات کا کہ دنیا، وہ ممکن ہے میں کیوں یا نہ کیوں جیسی خدا ہدایت دے۔

دوسرے دن صبح کو جبکہ قیدی باہر کام پر لیجائے جا رہے تھے ایک سپاہی نے راستہ میں دیکھا کہ کسی قیدی نے اپنے جوتے سے کچھ مٹی گرائی ہے۔ دوسرے دن تمام جیل خانہ کی تلاشی لگی گئی اور ایک جگہ دیکھا گیا کہ دیوار سے ایک سبزنگ لٹوردا جا رہا ہے جیل سپرنٹنڈنٹ آیا اور اس نے تمام قیدیوں سے دریافت کیا کہ کس نے یہ کام کیا ہے لیکن ہر ایک نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا جو جانتے بھی تھے، انھوں نے سمیونج کو پھنسانا نہ چاہا۔ بالآخر سپرنٹنڈنٹ اکیوناف کی طرف مخاطب ہوا اور اس سے بولا "تم ایک سچے آدمی ہو، تم خدا کو حاضر و ناظر جان کر بتاؤ کہ یہ کام کس نے کیا ہے؟"

سمیونج سپرنٹنڈنٹ کی طرف اس طرح دیکھتے ہوئے اٹھا گویا وہ اس سے بے تعلق ہے، لیکن اکیوناف کے ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے اور وہ اس شخص کو جیل میں تھا کہسے یا نہ کہسے بھی تو وہ یہ سوچتا کہ "میں اس شخص پر کچھ کیوں کھاؤں جس نے مجھے اس مصیبت میں ڈالا ہے؟" پھر وہ یہ خیال کرتا کہ آخر اس سے میرا کیا فائدہ ہوگا؟

اتنے میں سپرنٹنڈنٹ نے پھر پوچھا "کہو، بڑے میاں! سچ کہو، یہ سبزنگ کون لٹوردا رہا تھا؟"

اکیوناف نے سمیونج کی طرف ایک نظر دیکھا اور کہا "مخبرا والا! میں نہیں کہہ سکتا۔ خدا کی قسمی نہیں ہے کہ میں اس کے بارے میں کچھ کہوں۔ آپ خواہ کچھ بھی کریں میں آپ کے ہاتھ میں ہوں"

سپرنٹنڈنٹ نے ہرچیز معلوم کر نہ کی کو شش کی لیکن ٹیس سے مس نہ ہوا۔ بالآخر اسے وہ معاملہ دیکھ کر سمجھوڑ دینا پڑا رات کو جب اکیوناف اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا اور قریب تھا کہ سو جائے، اتنے میں وہ کیا دیکھتا ہے کہ سمیونج سامنے اندھیرے میں کھڑا ہے۔ اسے دریافت کیا "کہو اب کیا چاہتے ہو؟ یہاں اسوقت کیسے آئے ہو؟"

سمیونج چپکا کھڑا رہا۔ اکیوناف یہ دیکھ کر گڑبٹھ بیٹھا اور کہنے لگا "بولو کیا چاہتے ہو؟ ابھی جاؤ ورنہ میں پیریدار کو بلاتا ہوں!"

سمیونج کچھ جھکا اور اس کے کانوں میں جھپکے سے کہا "اکیوناف! مجھے معاف کرو" اکیوناف بولا "آخر کس لئے؟"

سمیونج نے کہا "یہ میں ہی تھا جس نے اس سوداگر کو قتل کیا تھا اور چاقو تھمارے بستر میں چھپا دیا تھا میں تمہارے قتل کا بھی ارادہ کر رہا تھا کہ مجھے باہر کوئی آواز سی سنائی دی، اس لئے میں چاقو جھٹ سے تمہارے بستر میں ڈال کر بھیجا نکلا" ہرے اکیوناف جب چپا بیٹھا تھا اور سمیونج میں نہیں آتا تھا کہ کیا سمیونج نے بستر میں آکر اور جب وہ میں گر کر کہنے لگا "اکیوناف! مجھے معاف کر دو۔ خدا کے لئے مجھے معاف کر دو۔ میں اب اقرار کر لوں گا کہ اس سوداگر کو میں نے قتل کیا تھا اور تم چھوٹ جاؤ گے اور اپنے گھر چلے جاؤ گے"

تمہارے لئے یہ بات زبان سے کہہ دینی آسان ہے" اکیوناف نے کہا "لیکن تم جانتے ہو کہ میں تمہاری بجائے ۲۶ سال اس جیل خانہ کی مصیبتیں بھیل چکا ہوں اور اب میں جاؤں بھی تو کہاں جاؤں؟ میری بیوی مرضی ہے اور میرے بچے مجھے بھول چکے ہیں میرے لئے اس دنیا میں کوئی جگہ نہیں۔"

سمیونج کسی طرح اٹھتا نہیں تھا اور بار بار اپنا سر زمین پر ٹکاتا تھا اور جلا جلا کر کہتا تھا "اکیوناف! مجھے معاف کرو! جب جلاؤں نے مجھے کوٹھے لگائے تھے اس وقت بھی مجھے اتنی تکلیف نہیں ہوتی تھی جتنی اسوقت نہیں دیکھ کر ہو رہی ہے۔۔۔۔۔ پھر بھی تم نے مجھ پر رحم کھایا اور وہ سسک سسک کر رونے لگا جب اکیوناف نے اسے سسکے سنا تو وہ بھی رونے لگا اور پھر اس کے بعد یہ کہا خدا نہیں معاف کرے ممکن ہے میں تم سے سوگن گناہگار ہوں اور اس کئے سے اسکا غم کچھ کم ہوا اور کھر کی لکھن چھٹی ہوئی وہ اب جیل خانہ سے جلا بھی نہیں چاہتا تھا بلکہ موت آخری گھڑی کا منتظر تھا۔

لیکن باوجود اس کے کہ اکیوناف نے سب کچھ سمجھا تھا۔ سمیونج نے جا کر اپنے جرم کا صاف صاف اقرار کر لیا لیکن جب انکی رہائی کا پروا آیا تو اکیوناف اس وقت تک دم چکا تھا۔

انعامی معما

شرائط

۱۔ میچ مل بھیجنے والے کو مبلغ صد کی کتابیں پیش کجائیگی لیکن اگر ایک سے زیادہ اور پانچ تک میچ مل وصول ہوئے تو انعام بڑا تقسیم کر دیا جائیگا۔ پانچ سے زیادہ مل وصول ہونے پر پانچ شخصوں میں بڑے بڑے قدرہ انعام تقسیم ہوگا۔

۲۔ خریدار پیام تعلیم یافتہ لوگ جو اپنے مل کے ساتھ ۳۰ روپے یا کم کے مقابلے میں شریک ہو سکتے ہیں۔
۳۔ روزانہ امت سے تین ہفتہ کے اندر تمام مل دفتر میں پہنچ جائیں۔

دائیں سے بائیں

- ۱۔ منہ و ستان کا دارالخلافہ
- ۲۔ بلا نوش
- ۳۔ پٹیا پڑانا
- ۴۔ ساتھی

۵	۳	۲	۱	۴
۶				
۱۰	۹	۸		۷
			۱۱	

اوپر سے نیچے

- ۱۔ سبز
- ۲۔ نغمہ
- ۳۔ خدا
- ۴۔ کبش
- ۵۔ غلم
- ۶۔ یاد
- ۷۔ سی

معدرت

افسوس ہے کہ جناب نوری۔ و صاحب کی غیر ماضی کے باعث پچھلے چند مندروں سے معمول کا انتظام ٹھیک نہیں رہا شاید ایک مرتبہ کے انعامات بھی ابھی دفتر پر باقی ہیں۔ انعام پانے والوں میں سے صرف ایک دو کو انعامات بھیجے گئے تھے۔ بقید کو نہیں جاسکے۔ وہ طلبہ جن کو اب تک انعام نہیں ملے ہیں۔ زی۔ و صاحب کو مطلع کر دیں۔ ہر کو توقع ہے کہ اب معمول کا منصوبہ بھی پہلے کی طرح دلچسپ ہوا کر لیا۔

(ایڈیٹر)

چند مفید کتب

طاسم تقدیر - مصنفہ روزہ صاحب - یہ ایک نیم تاریخی فنانہ ہے جس میں دکن کی تاریخ اور اس کے باشندوں کی تمدنی حالت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور نیز اس میں تقدیر و تدبیر کی بحث کو بڑی خوبی سے سلجایا گیا ہے۔ ضخامت (۶۵) صفحے لکھائی، چھپائی عمدہ - قیمت ۸۔

دنیاے افانہ - اردو کی ادبی دنیا میں یہ پہلا ہی کا نامہ جو حکو کو بی محمد عبدالغفار صاحب سرودی ایم اے این بی لی عثمانیہ نے تصنیف کر کے اردو زبان پر احسان کیا جو - اس میں ناول نگاری اور فنانہ نویسی کی تاریخ اور اس کے اصول و مباحثات کا تفصیلی بیان دو جہر ضخامت (۲۱۰) صفحہ کاغذ لکھائی، چھپائی عمدہ - پاکٹ ایڈیشن قیمت ۸۔

دکن میں اردو - قدیم اردو کو چاروں دروں میں تقسیم کر کے اس کے نظم و نثر کی جووری تاریخ پرتا دنانہ نظر ڈالی گئی جو - ہر دور کے شعر اے جتہ جتہ حالات کے ساتھ ان کے کلام کا نمونہ پیش کر کے اردو بان کا ارتقا، چلا گیا جو یہ اڈوئے قدیم کی تاریخ جو حکو کو بی محمد عبدالغفار صاحب اشعنی فاضل نے تائین کیا جو کاغذ لکھائی، چھپائی عمدہ - حجم ۷۵۳ صفحے - پاکٹ ایڈیشن قیمت ۸۔

خیابان اردو - ہندوستان کے چوٹی کے ادو اناں پر وادوں اور ادبی گرامی شعرا کی تلم نثر کا لا جواب انتخاب ہے - جس کو جناب احمد غار نے نہایت سلیقہ کے ساتھ ترتیب دیا ہے - یہ بھی مجدد اس قابل ہے کہ منظر یافتہ اس سے اپنے کتب خانہ زیت دے - کاغذ لکھائی، چھپائی عمدہ - حجم ۷۴۱ صفحے - پاکٹ ایڈیشن سادہ مجدد قیمت ۸۔

اسوہ حسنہ - اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آن حضرت مصلح موعود نے مسلمانوں کے سامنے کیسی زندگی پیش کی سلطان کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے - ضخامت (۸۰) صفحے کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ - پاکٹ ایڈیشن قیمت ۸۔

روح تنقید - دنیاے اردو ادب میں یہ پہلی کتاب ہے جس میں فن تنقید کے مباحثات و مصلحات پر مفصل بحث کی گئی ہے - اس کے دو حصے ہیں - پہلے حصہ میں ادب کی تقسیم - اصول تنقید اور تنقید نگاروں کے فرائض بیان کئے گئے ہیں اور پیش کردہ اصولوں کے تحت اردو کی مشہور شعری سحر البیان پر تبصرہ کر کے اصولوں کا استعمال دکھایا گیا ہے دوسرے حصہ میں - یونان - روم - ارمنہ مستوسے و عصر

بیداری کی ارتقائی تاریخ، فرانس، انگلستان اور یورپ میں اٹھارہویں صدی کے بعد سے اب تک جو اصول تنقید رائج ہوئے ان کا تفصیلی بیان، مروجہ تنقید اور چند تنقیدی کارنامے درج ہیں - اس کتاب کے مصنف فاضل افتخار پرواز مولوی سید غلام محی الدین صاحب قادری زور ایم اے عثمانیہ ہیں - حجم تقریباً (۳۵) صفحے لکھائی، چھپائی کاغذ عمدہ پاکٹ ایڈیشن قیمت ۸۔

تنقیدی مقالات - یہ بھی جناب روزہ صاحب کی تصنیف ہے - یہ کتاب روح تنقید کا دوسرا حصہ ہے - اس میں تنقیدی فادری اور اردو دربانوں کے مصنفین و شعرا اپنی ماس گرے، ہمدیں، اسحق، ابوعلی علی مصنف ملقات ناصری، میر تقی میر، غالب، حالی، میر انیس اور کئی جدید آبادی کے کلام و مضامین پر روشنی تنقید کے پیش کردہ اصولوں کی روشنی میں تنقید کر کے اصولوں کا استعمال دکھایا گیا ہے حجم تقریباً (۵۰۰) صفحے لکھائی، چھپائی، کاغذ عمدہ

پاکٹ ایڈیشن سادہ مجدد قیمت ۸۔
اردو کے اسالیب بیان - مصنفہ جناب روزہ صاحب - یہ بھی اردو ادب میں پہلی کتاب ہے جس میں اردو نثر کے ابتدائی زمانہ سے لیکر موجودہ زمانے تک نثر نگاروں کے مروجہ و اسلوب بیان کے متعلق ایک جووری ادبی تاریخ و تنقید ہے مصنف نے ان میں اردو نثر کے مستقبل کی نسبت اپنی رائے بھی اظہار کیا جو حجم (۲۰۴) صفحے لکھائی، چھپائی، کاغذ عمدہ

پاکٹ ایڈیشن سادہ مجدد قیمت ۸۔

مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

ہندوستان ہمیں

عمرہ مضبوط، دیر پا، خوب بیوقوف
نقیس اور نسبتاً ارزان قیمت
سامان ہمیں منب کرنے وال
واحد کارخانہ
ملک لینڈ کمپنی جسٹری
شرر سیا لکھوٹا یا دیرکس



اگر آپ کو

آپ کے دوست احباب کو کسی قسم
سامان کس شکار کٹ، فٹ بال
والی بال، ہاکی، بیس، بیڈ منٹن
وغیرہ کی ضرورت ہو تو ہمیشہ براہ راست
اسکولوں کے خاص دیر مینہ خادم
ہدایت انڈیپنڈنٹ جیٹر ڈسٹر سیا لکھوٹ
کو لکھا کریں۔

اپنی عمر کی مضبوطی اور نسبتاً ارزاں ہونے کی وجہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ جوں جوں شوقین کھیل کیوں کے بیکروٹی اور اسکولوں کے جڈ ہار
ہمارا سامان ہاکی، ساجان بطور تائیس ننگے میں اسکی عمر کی مضبوطی اور نسبتاً ارزاں ہونے کی وجہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ جوں جوں شوقین کھیل کیوں کے بیکروٹی اور اسکولوں کے جڈ ہار
آزاد کے ننگے پاگیا۔ انھوں نے روزمرہ کی پرکٹس اور مقابلہ کے سچوں میں حسب خواہش عمرہ اور مضبوط پا کر علی سے علی ٹینکٹ دے۔ اور بڑے بڑے آرڈر
سے مستفید فرمائے اور کارخانہ کے مستقل گاہک بننے کے علاوہ کمپنی کے جسم اشتہار بن گئے۔

ہمارا سامان خفیل

عمرہ گیارہ سال سے مستقل طور پر ہندوستان بھر کے اسکورز، کاجوں، رجمنٹس، ریاست اور کھیلوں میں کثرت خریداریا جانیے علاوہ لاکھ غیر بھی منگوا جاتے ہے
اس سامان میں ہر شے اور ناموری اپنی دیا منتزاری کی وجہ سے کارخانہ کو نصیب ہوتی ہے شاید ہی کسی دوسرے کو جوتی ہو۔ آپ بھی اپنا آرڈر بھیج کر ہماری
صداقت کا امتحان کریں۔ ذیل میں مختصر فہرست سامان ہمیں درج ہے جس پر ۲ روپیہ کی خاص رعایت دی جائیگی۔

دی خاک تین دیہہ رنگ ہڈنٹس، ہاکی اور کھداری چھڑا پتہ پور نمائت مضبوط اور مصدقت قیمت دی کھیل بال سیرنگ ہڈنٹس اور بال مضبوط چھڑا سیاہ نمائت مضبوط اور دیر پا قیمت دی دیش ڈل سیرنگ ہڈنٹس ہاکی اور پین پر ڈنگ دلائی دھاگہ پور مصدقت قیمت دی مارینٹن سیرنگ ٹوایس پونڈ ہڈنٹس دی کھار کین ہڈنٹس اور سیاہ دلائی دھاگہ دی پینٹل کھداری دلائی دھاگہ پونڈ ہڈنٹس ہاکی دلائی دھاگہ ہاکی بال مارک سے، پینٹ، آ، اپیشل پکٹس	دی سیرنگ تین ڈیہہ رنگ ہڈنٹس، ہاکی اور کھداری چھڑا پتہ پور نمائت مضبوط اور مصدقت قیمت دی کھیل بال سیرنگ ہڈنٹس اور بال مضبوط چھڑا سیاہ نمائت مضبوط اور دیر پا قیمت دی دیش ڈل سیرنگ ہڈنٹس ہاکی اور پین پر ڈنگ دلائی دھاگہ پور مصدقت قیمت دی مارینٹن سیرنگ ٹوایس پونڈ ہڈنٹس دی کھار کین ہڈنٹس اور سیاہ دلائی دھاگہ دی پینٹل کھداری دلائی دھاگہ پونڈ ہڈنٹس ہاکی دلائی دھاگہ ہاکی بال مارک سے، پینٹ، آ، اپیشل پکٹس	دی سارک کڑا ہاکی اور کھداری چھڑا پتہ پور نمائت مضبوط اور مصدقت قیمت دی کھیل بال سیرنگ ہڈنٹس اور بال مضبوط چھڑا سیاہ نمائت مضبوط اور دیر پا قیمت دی دیش ڈل سیرنگ ہڈنٹس ہاکی اور پین پر ڈنگ دلائی دھاگہ پور مصدقت قیمت دی مارینٹن سیرنگ ٹوایس پونڈ ہڈنٹس دی کھار کین ہڈنٹس اور سیاہ دلائی دھاگہ دی پینٹل کھداری دلائی دھاگہ پونڈ ہڈنٹس ہاکی دلائی دھاگہ ہاکی بال مارک سے، پینٹ، آ، اپیشل پکٹس	دی سارک کڑا ہاکی اور کھداری چھڑا پتہ پور نمائت مضبوط اور مصدقت قیمت دی کھیل بال سیرنگ ہڈنٹس اور بال مضبوط چھڑا سیاہ نمائت مضبوط اور دیر پا قیمت دی دیش ڈل سیرنگ ہڈنٹس ہاکی اور پین پر ڈنگ دلائی دھاگہ پور مصدقت قیمت دی مارینٹن سیرنگ ٹوایس پونڈ ہڈنٹس دی کھار کین ہڈنٹس اور سیاہ دلائی دھاگہ دی پینٹل کھداری دلائی دھاگہ پونڈ ہڈنٹس ہاکی دلائی دھاگہ ہاکی بال مارک سے، پینٹ، آ، اپیشل پکٹس
--	--	---	---

جسٹری ڈسٹر سیا لکھوٹ

ٹیلیفون نمبر ۲۲۱۹

رجسٹرڈ وائل نمبر ۱۹۶۱

نرخامہ چنڈ

نرخامہ اشتہارات

سالانہ
ششماہی
نی پرچہ

نی صفحہ
نصف صفحہ
چوتھا صفحہ

تعلیم

ایڈیٹر ورسید انصاری - بی۔ اے (جامعہ)

نمبر

۷ فروری ۱۹۳۰ عیسوی

جلد

فہرست مضامین

- ۱۔ دنیا میں کیا چور ہے؟ "اختیار" ۲
- ۲۔ بچوں کی سیرت "وہلہ" ۳
- ۳۔ کوائف جامعہ کوائف نگار ۵
- ۴۔ رمضان اور اسکے روتے مولوی غلیل احمد صاحب، رنگون ۶
- ۵۔ کیوں اور کیسے؟ سید محمد نسیم صاحب - فردوسی - پٹنہ ۶
- ۶۔ دنیا کی مختلف نسلیں ہندو چاہر لال نرود ۸
- ۷۔ سکندر اعظم جناب نجفی صاحب حیدر آباد دکن ۸
- ۸۔ سرودی کی آمد (مطلب) مولوی شیخ الدین صاحب نیر ۱۰
- ۹۔ تین سوال (مرافعات) میر حیدر عبد الغلیل صاحب تعلیم جامعہ ۱۱
- ۱۰۔ ایڈسین نیکی حیدر آباد دکن ۱۳
- ۱۱۔ بڑھوادرشہو س - ۱ ۱۴
- ۱۲۔ اشتہارات مشہرین ۱۵

اردو کتابوں کی سب سے بڑی دکان

مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی
اسلامی تہذیب اور قومی تعلیم - ڈاکٹر سر پی، سی اے کے
خطبہ صدارت کا اردو ترجمہ - مسلمانوں کی حیرت علی ترقی کا
نفاذ - قیمت ۴۴ (اصل انگریزی) - ۱۰
قومی و اسلامی تعلیم کا نظام - رئیس الاحرار مولانا محمد علی کی
تعلیمی اسکیم - قیمت ۴۴
عرض جوہر - مجموعہ کلام مولانا محمد علی صاحب قیمت ۸
نامہ مشیر - شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی کا منظوم خط
ایک دوست کے نام - قیمت ۸
نالیہ مشیر - دیوان کا پہلا حصہ قیمت ۸
کلام مشیر - دیوان کا دوسرا حصہ - بیشتر نظمیں نئی نالیہ
مشیر اور یورپ کے پر فضا مقامات میں لکھی گئی ہیں قیمت ۸

دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

ہندوستان کے باہر

اسپین کے وزیر اعظم جنرل پرایمو ڈی ریورانے جو اسپین میں گزشتہ چند سال سے اسپین کے مطلق العنان حاکم رہے ہیں، اپنے عہدہ وزارت سے استعفیٰ دیدیا ہے اور آپ کی جگہ پر جنرل برگوسے منتخب ہوئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بادشاہ اسپین الفاسو خود جنرل پیرلا کے ایک عہدہ سے مخالفت رہے ہیں اور اس استعفیٰ میں انکی خواہش کو بہت دخل ہے لیکن استعفیٰ کا فوری سبب یہ ہے کہ کئی تمام مروجہ بین الاقوامی کچھ تفاوت کا اندیشہ تھا جبکہ وزیر اعظم نے یہ افسروں کو فوراً معزول کر دیا تھا

ابن سعود بادشاہ نجد اور امیر فہل بادشاہ عراق کے درمیان ایک کانفرنس ہوئی تھی جس میں وہ تمام مسائل طے ہوئے جو اب تک دونوں مملکتوں کے درمیان جھگڑے کا باعث تھے۔ یہ کانفرنس صحرائے نجد میں ایک مقام کویت پر ہوئی خیال ہے کہ زبردست مسائل میں سب سے اہم بات سعودی حکومت کی طرف سے یہ پیش کیا گیا کہ عراق میں آتے کچھ پولیس چوکیاں رکھنے کی اجازت دی جائے تاکہ اس سے وہ اپنے سرحدی قبائل کو قابو میں رکھ سکے۔

تحقیق اسلام کی کانفرنس کا شہر جو آٹھ ہزار سے سننے میں آتا تھا، اس کا افتتاح بالآخر ملک معظم انگلستان کے ہاتھ سے ہو گیا اس کانفرنس میں دنیا کی سب سے بڑی مملکتوں کے نمائندے شامل تھے ان میں سے انگلستان کے متعلق سب کو عام طور پر یہ جانتا تھا کہ وہ اپنی فوجی طاقت کسی طرح کم نہ کرے گا۔ چنانچہ وزیر اعظم برطانیہ نے متعدد طریقوں سے اس کا اطمینان دلایا اور اعداد و شمار سے دکھایا کہ انگلستان نے اپنی بری، بحری اور ہوائی طاقت میں ہر طرح سے ممکن کمی کر دی ہے۔

برٹش میوزیم کے مندرجہ ذیل شعبوں میں ایک بم کا گولہ پایا گیا ہے جس سے تمام مملکتوں میں ایک ٹہل پیدا ہو گئی ہے۔ بم کا گولہ اخبار میں لپٹا ہوا ہل کے اس حصہ میں ملا ہے جہاں ہندوستان سے متعلق چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ پولیس تباہی سرگرمی

ہندوستان کے اندر

ہاتھ کا گندھی جی نے گورنمنٹ کے سامنے دس شرطیں پیش کی ہیں جنہیں ان لینے کے بعد وہ پیرسول تافرائی شروع کرے گا۔ ان شرطوں میں سے خاص خاص یہ ہیں۔ (۱) ۵۰ فیصدی مالگاری گھٹا دی جائے، (۲) فوجی اخراجات میں ۵۰ فیصدی کی تخفیف کر دی جائے۔ (۳) تمام سیاسی قیدی رہا کر دیے جائیں۔ (۴) سی۔ پی۔ ڈی کا محکمہ توڑ دیا جائے، (۵) چٹائی کپڑوں پر پھول بڑھا دیا جائے وغیرہ وغیرہ۔ ان شرائط کے منظور کرنے کے بعد پھر سول تافرائی کی ضرورت ہی کیا یا نہ رہ جائیگی۔

ہر جنوری کو یوم آزادی کی تقریب تمام ہندوستان میں نہایت جوش و خروش اور امن و سکون کے ساتھ منائی گئی۔ تمام مقامات میں بڑے بڑے جلوسوں نے منہر میں گشت لگائے اور ہر جگہ جلسوں میں ہندو کا ریزلوشن پڑھ کر سنایا گیا۔ انھوں نے کہ کسان اس منظر پر سے چہریت مجموعی لگے ہیں

سوبا ش چندریوس اور ان کے ساتھ گیا رہ آدمیونکو اور جو سب کے سب بنگال کانگریس کمیٹی کے عہدہ دار اور ارکان تھے، بغاوت اور سازش کے جرم میں ایک ایک سال کی سزا ہو گئی ہے۔ بنگال کی اس پشیدی سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت نے ہندوستان میں شدہ کوئی فیصلہ کر لیا ہے۔ اور وہ واپس آئے نے اپنی تازہ تقریر میں بھی یہ کہہ دیا ہے کہ سول تافرائی کی تحریک خلافت قانون تحریک ہے۔ دیکھیے آئندہ سال کیں تشریف لے کے سال نہ ہوں۔

ریاست بیجا دل میں چار نوجوان سکول کو ساڑھے چھ چھ سال کی سزا با مشقت اس جرم میں دی گئی ہے کہ انھوں نے یوم آزادی منانے میں سرگرمی سے حصہ لیا تھا۔

والدین اور استادوں کا صفہ

بچوں کی سیرت

جذبات اور محرکات کی قوت یا ضعف اور جبلتوں کی جنگی یا غامی۔ مثلاً یہ لوگ دیکھتے ہیں کہ مختلف حالتوں میں، غصہ میں اور رنج میں، خوشی میں یا خوف کی حالت میں، یا اسی طرح کی اور صورتوں میں بچے کے خون کے دباؤ کی کیا حالت ہوتی ہے نفس کی کیا کیفیت رہتی ہے، غصہ کا فعل کیسا ہے پسینہ کے غدود میں کیا کیا برقی تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ ہاں ان طریقوں میں ذرا طبی تجارت کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے اسکے ذریعے بچہ کی سیرت سے واقفیت عموماً کسی اچھے طبیب کی مدد سے ہی حاصل کرنی چاہئے۔

بچہ کی سیرت سے واقفیت کی بڑی اچھی ترکیب تو یہ ہو کہ کسی طرح اس کے دل اور دماغ کا پورا حال مکمل جائے اور ایسی تصویر برسانے جائے جو اس کی شخصی تاریخ کا مرقع ہو۔ یہاں ان لوگوں نے علم جہتما عیات سے مدد لی ہے اور اس کا عام طریقہ بات حیات اور گفتگو کو رکھا ہے۔ ہر انسان کے اندر اس کی سیرت کی پوری تاریخ کہیں نہ کہیں ضرور پوشیدہ ہوتی ہے۔ اصل ہنر اس کا پتہ چلانا ہے۔ اور اس کا سارا گریہ ہے کہ بچے کی جھجک، رکاوٹ، تحلف کو کسی طرح دور کر دیا جائے تاکہ وہ اپنی روح کے پوشیدہ باب ہمارے ہونچھو کے اس کے لئے بچہ کا استاد حاصل کرنا ضروری ہے۔ یہ بھی ہے کہ کسی بات کو اس سے ایک دم نہ پوچھا جائے، بلکہ رفتہ رفتہ۔ دلیل نہ دیکھائے اور بحث نہ کرے کہ اس کی روح کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

ایک اور طریقہ نفسیات سے لگایا ہے۔ یہ آزمائشیں اور امتحان کا طریقہ ہے اور اسکے ذریعے اعداد و جمع کر کے نتائج بکھلے کا۔ ان آزمائشوں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کسی خاص وقت بچہ کی سیرت سے بعض عناصر کا اندازہ لگایا جائے ان کی تین بڑی چیزیں ہیں۔

(۱) اول وہ جن میں سیرت کے ذہنی پہلو کی آزمائشیں اور پیمائشیں ہوتی ہیں۔ ان کو عام طور پر تمیز اخلاقی یا اخلاقی علم کی آزمائش کہتے ہیں۔ مثلاً یہ پچھلانا کہ بچہ کے پاس اخلاقی مطالب فہم یا انہماک کے لئے اتفاقاً کتنا ذخیرہ ہے؟ بچہ

دنیا میں زندگی کرنے والی جماعتوں کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ ان میں ہر شخص کو اپنی اپنی ذمہ داری کا احساس ہوتا ہو۔ اس میں چھٹے برس، اونٹنے اعلیٰ کی قید نہیں ہوتی۔ ہر کام کرنے والا چاہے اس کا کام فقیر ہی کیوں نہ ہوا ہے کہ اس کی بجا آوری میں اتنا ہی ذمہ دار پاتا ہے جتنا بڑے سے بڑا کام کرنے والا۔ اس کے مجلس جو جماعتیں تشریف لاتی ہیں ان کے اہم سے اہم کام کرنے والے اپنے کام پر اتنا دھیان بھی نہیں دیتے جتنا اپنی چھٹی سو چھٹی تفریح اور دل لگی کی باتوں پر۔ ان کے دل میں ایسی باتوں تک کی قیمت مکمل کر دے زیادہ نہیں ہوتی جن پر ان کی ساری قوم کی بھلائی برائی کا دار و مدار ہے۔

بچوں کی تعلیم اور تربیت کا کام بھی ان اہم کاموں میں سے ہے جن پر کسی عہدہ کی آنے والی عزت یا دولت، عرق یا تشریف منہرہ ذرا سوچنے کو ہماری قوم کے والدین اور استاد اس کام کی ذمہ داری کو کتنا سمجھتے اور اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے اپنے کو کس طرح تیار کرتے ہیں؟ آپ کو شاید اپنی بے توقیری کا اندازہ ہو سکے گا اگر کوئی آپ کو بتلائے کہ دوسری قوموں کے استاد اور رہاں باپ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے کیا کیا کرتے ہیں۔ اس بات کو بھی آپ ان لیں گے کہ کسی کام میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اس کام کے متعلق پوری واقفیت حاصل کرنے کی کوشش ضروری ہے۔ ہم اس مضمون میں تعلیم کا ذکر نہیں کرتے صرف بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ترقی کرنے والی جماعتوں کے لوگ اپنے اس خرم کو انجام دینے کے لئے کس کس طریقہ سے بچوں کو سمجھاتے، ان کی سیرت کی گہرائیوں اور بچوں کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

آپ ضرور جاننے ہوں گے کہ آدمی کے بدن میں جو حصے ہیں ان کے کام کرنے کے طریقوں کی بابت بھی ایک علم ہے جسے عموماً علم الاعضا کہتے ہیں۔ اس علم کی مدد سے بعض دانا قوموں کے استاد دول اور والدین نے ایسے طریقے نکالے ہیں جن سے بچوں کی سیرت کے بعض حصوں کی جانچ ہو جاتی ہے۔ یعنی اس کے

حالات میں بچہ کو دیکھا جائے کہ وہ کیا کرتا ہے اور اس سے اندازہ لگایا جائے کہ بچہ اگر ایسی ہی صدیق میں پیدا ہوں تو وہ کیا کرے گا۔ اس سلسلہ میں عموماً چار قسم کی آزمائش ہوتی ہیں۔ ایک تو دھوکہ یا بددیانتی کی، دوسرے باہمی امداد و تعاون کے جذبہ کی، تیسرے متعلق مزاحمتی کی، چوتھے اپنے نفس پر قابو کی۔ مثلاً بچہ کی ممانعت یا کی آزمائش، اس کے درجہ کے کام، گھر کے کام میں، کھیلوں میں، اچھی طرح جانچی جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر، بچہ کو ایک دن کچھ سوال لگانے کو دیکھو اور ہر سوال کے کچھ نمبر مقرر کر دیجئے۔ بچہ سے کہئے کہ جب سوال لگاؤ تو کتاب سے جوابوں کا متاثر نہ کرنا اور صریح غلط و ٹھیکہ خود اپنے کو نمونہ دینا۔ اور دوسرے دن درجہ میں استاد کو اپنے نمونہ دینا تاکہ وہ نتیجہ نوٹ کر لے۔ دو تین دن کا وقفہ دیکر بچہ درجہ یا اس قسم کے سوال درجہ میں بولے اور دیکھئے کہ بچہ کتنے سوال صحیح لکھتا ہے اور اس نے خود اپنے کو جو نمونہ دے تھے وہ ٹھیک تھے یا نہ تھے۔ اسی طرح اگر بہت سی آزمائشیں مختلف موقعوں پر کی جائیں تو معلوم ہو جائے کہ کن حالتوں میں بچہ دھوکہ دینے کی طرف مائل ہوتے ہیں، کب ایک دوسرے کی مدد کو تیار ہوتے ہیں اور مشکل کاموں کو متحمل سے کب انجام دیتے ہیں۔

ہم نے اوپر چند طریقے بتلائے ہیں جن سے ذمہ دار ماں باپ اور اُمّت اپنے بچوں کی تربیت کی فطرت اور سیرت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب سوچئے کہ انکے بچوں کی سیرت کے بہتر ہونے کا زیادہ احتمال ہے یا ان کے جہاں عموماً باپ کے پاس ڈانٹ و ڈپٹ کا گلی بھجنا اور تعزیر، مام اور تانی کے پاس لاڈ باری اور ظالم باپ کی مذمت، استادوں کے پاس بدیہا بے توجہی کے علاوہ بچوں کو تربیت دینے کے بہت کم وسائل ہوں اور جو اس سادہ سامان کے ساتھ سمجھتے ہوں کہ وہ بچوں کی تربیت کی ذمہ داری کو اچھی طرح ادا کر رہے ہیں۔

۱۔ آئینہ سے صفحہ ۲۴ پر عموماً اسی قسم کے دوسرے مضامین آتے رہیں گے جو لوگوں کے والدین اور استادوں کی دلچسپی کے لئے مخصوص ہوئے۔ ہم اپنے گنہگار صاحب کے بہت فکر گذار ہیں کہ انھوں نے آئینہ بھی اپنی دلچسپی کے جاری رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ دوسرے اہل نگارشات سے درجہ انتہائی کم وہ بھی ان مسائل پر اپنے افکار و خیالات سے مستفید ہونیکا موقع دیں۔

(اڈیٹر)

شجاعت، ایذا رسانی، کینہ، بغض، دغاخاری، دغخ علفی وغیرہ کے معنی سمجھتا ہوں یا نہیں؟ اسی قسم کے بہت سے لفظ لے جاتے ہیں پہلے پہل پر مشکل اور اسی سے بچے کے اخلاقی علم کا ایک پہلو معلوم ہو جاتا ہے۔ بچہ کی اخلاقی تیز کے لئے بھی ایسی ہی آزمائشیں ہوتی ہیں مثلاً بچہ کسی بات کو جھوٹ سمجھتا ہے یا نہیں، کسی فعل کو چوری جانتا ہے یا نہیں؟

ایک صورت یہ بھی ہے کہ بچہ کے سامنے ایک صورت حال بیان کر دیں، اس میں جس طرح پر آدمی مل کر سکتا ہے وہ بھی پیش کر دیں اور اس سے پوچھیں کہ ان میں سے اچھی صورت کونسی ہے۔ مثلاً بچہ سے کہا جاتا ہے کہ کسی نے تمہیں ریلنگ کی کھوٹی اٹھتی دیدی، اچھا تم کیا کرو گے؟ کیا اسے رات میں کسی دوکاندار کے ہاتھ چلاؤ گے، یا اسے پھینک دو گے، یا گھلا دو گے، یا جس نے تمہیں یہ اٹھنی دی تھی اسے ڈھونڈ کر پھر اسی کو دو گے یا اسے یوں ہی بطور داریہ چیز کے اپنے پاس رہنے دو گے، یا اپنے کسی بڑے سے جا کر پوچھو گے کہ میں اس کو کیا کروں؟

یہ بھی کر سکتے ہیں کہ بچہ کو ایسے قصے سنائے جائیں جن میں کوئی اخلاقی سوال پیدا ہوتا ہو۔ مثلاً ایک راجا کا رضوان اپنے بیار دوست صالح کو دیکھنے گیا۔ صالح بہت کمزور اور بے حال تھا۔ مگر رضوان نے مسکادل رکھنے کے لئے صالح سے کہا ”بھائی آج تو طبیعت اچھی معلوم ہوتی ہے، چہرہ خوب بشاش ہے“ اب پوچھئے کہ رضوان نے ٹھیک کیا یا نہیں؟ اسکا یہ فعل درگزر کے قابل ہے یا نہیں۔

(۲) کچھ اور آزمائشیں ایسی بھی لگائی گئی ہیں جن سے بچہ کی سیرت کے عناصر نمونہ کی قوت اور کمزوری کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اس پر ابھی پچھلے ۸۔ ۱۰ سالہ ہی میں زیادہ کام ہوا ہے۔ مگر گفتگو اور دریافت حال سے تو یہ چیز معلوم کی جاتی ہے لیکن بچوں کی تحریر کے انداز سے بھی انکے استقلال، باتوں اور طبیعت کے ہلکے یا بھاری ہونے کے متعلق نتیجہ نکالے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے آزمائشیں سوالات مرتب کئے گئے ہیں جن کے جوابوں سے معلوم ہو جاتا ہے کہ بچہ کی طبیعت کا رجحان کدھر ہے، معاشرتی اور اخلاقی امور سے متعلق اس کے عقائد کیا ہیں۔ یہ بھی پتہ لگ جاتا ہے کہ دوسری بچوں کے ساتھ، آتش و کدے ساتھ، عام طور پر اپنے مدرسہ کیا سمجھتا ہے بچہ کو کیا تعلیق ہے۔

(۳) سیرت کی نفسیاتی آزمائش کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ خاص خاص

کوائف جامعہ

سرگرم کارکنوں کی تجویز سے ۴۰ روپیہ درمی مسئلہ کو عمل میں آنا سابق مہتمم جناب برکت علی صاحب کی تقریر کے بعد جو انجمن مذکور کے ماضی و حال پر شکل تھی راجا سعید انصاری صاحب کی تجویز سے حسب ذیل انتخابات عمل میں آئے:

عبداللہ اران

۱۔ جناب ڈاکٹر یوسف حسین خان صاحب معتمد

۲۔ جناب حامد علی خان صاحب نائب معتمد

۳۔ جناب ڈاکٹر ذاکر حسین خان صاحب شیخ امجد خاں

دہلی میں رہنے والے ارکان

۱۔ شفیق الرحمن صاحب قدوائی

۲۔ سعید انصاری صاحب

۳۔ سعد انصاری صاحب

۴۔ ارشد الدیوبی صاحب

۵۔ سید محمد عیسیٰ صاحب، انڈیئرٹ

دہلی سے باہر رہنے والے ارکان

۱۔ چودھری اکبر علی صاحب سقیم نیویارک (امریکہ)

۲۔ عبدالقادر صاحب سیالکوٹی

۳۔ مولوی احمد علی صاحب (گٹون)

۴۔ جنگ بہادر سنگھ صاحب اڈیش ٹریبون (لاہور)

یہ بھی ملے پایا کہ ان حضرات میں سے جنہوں نے اپنا حہدہ کرینت ادا نہیں کیا ہے، وہ اپنا حہدہ یا کرینت باقی رکھنے کے لئے زر حہدہ حہدہ سے جلد ادا کر دیں۔

”انجمن تعلیم“ کی مجلس متفقہ کا ایک جلسہ اسیر جامعہ جناب ڈاکٹر غفران احمد انصاری صاحب کے دولکندہ پر بتایا گیا۔ وہ ہندوستانی مسئلہ متفقہ ہوا جس میں انجمن کا میزبان (مجید) بابت مسئلہ ۱۹۲۹ء نیز جامعہ کے نظم و اصلاح کی دوسری تجویز پیش ہوئی جن میں سے ایک یہ ہے کہ ”انجمن تعلیم“ کے ان بیرونی ارکان سے خط و کتابت کیجئے جنہوں نے مسئلہ تہذیب انجمن جامعہ کو ۱۰۰ روپے سالانہ دینے یا دلانے کا وعدہ کیا تھا اور اب تک اپنی موجودہ رقم ادا نہیں کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ چار اشخاص کی ایک کمیٹی بنادی گئی ہے جو جامعہ کے لئے دہلی کے قریب دھوار میں مناسب زمین کی تلاش کرے اور اس کے حصول و خرید کے متعلق حیدر معاملت طے کرے۔

نیز ایک کمیٹی جامعہ کے دستور اساسی پر نظر ثانی کرنے اور اسے از سر نو مرتب کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔

دوسرے دن یعنی ۲۰ جنوری ۱۳۳۷ء کو ”انجمن تعلیم“ کا عام جلسہ دفتر جامعہ میں منعقد ہوا جس میں باہر کے حضرات میں سے صرف مولوی شفیق داؤد صاحب شریک تھے۔ اس جلسہ میں مجلس متفقہ کا پاس کردہ میزانیہ منظوری کے لئے سب سے پہلی بار پیش ہوا جسکی بعض مدات پر نہایت سرگرم مباحثہ رہا اور آئندہ کے لئے نظم انجمن کے اطمینان دلانے پر ان مدات کی تخفیف کی تجویز واپس لگائی۔ انجمن نے اپنے اس جلسہ میں سب سے اہم تجویز منظوری کی وہ یہ تھی کہ ”اگلے سہ ماہ کے ٹرسٹیوں کی قریب پاس فڈ کا تمام روپیہ ”انجمن تعلیم“ کے فنڈ میں من کو دیا گیا اور نظم انجمن کو اختیار دیا گیا کہ وہ جامعہ کے ماہانہ مصارف ادا کرنے کیلئے صدر کی تصدیق سے ۴۰۰ روپے ماہوار خازن انجمن کے لئے منگوایا کرے۔

جامعہ کے دیگر شعبوں کے ساتھ مجاہدہ اس کے علمائے قدیم کی انجمن میں از سر نو زندگی کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں چنانچہ اس کا ہدیہ انتخاب میں

۵۔ جنوری کو جامعہ کے ایک بڑے محسن جناب سیٹھ محمد صاحب دہلی تشریف لائے آپ نے اپنے کچھ ایشیائی جناب ڈاکٹر انصاری صاحب، جناب ڈاکٹر حسین صاحب اور کچھ مسلمانوں کو ساتھ

مذہب رمضان اور اسکے رونے

اب نفس ہمارے ان اعضا کو بھی بُری باتوں کی طرف نہیں مائل کر سکے گا اور جب ہم بُری باتوں سے بچیں گے تو ہماری روح پاکیزہ اور ہمارا دل صاف رہے گا اور اس وقت ہمیں خدا اور اچھی باتوں کی کا دھیان رہے گا۔ اور انسان کے دنیا میں آنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ وہ خدا کو یاد کرتا رہے۔

عربی کی ایک کہادت کو جو کچھ بھی ہے اور سبق آموز بھی۔ کہ
"اذا جاعت النفس شبت جميع الاعضاء۔ واذا شبت جاعت كلها۔"

ترجمہ۔ جب نفس (پیٹ) بھوکا ہوتا ہے تو جسم کے تمام اعضا سیر ہو جاتے ہیں اور جب نفس سیر ہوتا ہے تو پھر تمام اعضا سیر ہو جاتے ہیں۔

ہمارے ہاں اور میں بھی کہتے کہ "جہاں پیٹ میں دانگیا تو پھر دوسرے کی سوجھے لگتی ہے" نفس کے بونے کی حالت میں تمام اعضا کی سیری کا یہی مطلب ہے کہ نفس امارت کو برائیوں پر آمادہ کرنے نہیں پاتا بلکہ اعضا برائیوں کی طرف سے سیر ہو جاتے ہیں۔ ان میں برائی کرنے کی رغبت باقی نہیں رہتی۔ پھر اس کے بعد آدمی کی کیا حالت ہو جاتی ہے۔ وہ بھی سن لیجئے، اعضا کی برائیوں کے جس اثر سے دل میں تاریکی پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ وہ بات تو جانتی رہی بلکہ مجھے اس کے دل پر حلا ہو جاتی ہے اور وہ تمام برائیوں اور کدورتوں سے چھٹکارا پا جاتا ہے۔

چونکہ مسلمانوں کے مذہب میں روزہ کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ اس لیے اسی حیثیت سے اس کے فوائد اور مراتب بھی بہت ہیں۔ صبح مذہب ہمیشہ دو قسم کے فوائد کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ ایک دنیا کا، دوسرا آخرت کا۔

(۱) دنیا کا فائدہ تو بالکل ظاہر ہے کہ جب دل کو اطمینان حاصل ہو تو پھر دنیاوی کاروبار سلیقہ اور ترتیب کے ساتھ انجام پاتا ہے۔

(۲) آخرت کا یہ فائدہ ہے کہ ایسا آدمی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتوں غلامیوں، نوازشوں کا مستحق ہوتا ہے۔ دنیا میں تو خدا کے فضل سے آرام رہتا ہی ہے۔ مرنے کے بعد بھی جہنم اور آرام سے رہے گا

(باقی آئندہ)

شریعت اسلامی نے اسلام کے پانچ اصول بتلائے ہیں ان میں چوتھا نمبر روزہ کا ہے۔ رمضان مہینا آتا ہے۔ بچے، بوڑھے اور جوان سب ہی لوگ اسکو مذہب کا ایک ضروری فرض سمجھ کر ادا کرتے ہیں لیکن رونے میں کوئی غمیاں اور کیا کیا فائدے ہیں اس سے عام طور سے لوگ ناواقف ہیں اور وہ بچے بھی جنہوں نے اپنے دنیاویات کے سبق میں یہ توڑ دیا ہے کہ اسلام کا پورا تھارکن رمضان کے روزے ہیں۔

روزے کے لئے عربی زبان میں صوم کا لفظ آتا ہے جس کے معنی میں کسی کام سے رک جانا خواہ وہ کھانا پینا، لکھنا ہو یا پڑھنا۔ قرآن شریف میں بھی اسی معنی پر لفظ صوم استعمال کیا گیا ہے۔ آیت "انی نذرت للرحمن صوماً" ترجمہ۔ میں نے خدا کے لئے نعت کو سے رک جانے کی نذر مانی ہے۔

شریعت میں صوم (روزہ) ایک خاص معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی صبح صادق (طلوع فجر) سے لیکر مغرب تک ارادہ اور نیت کے ساتھ کھانے پینے اور ان چیزوں سے جن سے روزہ باقی نہ رہتا ہو، باز رہنا۔

روزہ کے بہت سے فائدے ہیں ان میں دو فائدے بہت ہی اہم اور بڑے ہیں۔ اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح جڑے ہیں جس طرح سورج کے ساتھ روشنی۔

ایک فائدہ تو یہ ہے کہ انسان کا وہ نفس جو اسے برائیوں پر آمادہ کرتا ہے اس میں سکون و اطمینان پیدا ہو جاتا ہے اور بری باتوں کی طرف آدمی توجہ ہی نہیں دیتا۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اکٹھا، کاٹا، اور دوسرے اعضا جو نفس کے اشارے سے خواہشات نفسانی کی طرف بڑھتے ہیں، اب ان غلطیوں سے بچتے ہیں۔

یہاں یہ بھی معلوم کر لینا چاہئے کہ اسکی وجہ کیا ہے؟ سب سے پہلے ایک گرگی بات سمجھی جائے تو آسانی ہوگی۔ وہ یہ ہے کہ ہر روحانی بہرے خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو یا نہ ہو ہر مدد اور مستعدوں کو روزہ رکھنے کی ہدایت کی ہے۔ گو روزہ کی تفصیلات مختلف ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ روزہ رکھنے سے ضعف اور سستی پیدا ہو جاتی ہے اور تجربہ میں آچکا ہے کہ بے طاقتی کے عالم میں آدمی کو خود اپنی فہم نہیں رہتی بھلا وہ دوسرے کی کیا خبر لے سکیگا اسلئے

سائنس

کیوں اور کیسے؟

جاڑوں میں چائے منہ سے دھواں کیوں نکلتا ہے؟

تم نے جائے میں دیکھا ہوگا کہ صبح کے وقت ہمارے منہ سے دھواں سا نکلتا ہے۔ تم سوال کر سکتے ہو کہ گرمی میں ہم اس کو کیوں نہیں دیکھتے؟ سنو! تم جانتے ہو کہ ہوا ہر جگہ اور ہر وقت موجود رہتی ہے اور ہم لوگ ہر وقت سانس لیتے اور نکالتے ہیں۔ ہم جو سانس باہر نکالتے ہیں وہ گرم ہوتا ہے اور باہر چلا ہوا ہوتا ہے وہ اس سے بھی زیادہ گرم ہوتا ہے۔ ہم جو سانس باہر نکالتے ہیں وہ تقریباً ہر موسم اور ہر جگہ میں برابر ہی گرم ہوتا ہے لیکن باہر کی ہوا کی گرمی بدلتی رہتی ہے۔ گرمی میں زیادہ گرم ہو جاتی ہے اور جاڑے میں سرد رہتی ہے۔

ہم لوگ جو سانس نکالتے ہیں وہ دراصل بھاپ ہوتی ہے جیسے پانی گرم کر نیے بھاپ نکلتی ہے۔ تم جانتے ہو کہ بھاپ میں ٹھنڈک لگتی ہے تو وہ پانی کا قطرہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ تم نے کپڑی کے ڈھکنے پر دیکھا ہوگا۔ اب جب ہم سانس با بھاپ نکالتے ہیں، اور باہر کی ہوا گرم ہوتی ہے تو وہ بھاپ پانی کا قطرہ بن کر دھواں سائنس بنتی، اس لئے ہلوگ اس کو نہیں دیکھ سکتے لیکن جاڑے میں جیسے ہی وہ سانس با بھاپ ہمارے منہ یا ناک سے نکلتی ہے، ہوا کی ٹھنڈک سے پانی کے ثابت چھوٹے چھوٹے قطرے بن جاتی ہے اور ہم کو دھواں سا نکلاں معلوم ہوتا ہے۔

دراصل یہ سانس کا پانی ہے جو ٹھنڈک کی وجہ سے دھواں سا بن جاتا ہے گرمی میں بھی ہماری سانس کے اندر اتنا ہی پانی ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ ہوا کی ہوا گرم ہوتی ہے۔ اس لئے وہ دھواں کی شکل میں نہیں بدلتی ہے۔ اگر تم ایک آئینہ لوتو اس طرح تم سانس گرمی میں بھی دیکھ لو گے۔

پانی میں بڑا کیوں نہیں بھگتی؟ اس کی چند وجوہات ہیں بہت موٹے، گھنے، اور گھنے ہوتے ہیں۔ اس کا پرتا گھنا ہوتا ہے کہ پانی نہ اس کے اوپر اپنا اثر کرتا ہے اور نہ گھٹتا ہے۔ اس لئے اس کا بدن بالکل نہیں بھگتا۔

لیکن یہی نہیں بلکہ ایک بات اور یہ ہے کہ دم کے نزدیک اس کے ایک گھٹی ہوتی ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ وہ ایک قسم کا روغن تیار کرتی رہے۔ اور یہ گھٹی کافی مقدار میں روغن تیار کرتی ہے یہ روغن بڑا اپنے تمام پردوں پر ملتی رہتی ہے جس سے اس کے پر بہت چمکے ہو جاتے ہیں اور یہ عجیب بات ہے کہ خیل اور پانی غائب نہیں اس وجہ سے بڑا پر پانی کا اثر نہیں ہوتا

پھاڑ کی بلندی کیسے پانی جا سکتی ہے؟ بعض بے بہت توجہ یہ سمجھتے ہیں کہ کوہ اور پٹ ۲۹ ہزار فٹ بلند ہے۔ کسی پھاڑ کی بلندی ناچنے کے دوطرفے ہیں۔ ایک تو ذرا مشکل ہے جسے ہم میاں گھٹا نہیں جانتے لیکن دوسرا بہت ہلکا ہے جو آسانی سے سمجھ میں آ سکتا ہے۔ جب کسی پھاڑ کی بلندی پانی ہو تو ایک موسمی آلودہ جو آگرمی میں پرویز کر کے ہیں۔ اس میں بارہ ہوتا ہے جو ہوا کے اثر سے اوپر نیچے چڑھتا اترتا رہتا ہے۔ اس آلودہ کو لیکر ہم پھاڑ پر چڑھ جاؤ جوں جوں تم اوپر چڑھتے جاؤ گے، بارہ اس جاب سے ایک نعلی کے ذریعہ ہٹنا جائیگا۔ نعلی پر درجہ کے ٹانے بنے ہوتے ہیں جب کچھ اوپر تم چڑھ چکو، اس وقت دکھو کہ بارہ کس درجہ سے کس درجہ پر پہنچا اور پھاڑ کی بلندی کتنی ہے۔

دنیا کی مختلف نسلیں کیسے ہیں؟

قبول کیا ہو جس طرح بعض جانوروں نے کیا ہے۔

ایک شخص جو شمال کے ہفتائی علاقہ میں رہتا ہے، وہ سردی کے برداشت کرنے کی زیادہ طاقت رکھتا ہے۔ اسکیو لوگ آج بھی برت کے میدانوں میں پھرتے ہیں اور وہ ہم سے کہیں زیادہ سخت سردی برداشت کر سکتے ہیں۔ وہ اگر ہماری جیسے گرم خطے میں آئیں تو غائب ہو جائیں۔ اور وہ چونکہ دنیا کے اوجھوں سے بالکل الگ تھلگ رہے ہیں اور انھیں بہت سخت زندگی بسر کرنی پڑتی ہے، اس لئے انھوں نے وہ سب باتیں حاصل کیں جو دوسرے ملکوں کو حاصل ہیں۔ جو لوگ خطا استوا کے قریب رہتے ہیں، جہاں بہت سخت گرمی پڑتی ہے، وہ اس گرمی کے عادی ہو جاتے ہیں اور آفتاب کی سخت گرمی ان کے رنگ کو سیاہ کر دیتی ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ اگر تم کچھ عرصہ تک دھوپ میں رہو سو تو تمہارا رنگ پینے کی نسبت گہری ہو جائیگا۔ اگر تھوڑے عرصہ دھوپ میں رہنے کا یہ اثر ہے تو پھر ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو ہمیشہ سے ایسی حالت میں رہتے رہتے چلے آئے ہیں۔ اور اگر سینکڑوں سال سے کوئی قوم کی قوم ایسے گرم ملک میں رہتی رہتی رہے تو وہ اور بھی سیاہ فام ہو جائے گی۔ ہم نے ہندوستان میں کسانوں کو عین دہرے کے وقت کھیتوں میں کام کرتے دیکھا ہو گا۔ وہ پچاسے اسیے غریب ہوتے ہیں کہ جسم پر کوئی کپڑا بھی نہیں ہوتا ان کا تمام جسم دھوپ میں تپتا رہتا ہے اور اسی حالت میں ان کی زندگی گزر جاتی ہے، پھر وہ رنگ کے کالے نہ ہوں تو اور کون ہوں!

غرض تم نے دیکھ لیا ہو گا کہ لوگوں کے رنگ کا سفید یا سیاہ ہونا آب و ہوا کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس سے کسی شخص کی قابلیت، تکی یا خوبصورتی کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایک سفید رنگ کا آدمی جو کسی گرم ملک میں رہتا ہو، وہ گہری رنگ کا ہو جائیگا بشرطیکہ وہ کسی مٹیوں اور پتھروں کی آڑ نہ لے۔ تم جانتی ہو کہ گرم لوگ کشمیر میں ہیں اور دو سو سال سے زیادہ عرصہ ہو گا کہ ہمارے باپ دادا کشمیر میں رہتے تھے۔ کشمیر میں تم نے ہر شخص کو خواہ وہ کسان ہو یا مزدور صاف رنگ کا دیکھا ہو گا۔ اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ کشمیر کی آب و ہوا سرد ہے

اپنے کسی گذشتہ خط میں میں نے عہدِ حجر کے لوگوں کا ذکر کیا تھا جو صحرانویں کے سے مقامات میں رہا کرتے تھے۔ میں نے یہ بھی بتایا تھا کہ انھوں نے کس طریقہ سے ترقی کی۔ انھوں نے کاشتکاری کا طریقہ معلوم کیا اور انھوں نے یہ بھی حاصل کیا کہ کھانا کس طرح بچایا جاتا ہے اور جانور کو بکر یا بٹوٹے بنائے جاسکتے ہیں۔ یہ ہزار ہا سال پہلے کا قصہ ہے اور ہمیں ان کے بارے میں کچھ بہت زیادہ علم نہیں۔ لیکن آج دنیا میں جتنی نسلیں نظر آتی ہیں، وہ غالباً سب کی سب انھی سے نکلی ہوئی ہیں۔ آج ہکودہا میں گورے رنگ کے لوگ، زرد رنگ کے لوگ، گندمی اور کالے رنگ کے لوگ نظر آتے ہیں، لیکن حقیقت میں ہم دنیا کی تمام نسلوں کو انہی چار رنگوں میں تقسیم نہیں کر سکتے ہیں۔ تمام نسلیں باہم مل گئی ہیں اور اب یہ پتہ لگانا ذرا دشوار ہے کہ کوئی قوم کس رنگ کی نسل سے تعلق رکھتی ہے اس فن کے ماہرین سروں کو ناچتے ہیں اور اس طریقہ سے معلوم کرتے ہیں کہ کوئی قوم کس نسل سے تعلق رکھتی ہے، اس کے علاوہ اور طریقے بھی ایسے معلوم کر سکے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ یہ مختلف نسلیں کیسے پیدا ہوئیں؟ اگر یہ سب ایک ہی نسل سے نہیں ہیں تو پھر ان میں باہم اس درجہ اختلاف کیوں ہیں؟ تم جانتی ہو کہ ایک جرمن ایک حبشی سے بالکل مختلف ہوتا ہے جرمن اگر گورے رنگ کا ہوتا ہے تو حبشی کالے رنگ کا۔ جرمن کے بال ڈرا بکے سیاہ اور بہت لمبے ہوتے ہیں بالوں اس کے حبشیوں کے بال بہت سیاہ اور گھونٹھر دار ہوتے ہیں۔ حبشی ان دونوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ یہ بتانا ذرا مشکل ہے کہ یہ فرق کیسے پیدا ہوا لیکن بعض اسباب معلوم بھی کئے جاسکتے ہیں۔ میں اس سے پہلے بتا چکا ہوں کہ جانور جب اپنے ماحول کا اثر قبول کرتے گئے تو کس طرح ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہوتے گئے۔ یہ ممکن ہے کہ اس وقت جرمن اور حبشی دونوں مختلف نسلوں سے تعلق رکھتے ہوں لیکن اب سے پہلے ان دونوں کے آباد اعداد ایک ہی رہے ہونگے۔ اس وقت دونوں قوموں میں جو اختلاف ہے، وہ زمانہ اور ماحول کے اثر سے ہو اور ان میں سے بعض نے دوسرے کی نسبت کسی قدر جلد اثر

سکندر اعظم

سکندر اعظم یونان کے مشہور شہزادہ و تیسرے پیدائشی امپراطور کا باپ
فلپس و ہاں کا حاکم اور شاہان ایران کا باجدار تھا۔ سکندر تیسری ہی سے نہایت
شوخی طبع اور من چلتا تھا۔ اور اسے انا لیت بھی لایا ملا تھا جسکی شہرت کا سکندر
تمام دنیا میں پرمیٹھا ہوا تھا۔ بھلا جس کو ابوالعلم المصلوبیہ آتا دے، وہ دنیا میں پہلا
کیونکر ترقی نہ کرے۔ ارسطو کی تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ جین ہی سے سکندر کے دل میں کام
دنیا فتح کرنے کی خواہش پیدا ہو گئی۔ اور جب وہ بڑا ہوا تو اس نے اپنی اس خواہش
کو پورا کر کے چھوڑا۔

اس کے جین کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ مقدونیہ میں چند سوداگر گھوڑے
فروخت کرنے کے لئے لائے۔ ان میں ایک لیا گھوڑا تھا جو کسی کو اپنے اوپر سوار
ہوئے نہیں دیتا تھا۔ اور سوداگروں نے اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص اس گھوڑے
پر سوار ہوگا اسکو ہم یہ گھوڑا بطور انعام دے دینگے۔ رہت سے چاکر دست
شہ سواروں نے کوشش کی بنیوں کسی کو کامیابی نہ ہوئی۔ آخر سکندر بھی
باپ سے اجازت لیکر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اسکو معلوم ہو چکا تھا کہ گھوڑا
اپنے سایہ سے بگڑتا ہے۔ اس نے گھوڑے کا منہ تو سورج کی طرف کیا اور
بھٹ سے سوار ہو گیا۔

اس کا سوار ہونا ہی تھا کہ گھوڑا اس پر حسب ہنگام لوگ پریشان تھے
اور اس کی صبح سلامت واپسی کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ اس نے اس کی کچھ
ہیں کہ سکندر واپس آ رہا ہے۔ گھوڑا اس پر تباہی میں شرابور ہے۔ اور وہ
نہایت آرام سے اس پر بیٹھا ہوا ہے۔ فلپس نے فرط حاجت سے بچے کو
تھکی دی اور بہت سادہ دیر اس کے سر پر سے تھا اور کیا اس واقعہ سے سکندر
کی شہرت دور دور پھیل گئی۔

جب شاہ فلپس فوت ہوا تو اس کی جگہ سکندر یونان کا بادشاہ ہوا۔
دارا شاہ ایران نے جب دستور سکندر سے بھی خراج مانگا لیکن سکندر نے اس
جواب دیا کہ اگر وہ مرغانی مرغانی ہے جو سونے کا اندازہ کرتی تھی، اس سے
نظارہ یہ بھی مطلب تھا کہ شاہ یونان اتنا کمزور نہیں کہ شاہ ایران سے دب کر
رہے اور اسے خراج دیا کرے۔

دارا کو اس دندان شکن جواب پر بہت غصہ آیا اور اس نے یونان پر

لیکن یہ کشمیری جب ہندوستان کے ایسے حصوں میں رہنے لگے ہیں جو نسبتاً
گرم ہیں تو یہ چند پتھوں کے بعد ان کا رنگ گندمی ہونے لگتا ہے۔ ہمارے
بعض کشمیری دوست رنگ کے صاف اور بعض بالکل کاٹے ہیں۔ چنانچہ کوئی
کشمیری خاندان ان گرم حصوں میں رہا ہے۔ اس وقت اس کا رنگ سیاہ ہونا لگا۔
لہذا آب و ہوا رنگ کی تبدیلی کا سب سے بڑا سبب ہے جو یہ بھی معج
ہے کہ بعض لوگ جو کسی گرم ملک میں رہتے ہیں لیکن وہ کھلے میدانوں میں کام
نہیں کرتے اور وہ اس قدر امیر ہوتے ہیں کہ بڑے بڑے مکانات میں رہتے
ہیں اور اپنے رنگ و روپ کو باقی رکھنے کا پورا خیال رکھتے ہیں۔ ایک دو تندر
خاندان اس طرح کئی پتھوں تک رہے اور پھر بھی اس پر آب و ہوا کا کچھ بہت زیادہ
اثر نہ ہوا لیکن مورخین نے ان کو اور دوسرے کی تخت کی ٹماری کھانا یہ کوئی قابل
فہم بات نہیں ہے۔

ہندوستان میں تم نے دیکھا ہو گا کہ شمال میں کشمیر اور پنجاب کے جوگ
عموماً صاف رنگ کے ہوتے ہیں لیکن جوں جوں تم جنوب کی طرف جاؤ، لوگ
کھلے جوتے جائیں گے۔ ماس اور سیلون میں تم نے دیکھا ہو گا کہ بالکل
سیاہ خام ہوتے ہیں۔ بے شک تم کہہ سکتی ہو کہ یہ آب و ہوا کا اثر ہے، اس نے
کہ جلد رنگ جنوب کی جانب جاؤ گی اسی قدر تم جنوب استوا سے قریب جاتی جاؤ گی
اور گرمی زیادہ ہوتی جائیگی۔ یہ بالکل صحیح ہے اور ہندوستان کے مختلف حصوں
میں لوگوں کے رنگوں میں جو اس قدر اختلاف ہے، اس کا یہ بہت بڑا سبب
ہے۔ آگے چلکر ہم دیکھیں گے کہ اس اختلاف کا ایک سبب اور بھی ہے اور وہ یہ کہ
اس میں بیاں مختلف رنگ کی تیس بھی ایسی گزشتہ زمانوں میں ہندوستان
میں بہت سی نسلوں کے لوگ آئے اور شروع شروع میں اگرچہ انھوں نے اپنے
کو بالکل الگ تھلک رکھنا چاہا لیکن وہ زیادہ عرصہ تک الگ نہ رہ سکے۔ اب
یہ کہنا دشوار ہے کہ ہندوستان میں فلاں شخص فلاں خاص نسل سے تعلق
رکھتا ہے۔

چڑھائی کی کردی بلین سکندر اس سے کب دینے والا تھا۔ اس نے خوب
جوا غمروں سے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ایرانی سپاہ کو شکست فاش دی۔ دارا
لڑائی میں کام آیا اور سکندر ایران کا بادشاہ ہو گیا۔ اور اس کے بعد افغانستان
و ہندوستان کو فتح کیا اور یونان کو واپس لوٹا تو راستے میں بائیں کے مقام پر چار دن
بیمار رہ کر وفات پائی۔

سردی کی آمد

ٹھنڈی ریت جبے دنیا میں آئی ہے اُدا اسی درختوں پر چھپانی
 دیکھو پتوں کو لاچار سے ہیں پیلے پیلے وہ بیمار سے ہیں
 چند دن میں وہ جھڑ جائیگے اب ٹھنٹ ہو جائیگی ڈالیاں سب
 فنگے ہوں گے بس اب پیڑ سارے جیسے بکیں ہوں آفت کے مارے
 موتیا ہو گا اب اور نہ بیلا اب بنفشہ رہے گا کیلا
 یا گلاب اور گیتند اکھلے گا سنترہ اور شریفہ ملے گا
 کمر کھامرو دانا را اور بھی سب انکے کھانے سے بھاگے گا آسیب
 گو بھی شعلہ، چمن، ریٹاڑ سیم آلو، ہٹرا اور گاجر
 سبزیاں یہ اور ان کے ملا وہ ایک سے ایک ہوں گی زیادہ
 پک گئی ایکھ گئے کھڑے ہیں بوئے لوگوں نے جو اد چنے ہیں
 ہوں گے بادام کا جو اور اخروٹ خشک میووں پہ جائیگا دل لوٹ

خوب موسم ہے سردی کا نیشہ
 ہوتے میوے ہیں بہتر سے بہتر

تھے کہانیاں

تین سوال

کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے وہ اس کے بیٹریں، کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے مذہبی پیشواؤں کو سلطنت کے زیادہ اہم اجزائے سرورینے اور کسی کسی نے واکٹرول اور بیکبول کا نام لیا غرض کہ جتنے منہ انہی باتیں تھیں۔

تیسرے سوال کے جواب میں کہ وہ دنیا کی کونسی حب سے زیادہ اہم چیز ہے جس کو کرنا چاہئے، کسی نے کہا کہ سائنس، کسی نے بتایا کہ فنِ جنگ سے واقفیت، بعضوں نے کہا کہ انہیں سب سے زیادہ بہتر اور دنیا کی اہم ترین چیز خدا کی عبادت ہے۔ تمام جوابوں میں کسی ایک جواب سے بھی بادشاہ کو قتل نہ ہوئی اس لئے کسی کو ایک جہ نہ ملا، اور اب دن رات اسی فکر میں رہنے لگا کہ کاش کسی ایسے شخص کا پتہ لگتا جو اپنے جوابات سے اس کو مطمئن کر سکتا۔ بالآخر اس کو ایک ایسے فقیر کا حال معلوم ہوا جو اپنی ذہانت اور داناؤ میں دور دور تک مشہور تھا، تمام لوگ اس کے پاس آتے اور اپنا مذاہن کر کے جو حصول مقصد کے بعد خوش خوش اپنے گہروں کو واپس جاتے تھے۔ بادشاہ اپنے جوابات کے معلوم کرنے کے لئے یحییٰ کو تو بھی خود فقیر کے پاس جانے کا ارادہ کر لیا۔

وہ فقیر ایک جنگل میں رہتا تھا، اور غریبوں ہی سے ملنا جلتا زیادہ پسند کرتا تھا، اس لئے بادشاہ معمولی کپڑے پہن گھوڑے پر سوار ہو کر جنگل کی طرف روانہ ہوا جب اس فقیر کا جھونپڑا قریب رہ گیا تو گھوڑا اپنے اردلی کو دسکر پایادہ چلا، جب بادشاہ جھونپڑے کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ فقیر زمین کو حفرے میں مشغول ہے اور وہ اپنی اس محنت کی وجہ سے بہت زیادہ تھک بھی چکا ہے فقیر کو دیکھتے ہی اس نے اپنے تینوں سوالات اس کی خدمت میں پیش کئے اور جواب کا طالب ہوا فقیر نے سوالات سے لیکن ایک کو بھی جواب نہ دیا اور برابر زمین کو حفرہ دلا، بادشاہ نے فقیر کو تھکا ہوا دیکھ کر پچاڑا اس کے ہاتھ سے لے لیا اور خود کو حفرہ میں گر گیا، فقیر نے اس کے اس نیک ارادہ پر شکر ادا کیا اور میٹھکھراستے لگا۔

بادشاہ تقریباً دو گھنٹہ تک وہاں کھو پچکا تھا کہ پھر اپنے سوالات کو بھرائے لیکن

ایک بادشاہ تھا، اس کے جی میں تین باتیں تھیں کہ وہ اگر وہ ہر کام کے لئے پہلے اس کا صحیح وقت معلوم کر سکتا۔ (۲) وہ کون سے اچھے لوگ ہیں جو زیادہ توجہ کے تحت ہیں اور وہ کون سے ہیں جن سے دور رہنا چاہئے (۳) وقت کا وہ کونسا کام ہے جو زیادہ اہم ہے اور جس کی طرف سب کو پہلے متوجہ ہونا چاہئے تو وہ کبھی دنیا کی کسی چیز میں ناکام نہ ہوتا۔

اس خیال کا آنا تھا کہ اس نے اپنی سلطنت میں یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص اس کے ان تینوں سوالوں کا صحیح صحیح جواب دیکھا وہ ضرور اجرات سے مالا مال کر دیا جائے گا۔ پہلا سوال یہ ہے کہ ہر کام کے لئے کون سا وقت سب سے زیادہ مناسب ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ کون سے لوگ ہیں جو زیادہ ضروری اور اہم ہو سکتے ہیں۔ اور تیسرا سوال یہ ہے کہ وہ کون سی سب سے اہم چیز ہے جس کو سب سے پہلے کرنا چاہئے۔

انعام و اکرام کے لالچ میں وقت کے بڑے بڑے عالم و فاضل باڈا کے حضور میں آئے اور اپنے اپنے جوابات دئے لیکن وہ جوابات بہت زیادہ ایک دوسرے سے مخالف تھے، پہلے سوال کے جواب میں بعض لوگوں نے کہا کہ ہر کام کو اس کے صحیح وقت پر انجام دینے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے سے اوقات ہر کام کے لئے تقسیم ہوں اور نہایت پابندی کے ساتھ وہ کام اسی وقت کیا جائے، بعضوں نے کہا کہ فیصلہ کرنا کہ کون سا وقت کس کام کے لئے زیادہ مناسب ہے ایک شخص کے بس سے باہر ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ ایک طریقہ ہو سکتا ہے کہ زمانے کے باطل اور باخبر حضرات کی ایک مجلس ہو جس کے زیر ہدایت ہر کام انجام پائے۔ ایک تیسری جماعت بھی تھی جس کا خیال ان دونوں کے علاوہ تھا اس نے کہا کہ صحیح وقت کا علم اس دنیا میں صرف ایک ہی گروہ کو ہے اور وہ ماحرہ کا ہے اس لئے اگر کسی شخص کو اپنا ہر کام اس کے ٹھیک وقت پر انجام دینا تو ساروں کو اپنا مشیر بنائے ورنہ اس قسم کا خیال کرنا ہی جہنم ہے۔ دوسرے سوال کے جواب میں بعضوں نے کہا کہ بادشاہ کو جن لوگوں

چلائے، میں اسی برس ارادہ سے تیرے پیچھے نکلا تھا، میرا خیال تھا کہ جب تو شام کو واپس ہوگا تو تار کی مٹی تیرے قتل کا چھاسو تھما دے گا، شام کو یہ سمجھ کر کہ تیری داپہی کا دمٹ قریب ہے، راستہ کے قریب آیا ہی تھا کہ تیرے سپاہیوں نے مجھ سے اچھی طرح واقف تھے، مجھے دیکھ کر ہلکا اور جھکوا کر بری حالت میں پہنچا دیا، اب اپنے اس گناہ عظیم پر توبہ کرنا چاہا اور زامہ ہوں یہ سوچ کر کہ ایک میں ہوں جو مجھے کو قتل کرنے آیا تھا اور ایک تو ہے جس نے مجھ پر ایسا زبردست احسان کیا، اس لئے اب مجھ سے عہد کرتا ہوں کہ جب تک میں زندہ رہوں گا، میں اور میری آل اولاد تیری ہیشتہ کے لئے غلام ہوگی، کاش تو اسے قبول کرے!

”اے بادشاہ میرے گناہ کو معاف کر“ اس شخص نے پھر ایک بار کہا بادشاہ اپنے ایک قدیم دشمن پر اپنے اس احسان سے اور مجھ کو دانی صبح پر بہت خوش ہوا، اپنا ملازم اس کی خدمت کے لئے اور اپنا خاص ڈاکٹر اس کے علاج کے لئے بھیجے گا وعدہ کیا اور نذر یہ بھی کہا کہ اس کی وہ جاہلاد جس کو اس نے ضبط کر کے بہت سے دلوں کو مجروح کیا ہے مکان پر پہنچے ہی داپہی کا حکم نافذ کرے گا۔

ان الفاظ کے بعد بادشاہ اس سے رخصت ہوا اور چلتے چلتے ایک آخری کوشش کے لئے فیر کے پاس گیا، فیر اس وقت انہیں کیا رہیوں میں جن کو گذشتہ دن کو دیکھا تھا، بیٹھ پڑا تھا، بادشاہ نے کہا کہ ”ہا ہا! مجھ پر رحم کر اور میرے سوالوں کا جواب دے“ فیر نے کہا کہ مجھے اپنے سوالوں کا جواب تو مل گیا۔

بادشاہ فیر کی اس گفتگو سے فیر ہوا پوچھا کہ بھلے آدمی تیرے اس کہنے کا کیا مقصد ہے؟ مجھے کب اور کس طرح جواب ملا؟ فیر نے کہا کہ کیا تو نے نہیں سمجھا، اچھا میں تجھے بھلائے دیتا ہوں۔ ”لیکن اس نے یوں گفتگو شروع کی۔

”اگر تو نے کل مجھ پر رحم نہ کیا ہوتا اور زمین کے کھودنے میں مشغول نہ ہوتا بلکہ گھر میں چلا جاتا تو یقیناً تھا کہ وہ تجھ پر حملہ کرتا اور تجھے افسوس کرنا پڑتا کہ ہائے میں کیوں فیر کے ہاں ٹھہر گیا۔ اس لئے وقت کا وہ حصہ جس کو تو زمین کے کھودنے میں صرف کر رہا تھا سب اہم تھا، اور میں تیرے لئے ضروری آدمی تھا اور مجھ پر رحم کرنا تیرا سب سے زیادہ بڑا شغل تھا

اس مرتبہ بھی اس کو کوئی جواب نہ ملا، اب فقیر اٹھا اور بادشاہ سے کہا کہ آپ نے بین کا کاکی حصہ کھودنے کے لیے تھوڑی دیر آرام کیجئے اور پھر اڑا مجھے دے دیجئے لیکن بادشاہ نے دینے سے انکار کیا اور برابر زمین کھودتا رہا۔ ایک دو گھنٹے کی لگاتار کوششوں کے بعد ایک مرتبہ پھر اس نے جوابات حاصل کرنے کی کوشش کی، بادشاہ نے کہا اے نیک دل اور عقلمند شخص! میں تیرے پاس صرف انہیں جوابات کی تمنا میں آیا ہوں اگر تو دے سکتا ہے تو دے ورنہ مجھے اجازت ہے تاکہ شام ہو رہی ہے میں گھر واپس چلا جاؤں۔“

بادشاہ کے یہ طے ابھی ختم نہ ہونے پاس تھے کہ فیر نے گھر کر کہا کہ دیکھو! دیکھو! وہ کون شخص ہے جو ہماری طرف ڈرتا ہوا چلا کر رہا ہے، بادشاہ نے جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ ایک زخمی شخص ٹھکل کی طرف بھاگا ہوا چلا کر رہا ہے پیٹ پر اس کا ہاتھ ہے اور خون کا فوارہ اس کے جسم سے جاری ہوا اور جوں ہی کہ وہ ان کے قریب پہنچا غش کھا کر زمین پر گر پڑا، بادشاہ اور فقیر دونوں اس کی یہ حالت دیکھ کر اسے ہوش میں لانے کی تدبیریں کرنے لگے۔

بادشاہ نے اس کے زخم کو اچھی طرح دھویا اور اپنے رومال سے اس کی بچی باندھی لیکن اس کے باوجود خون کی روانی میں کمی نہ آئی، اس لئے دوبارہ دھویا اور ایک خوب کسر بچی باندھی اور اس مرتبہ خون کی روانی بند ہو گئی۔ پانی کا اشارہ ہا کر بادشاہ نے اسے پانی لا کر دیا۔ اتنے میں شام ہو گئی اور سورج غروب ہو گیا۔ بادشاہ اور فقیر دونوں ملکر اسے جھونپڑے میں لے گئے اور وہاں اسے لٹا دیا۔ بادشاہ جو اس قسم کی محنت کا عادی نہ تھا، یکبارگی اتنی محنت کرنے کی وجہ سے تھک کر چورچور ہو گیا تھلا فرش پر پڑتے ہی گہری نیند میں سو گیا۔ صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو سب سے پہلی آواز جو اس کے کان میں پڑی وہ یہ تھی کہ ”مجھے معاف کر دو“ یہ آواز اس نچی کی تھی جس کی بادشاہ اور فیر نے اپنی ہمدردی اور محنت سے جان بچائی تھی۔

بادشاہ کو اس آواز پر بڑا اچھٹا ہوا وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ اچھی شخص اس سے اس قسم کا مطالبہ کیوں کر رہا ہے، اس لئے بادشاہ نے اس شخص سے پوچھا کہ تمہارے اس کہنے کا کیا مقصد ہے، اس اچھی شخص نے جواب دیا کہ اے بادشاہ تو مجھے نہیں پہچانتا لیکن میں تجھے خوب جانتا ہوں۔ میں تیرا ایک قدیم دشمن ہوں میں نے تیرے قتل کا ارادہ کیا تھا اس لئے کہ تو نے تیرے بیانی کو چھانی دی تھی اور اس کی جائیداد ضبط کر لی تھی، کل جب تو گھر سے

دنیا کا سب سے بڑا موجد

کارخانہ کے مالک نے ایک بہت بڑے انعام کا اعلان کیا بہت سے قابل انجینیئروں نے انعام حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام آئے۔ اتفاقاً ایڈسین ٹین کو درست کرنے میں کامیاب ہو گیا اور انعام حاصل کیا۔ مالک کارخانہ نے اب اس کو اپنا حصہ دار بنایا ایڈسین کو اب اپنی قابلیت دکھانے کا موقع ملا اس نے پے درپے نئی نئی چیزیں نکالنی شروع کیں۔ اور آہستہ آہستہ اس کی شہرت بھی پھیلتی گئی۔ آخر متعدد دسالوں کی محنت کے بعد اس نے بجلی اور گراموفون ایجاد کئے جسکی وجہ سے اس کا نام بچہ بچہ کی زبان پر مشہور ہو گیا۔ اور اسے مونیہ کا موجد عظیم کا خطاب دیا گیا۔ اس کے بعد ایڈسین نے اور بھی چیزیں ایجاد کیں اور یہ سلسلہ ابھی تک ختم نہیں ہوا۔ لیکن اس کی بانی ماندہ ایجادیں مذکورہ بالا دو ایجاد کو کو نہیں پہنچیں۔

بقیہ صفحہ ۱۲

اور اسی طرح سے اس کے بعد جبکہ اپنی شخصیت دور تا دور آیا سب سے زیادہ اہمیت وہ صاحبِ کتواں کی چچی باندھے میں مشغول تھا۔ کیونکہ اگر تو ایسا نہ کرتا تو وہ شخص بنیر قحبے صل کے ہونے دنیا سے محار جاتا۔ اس لئے وہ اپنی شخصیت پر سے لئے سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہوا اور تیرا چچی باندھے کا کام سب سے زیادہ اہم کام تھا۔

”اس لئے اسے بادشاہ یا در کو کہ ان کے لئے زمانہ معلوم قوت کا سب سے زیادہ قوتی حصہ ہے، اس لئے کہ انسان اگر وقت کے کسی حصہ پر قابو پاسکتا ہے تو وہ یہی زمانہ ہے اور وہ شخص جو سب سے زیادہ اپنے قریب ہو وہی اس کے لئے سب سے بڑا اور اہم انسان ہے اس لئے کہ اس معلوم اس کے بعد بھی کوئی ایسا شخص ہو سکتا ہو انہیں جس سے کسی قسم کا معاملہ کیا جاسکے۔“

بچہ انم نے اکثر و لمتندوں کی کمائیاں سنی ہو گئی۔ لیکن آج ہم تم کو ایک ایسے مشہور ترین دولتمند اور موجد کا حال سناتے ہیں جس نے ایک اونٹے درجے سے ترقی کی اور آخر دنیا کے مشہور ترین آدمیوں میں شمار ہونے لگا۔

ایڈسین امریکہ کے ایک قصبے میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ ایک نہایت محنت مندان آدمی تھا۔ ابھی یہ کم عمر ہی تھا کہ اس کا باپ فوت ہو گیا اور عموں نے اسے اپنی روزی کی فکر کرنی پڑی۔ یہ شروع شروع میں اخباروں کا ایڈیٹر ہو گیا اور اس کے سپرد یہ کام تھا کہ دیل گاڑیوں پر اخبارات فروخت کیا کرے۔ جب اس کے پاس کچھ پیسہ جمع ہو گیا تو اس نے ایک چھوٹا سا ہستی پرس خرید لیا اور اپنا ذاتی اخبار نکالنے لگا جس میں زیادہ تر گاڑیوں کے آنے جانے کا وقت اور مسافروں کے حالات درج ہوتے تھے۔ لیکن یہ کام بھی زیادہ دنوں تک نہ چل سکا۔ ایک دن یہ کچھ جلا رہا تھا کہ کمرے کو آگ لگ گئی اور تمام گاڑی جل گئی۔ انہوں نے اسے وہاں سے نکال دیا اور یہ پریشان ادھر ادھر بھیرنے لگا۔

اتفاقاً اسی زمانہ میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے اس کی بعد کی کامیابیوں کا دروازہ کھول دیا۔ ایک دن یہ لائن کے پاس کھڑا تھا۔ سامنے سے گاڑی آرہی تھی۔ بتھوڑی دیر میں جب گاڑی بالکل قریب آگئی تو اسے معلوم ہوا کہ لائن پر ایک بچہ پھیل رہا ہے۔ اس نے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے محبت سے بچہ کو اٹھالیا۔ اتفاق سے یہ بچہ وہاں کے انٹین ماسٹر کا تھا۔ وہ اس واقعہ سے اتنا خوش ہوا کہ اس نے ایڈسین کو تار کا کام سکھا دیا اور پھر خود ہی اس کی سفارش کر کے اسے اسٹینٹ ماسٹر کی جگہ بھی دلادی۔

اس زمانہ میں ایک مشہور کارخانے کی ایک مشین خراب ہو گئی

پرٹھو اور ہنسو

نادان بھائی

کاتب صاحب :- (اپنے چھوٹے بھائی سے) میاں اچھو! ذرا یہ پیالی لینا اور اوتلی سے تھوڑا بارش کا پانی اس میں لے آؤ۔ اچھو :- نہیں بھئی میں باہر نہیں جاسکتا۔ بارش ہو رہی ہے۔

نہنا بچہ

لڑکا :- ڈاکٹر صاحب! مجھے گولیوں کا ایک کبس اور چاہیئے۔ ڈاکٹر صاحب :- (چونک کر) کیا ان سے فائدہ ہو رہا ہے؟ لڑکا :- نہیں ڈاکٹر صاحب! یہ میری بوائی بندوق کے لئے پھرتی۔ کابیت اچھا کام دیتی ہے۔

بھولا لڑکا

شکاری :- (ایک لڑکے سے) میاں صاحب! تم نے ادھر سے کتنی گوش کو بھاگتے ہوا دیکھا ہے؟ لڑکا :- خر گوش! وہ بڑے بڑے کانوں والا! شکاری :- ہاں ہاں، وہی بتاؤ کہ بھاگا؟ لڑکا :- میں نے دیکھا تو نہیں لیکن میں سمجھ گیا کہ وہ خر گوش کیسا تھا۔

بیوقوف تیراک

ایک صاحب :- (ایک تیراک سے) کیا تم یہ دیا پار کر سکتے ہو؟ تیراک :- جی ہاں، میں نے ایک بار کوشش تو کی تھی لیکن کامیاب نہ ہوا۔

صاحب :- وہ کیسے؟

تیراک :- میں تقریباً تین چوتھائی حصہ پار کر چکا تھا لیکن اس وقت مجھے خیال آکا کہ میں پار نہیں پہنچ سکتا اسلئے پھر واپس لوٹ آیا۔

بدحواس لڑکا

استاد :- (ایک نٹ کٹ لڑکے سے) احمد! تم ادھر آؤ دھر کیا تلاش کرتے پھر رہے ہو؟ لڑکا :- اکی کھوگئی، ڈھونڈ رہا ہوں، نہیں ملتی ہے۔ استاد :- میں نے تم سے کئی بار کہا کہ ہر چیز کی ایک جگہ ہوتی ہے۔ لڑکا :- جناب! اُسے بھی تلاش کیا تھا، نہیں ملی۔

بیوقوف لڑکا

استاد کسی بہادر شخص کا قصہ درجہ میں پڑھ کر سن رہا تھا کہ وہ اپنی جوانی کے زمانہ میں تین بار دریا کو پار کر گئے تھے۔ ایک لڑکا یہ سنا رچکا ہنس رہا تھا کہ استاد نے دیکھ لیا اور ڈانٹ کر پوچھا کہ سننے نہیں؟ کیوں نہیں رہے ہو؟

لڑکا آہستہ سے بولا کہ جناب مجھے اس کی بیوقوفی پر ہنسی آرہی ہے کہ وہ تیسری بار کیوں دریا کو پار کر گئے؟ کوشش کرتا تھا جبکہ وہ جانتا تھا کہ اس کے کہنے وغیرہ سب دریا کے اسی طرف رہ جائیں گے۔

نادان طالب علم

ایک بار کسی جماعت میں پچھلیوں کے متعلق ذکر ہو رہا تھا جب پورا بیان ہو چکا تو استاد نے لڑکوں سے کہا کہ اچھا اب اس پر ایک مضمون لکھ کر لے آؤ۔ دوسرے دن ایک لڑکے نے اپنی کاپی پیش کی جس میں اس نے لکھا تھا کہ "بعض بڑی بڑی پچھلیاں چھوٹی چھوٹی پچھلیوں کو نگل جاتی ہیں، لیکن میں یہ نہیں سمجھتا کہ وہ ڈبے کیونکر کھول لیتی ہوگی؟"

علمی جواہر ریشے

اردو کتابوں کی سب سے بڑی دکان

مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی

از ہماز العرب - جنت و شہادت، سخاوت و مروت اور علم
مکت کے بہترین عربی اشعار کا گلدستہ - قیمت ۳۰۰
انتخاب مضامین جوہر - طبیار جامعہ کے علمی رسالہ جوہر کے
منتخب علمی ادبی اور تاریخی مضامین - قیمت ۱۰۰
اورنگ زیب عالمگیر - مولانا شبلی کی معرکہ الآراء تعقیف
طباعت و کتابت نفیس - قیمت ۱۰۰
مقدمہ معروضہ شاعری - خواجہ حالی کے دیوان کا مقدمہ -
اردو شاعری کے مناسبت پر لطیف تبصرہ معہ نوٹوں خواجہ مرحوم
قیمت ۱۰۰
صلاح کاد - غضنوان شباب کے جذبات کے نیشہ فراز
پرگھری نظر - اوراد و حاجی زندگی کے لئے ولسور مشیر -
از جوہری محمد علی صاحب تعلقہ دارادولی - قیمت ۱۰۰
خطبہ صدارت - شیخ الحد مرچوم کا تاریخی خطبہ صدارت
جو تقریب امتحان جامعہ پڑھا تھا - قیمت ۲۰۰
جمال الدین افغانی - اتحاد اسلامی کے داعی اور شرق
کے معجز عظیم سید جمال الدین افغانی کے حالات زندگی سید
صاحب اور ان کے جانشین شیخ محمد عبود کی تصاویر بھی
شامل ہیں - قیمت ۱۰۰
انتخاب میر - زبان اردو کے زندہ جاوید شاعر میر تقی میر
کے کلام کا ایک خاص نقطہ نظر سے انتخاب معہ مقدمہ حالات
میر - مرتبہ مولوی نور الرحمن صاحب بی اے دلیک
قیمت ۱۰۰

اردو کتابوں کی سب سے بڑی دکان

مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی

دیوان غالب - طبیار کی سہولت اور روزمرہ کے استعمال
کے لئے مناسب - قیمت ۱۰۰
مسدس حالی - طبیار کے استعمال کے لئے - مجلد ہونے
کے باوجود - قیمت ۱۰۰
مسلمانوں کی تعلیم اور جامعہ ملیہ - اس رسالہ میں ڈاکٹر
سید عابد حسین صاحب نے تعلیم کی غایت اور مسلمانوں کی موجودہ
تعلیمی ضروریات پر بے حد مفید بحث کی ہے - قیمت ۱۰۰
خطبہ صدارت - شیخ الملک مرحوم کا عالمانہ خطبہ جو اول
تعلیم اسناد میں پڑھا گیا تھا - قیمت ۱۰۰
اسلامی تہذیب اور قومی تعلیم - ڈاکٹر سر بی، سی، اے
کے خطبہ صدارت کا اردو ترجمہ - مسلمانوں کی حیرت انگیز علمی
ادبی ترقی کا خاکہ - قیمت ۱۰۰ (اصل انگریزی) ۱۰۰
قومی و اسلامی تعلیم کا نظام - رئیس الاحرار مولانا محمد علی
صاحب کی تعلیمی اسکیم - قیمت ۱۰۰
عرض جوہر - مجموعہ کلام مولانا محمد علی صاحب - قیمت ۱۰۰
نامہ مشیر - شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی کا منظم خط
ایک دوست کے نام - قیمت ۱۰۰
نالہ مشیر - دیوان کا پہلا حصہ - قیمت ۱۰۰
کلام مشیر - دیوان کا دوسرا حصہ - بیشتر نظمیں نئی تالیف
کشمیر اور یورپ کے ہر فضا مقامات میں لکھی گئی ہیں قیمت ۱۰۰
الورد والربحان - بیچ بخاری اور بیچ مسلم کی حدیثوں کا
انتخاب معہ ترجمہ نظم و نثر - قیمت ۱۰۰

اگر آپ کو

عہد مضبوط، دیرپا، خوبصورت
تفصیل اور بناؤں کی قیمت
سامان بھیل میں ان کی ادا شدگی
فَلَا تَعِدُّ لَكُمْ يَوْمَئِذٍ سَعَةً
شہر یا ملک کو بنا دو کہیں

ہمارا سامان ہاکی

اپنی خوبی، عملی منصوبہ اور نیشہ ارزاں ہونے کی وجہ سے ثابت مقبول ہو چکا ہے جس میں جو شوقین کھیل کھیلوں کے سرگرمی اور اسکولوں کے ہیڈ ماسٹر صاحبان بطور دانش منگاتے ہیں اس کی عملی منصوبہ اور نفاست کو دیکھ کر رشید ہونے جاتے ہیں۔ چنانچہ یہی ہمارا سان ہل کی ایک چھوٹی سی تاریخ کے منگائی گئی انہوں نے روزمرہ کی پیمائش اور مقابلے کے سچوں میں جیب خواہش عمدہ اور مضبوطی کا عملی سے اعلیٰ سرمدہ دیکھ کر یوٹیوٹو آرڈرڈوں کو مستند فریضہ اور کھانا کے متعلق خریدائینے کے علاوہ کھینے کے ہمارا سان ہل

عہد گیارہ سال سے متعلق طور پر ہندوستان بھر کے کھلوں، کاجھل، چھینٹوں، ریاستوں اور ملکوں میں کثرتِ تغیر دیکھنے کے علاوہ ممالکِ غیر میں بھی منگو جاتا ہے۔ اس اثنا میں متعدد شہریت اور ناموری میں اپنی دیانتداری کی وجہ سے کھانا کھنصیب ہوئی ہے شاید ہی کسی اور دوسرے کو کوئی جو۔ اس پر بھی اپنا ان پٹیاں آڑو گھجگر ہماری صداقت کا امتحان کریں۔ ذیل میں مختصر فقرہ سمان تکمیل درج ہے جس پر ہر مریخِ کمالیہ خاص رعایت دینی چاہیگی جب ضرورت کو ملحوظ رکھیں۔

[illegible]

مارکاپتہ رجسٹری شدہ
"Malik" Sialkot City.

ملنے کا پتہ جنرل منجر ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ، شہر ہایکوٹ

سامان بذریعہ دہلی پی پارسلوں کے در سال ہونگا خرچ
ڈاکٹ پارسل درگزراہ وغیرہ حالت میں نہ خریدار ہونگا

طابع و ناشر: ڈاکٹر عابد حسین صاحب پی ایچ ڈی (ایرلن) مطبع جید برقی پریس، دہلی

ٹیلیفون نمبر ۲۲۱۹

رجسٹرڈ ایل ۱۹۶۱

نرخ نامہ شہزاد

فی صفحہ ستر

نصف صر

پوٹھانی صر

نرخ نامہ چنبدہ

سالانہ عار

ششماہی صر

فی پچھ صر

پیام

اڈیٹر: سعید انصاری بی۔ اے جہلی

جلد ۸

۲۲ فروری ۱۹۳۰ء

نمبر ۴۸

نظام حیدر آباد کا گرانہا عطیہ سیٹھ جلال محمد کی تشریف آوری ص

فہرست مضامین

نمبر شمار

۱۰	نظم	۲	اخبار نویس	دنیا میں کیا ہو رہا ہے !
۱۲۹۱۱	رقیہ ریحانہ		منشی عبدالقیوم حسن	اردو کی ابتدائی تعلیم کا بنیاد
	محمد صادق علیا علم		خطاط مراد آباد	کوالیٹ جامعہ -
۱۲	کشن دیال با اسکول		کوالیٹ بخار	رمضان اور اسکے روزے -
	نذیر حسین صاحب		مولوی غلیل احمد	بحری تار برقی (۱)
۱۳	متعلم جامعہ		محمد اود علی لطیف	محمد علی پاشا
	مسعود اختر صاحب متعلم جامعہ		دادا بھائی رنگون	نئی مئی یا سینی
۱۳۱۵	مہربانی کا بدلہ مہربانی سے		محمد عمر صاحب خلیلی	
	و نقدیروندہ ہیر		متعلم جامعہ	
	بچوں کے کھیل		سید نصیر احمد کھٹک جلی	
	اشتہارات			

دنیا میں کیسا ہو رہا ہے؟

افغانستان میں پھر ہنگامہ اور فساد کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اس منصب ملک کو ایک عرصہ تک امن و امان کی صورت دیکھی نصیب نہ ہوگی اور زرقی و عروج اسکی قسمت میں نہیں ہے۔ گزشتہ تاروں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شنواری قبیلہ نے شاہ نادر شاہ کے خلاف علم بغاوت بلند کر رکھا ہے اور شاہ موصوف کو اس کے فرو کرنے میں بھی حاسی زحمت اٹھانی پڑ رہی ہے۔

ہندوستانی ہوا باز منموہن سنگھ جو آغاخان کا انعام حاصل کرنے کے لئے انگلستان سے لڑا تھا اسے پیلزڈ ائی میں آکر پھجیوڑا اڑنا پڑا۔ اس کے جہاز کے انجن میں اس مرتبہ بھی کوئی خرابی پیدا ہو گئی۔ جس سے اسے یکساں گئی پتے انا پڑا۔ اس میں اسے کھنٹیف سی چوٹ بھی لگتی ہے۔

ایک ولایتی اخبار کا نامہ نگار جو روم ڈاٹلی میں رہتا ہے، وہ اپنے اخبار کو اطلاع دیتا ہے کہ امان اسد خاں پھر اپنے وطن افغانستان کو واپس جا رہے ہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو نہ جانے افغانستان میں آئندہ کیا صورت حال پیدا ہوگی۔

بلوہ اور فسادات کچھ ہندوستان ہی کا خاصہ نہیں۔ ریاست میکیکو (امریکہ) کے پایہ تخت ریواڈی جنیر وے اطلاع آتی ہے کہ وہاں نئے صدر کے انتخاب کے مسئلہ پر اس وقت تک آؤمی گولی سے مانے جا چکے ہیں۔ اور ۳۰ زخمی ہوئے ہیں اور ابھی تاریخ انتخاب تک نہ جانے کتنی اور جا میں ضائع ہو چکی۔

مہاتما گاندھی جی نے بہت غور و فکر کے بعد بالآخر رسول نافرمانی شروع کرنے کا حل پایا ہے۔ ان کا ارادہ اسے دو طرح سے شروع کرنے کا ہے۔ ایک تو ہندو کی طرح پریمی کسی مخصوص طبقہ لوگوں کو تیار کر کے ان سے تمام سول قوانین کی نافرمانی کرانا۔ دوسرے بعض قوانین کو لے کر تمام ہندوستان سے اس کی خلاف ورزی کرانا۔ مثلاً ملک کے محصول کے خلاف مہاتما جی کا خیال ہے کہ اگر اس قانون شکنی کے سلسلہ میں کسی قسم کا بلوہ و فساد ہوا تو اس سے بارہوولی کی طرح اس تحریک پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔

اسمبلی کے اندر مسٹر ٹیل اور ہوم ممبر کی لڑائی جو گزشتہ کئی ہفتے سے جاری ہے اس میں مزید پیچیدگیاں پیدا ہو چکی ہیں اور پنڈت مالوی جی کی صلہ کرنے کی کوششیں کچھ بھی بار آور نہیں ہوئیں۔ صدر نے گیلریوں کے بند کر دئے جانے کا جو قطعی حکم دیا تھا، اس سے وہ نئے نظر نہیں آتے ہیں بلکہ لٹے وہ پولیس بلانے پر ہوم ممبر سے معافی مانگنے کا مطالبہ کر رہے ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر صدر نے اپنے رویہ میں تبدیلی نہیں کی تو انہیں اپنا عہدے سے علیحدہ ہو جانا پڑے گا۔ عفریب و ایسے ایک اعلان کرنیوالے ہیں جس سے ممکن ہے کہ یہ صورت حال ختم ہو جائے۔

نہایت مستند ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ مہاتما گاندھی جی ہر راجہ سول نافرمانی شروع کرنے والے ہیں۔ ہر راجہ کو آپ اپنا اعلان جنگ و ایسے اس کے پاس بھیجے والے ہیں اور ہر راجہ کو رخصت کاروں کی پہلی جماعت نمائندہ بنانے کے لئے بلکے گی یہ بھی معلوم ہوا کہ ملک بنانے کی حکمتوں کا انتخاب ہو گیا ہے اور سمجھوڑا سا نمک بنا کر دیکھا اور چپکھا جی کیا ہے۔

اردو کی ابتدائی تعلیم کا نیا قاعدہ

مفتی عبدالقیوم صاحب الخطاط مراد آبادی نے اردو کی ابتدائی تعلیم کا یہ نیا طریقہ خود اپنے فہم اور تجربہ سے حاصل ہے جو ابتدائی تعلیم کے دیکھیے رکھنے والے حضرات کے غور و فکر کیلئے پیش کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ دیگر حضرات بھی اپنے خیالات اور تجربہ سے ناظرین کو مستفید ہو سکیں گے۔ کسی قریبی اشاعت میں انشاء اللہ ہم ابتدائی تعلیم کے ایک اور جدید طریقہ سے ناظرین کو روشناس کر سکتے ہیں۔

(ادبیٹر)

ابجد کی تعلیم کے جو طریقے اور قاعدے قرون وسطیٰ میں افنوس سے لے کر وہ بچوں کی عقل و فہم کے مطابق نہیں ہیں۔ اکثر نئے شکلات کے ابتدائی تعلیم سے متفرق اور استادمائے غائف نظر آتے ہیں۔ ضرورت تو اسکی تھی کہ انکی عقل پر تدریجی طور پر زور دیا جائے اور جو کچھ بتلایا جائے اسکو سمجھ سکے۔ اس طرح سے انکے قواعد عقل نشوونما پاتے اور تعلیم کا گنگو آب رائے دماغ کو مضحک نہ کرتا حیرت ہے کہ اس جانب اباب علم نے بہت کم توجہ فرمائی اور یہی وجہ ہے کہ اب تک اسکی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ کوئی اردو کا اچھا قاعدہ ہونا۔ ناچار مجھ جیسا کہ عقل شخص آج اس باب میں کچھ عرض کرنے کی جرات کر رہا ہے اور چاہتا ہے کہ اہل علم و صاحب فکر اصحاب بالخصوص استادہ جامعہ ملیہ اپنا کچھ قیمتی وقت صرف فرما کر غور و فکر کے بعد اس بڑی ضرورت کو پورا فرمائیں۔

میں نے نہ کوئی جدید طریقہ تعلیم معلوم کیا ہے اور نہ کسی جدید قاعدہ کا مصنف ہوں البتہ چاہتا ہوں کہ اس طریقہ اور قاعدے سے بچوں کو ابتدائی میں کیوں نہ خبردار کر دیا جائے کہ جس سے میں اور آپ اخبار و کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں۔ یعنی آپ کو جب کسی عبارت کا بڑھنا مقصود ہوتا ہے تو الفاظ کے حروف کے ناموں کا تصور کے بغیر اور ان پر عمل کے عمل سے قطع نظر کرتے ہوئے اور بجا بلکی ابھنوں سے دور در زبان پر لفظ اور جملے رواں ہو جاتے ہیں۔ شاید آپ متعجب ہو گئے کہ بات جب کو آپ نے برسوں کی محنت اور مشق کے بعد حاصل کی ہے بچوں کو ابتدا ہی میں

کیونکہ تبتلائی جاسکے گی۔ اگر میں اپنے نمونہ قاعدہ کا سہل طریق تعلیم اور آسان قاعدوں کو اپنی طرح پر بیان کر سکا تو آپ کا یہ استعجاب باقی نہ رہیگا۔

ہم اسے صرف ابجد میں جو تفادیس ہیں ان میں اولین یہ ہے کہ حروف کی آوازیں مفرد ہونے کے بجائے دو یا تین آوازوں سے مرکب ہیں جو بجا میں سخت مشکلات کا باعث ہوتی ہیں۔ "کاف" جسے چھوٹے لفظ کی بجا بڑے لفظ کا اور چھوٹے لفظ میں آوازیں داکرنے پر دھرتی الفاظ بننے میں بعض لفظوں کی بجا تو مجھ سے بھی نہ ہو سکیں۔ آپ بھی غور فرمائیے "کیوں" "کنوں" وغیرہ

وہ تمام مفرد مرکب آوازیں جو انسان اپنے فضا و مضمک کے لہار کیلئے اپنے منہ سے نکالتا ہے بہت ہی پیچیدہ مفرد آوازوں سے مرکب ہوتے ہیں اور زبان کا ایک بڑا ذخیرہ الفاظ انہی چند آوازوں کی آمیزش سے تیار ہو گیا ہے۔ یہی وہ غفر آوازیں ہیں جن کو ہم حروف کہہ سکتے ہیں۔ اور انکی ایک ایک شکل تجوید کی گئی ہے۔ جسکے ذریعے ہم اسے اچھے اور فقیریں کا غبار تحریر ہوتی ہیں جب یہ غلط ہے کہ ہم اسے ہر لفظ کی آوازوں سے مرکب ہوتا ہے تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہم اسے جو کہتے ہوئے حروف کی آواز ہی مفرد اور ایک ہی ہوتی جا پڑے۔ ورنہ لفظ اور حرف کی تعریف میں کوئی فرق نہیں ہے گا۔

اس لئے میری خواہش ہو کہ ابجد کے قدیم نام ترک کر کے مفرد آوازیں اختیار کی جائیں یعنی آ ب ج وغیرہ خود عربی میں اکثر حروف کے نام قریب قریب ایسی ہیں ہیں مثلاً پ ت ث ج و ز ح و غیرہ۔ الف جیم وال وغیرہ نام عربی کے ذاتی نہیں بلکہ عربی و سریانی سے مستعار لئے گئے ہیں۔ اس لئے موجود ضرورت کی بنا پر اس میں ترمیم کا حق حاصل ہے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ حروف کی ترتیب میں کسی خاص اصول اور سہولت کو نہ نظر نہیں رکھا گیا بلکہ بعض دوسری زبانوں کی ابجد کی ترتیب کو قائم رکھتے ہوئے بعض حروف و تقاضات اضافہ کئے گئے اور ضرورت ان میں نقطہ دم و ناخر سے کام لیا گیا۔ مثلاً عبرانی کی ترتیب ملاحظہ فرمائیے۔ ا ب ج د ہ و ز ح ط ی ک ل م ن س ع ت ص ق ر ش ت۔ نیز ملاحظہ سریانی کی بھی غالباً یہی ترتیب ہوگی۔ لاطینی حروف کی ترتیب کئی دیگر عربی کے مطابق ہے ملاحظہ ہو۔ a b c d۔ ابجد۔

۱۱) k-l-m-n۔ a-b-c۔ q۔ r۔ s۔ t۔ عربی میں بھی بعض جگہ یہی ترتیب تاج تک قائم ہے۔

غالباً اس خیال اس امر پر غور ہی نہیں کیا گیا کہ بچوں کی تعلیمی سہولت کس ترتیب کو چاہتی ہے میری رائے میں حسب ذیل ترتیب مناسب ہوگی اس پر غور فرمائیے اور جو تفصیل باقی ہوں انکے دور کرنے کی کوشش فرمائیے۔
(۱) ا ر ز ژ د ڈ و۔ ط۔ ظ۔

(۲) ب ت پ ث ٹ ق ن ی۔

ح ج خ ع ج غ۔

س ش ص ض ل ک گ م ہ۔

اس ترتیب کی سہولت ملاحظہ فرمائیے۔

پہلی سطح کے نو حروف ایسے ہیں جو اہم مخلوط نہیں ہوتے اور دوسرے حروف سے بھی جبکہ قبل واقع ہوں نہیں ملتے اور ان سے مرکب ہو کر الفاظ میں گنان میں انکی صورت ملتے حال قائم رہتی اور ط ظ دوسرے حروف سے ملکر اپنی حالتیں کوئی تغیر پیدا نہیں کرتے۔ مثلاً اب۔ دب۔ ڈر۔ دس۔ راج۔ وال۔ دوات۔ درواؤ۔ وغیرہ۔ ابتدائی اسباق میں ایسی قسم کے الفاظ ملنے جائیں گے۔

ب ت وغیرہ کیساتھ ت ف ق و ن ی کو اس لئے لایا گیا ہے کہ جب یہ حروف دوسرے حروف سے ملتے ہیں تو انکی جو صورتیں ہیں وہ اسی ترتیب کو چاہتی ہیں ملاحظہ ہو بانا تا با خا قا۔

ح چونکہ نقطہ سے خالی ہے اس لئے اس کو اول دوسرے حروف کو دوم و سوم ہونا چاہئے۔

ل ک گ کا تہجی فرق اسی ترتیب کا مقتضی ہے اسکی دوسری تشکیل ملاحظہ فرمائیے۔ پ۔ ب۔ گ۔ ب۔ آخر میں م بہتے ہیں۔ تم جب حروف کے شروع میں آئیے تو وہ مانو تا ہے اور "ا" اس لئے انکی ترتیب بھی کچھ نامناسب نہ کہی جائے گی۔

اردو ابجد میں ہم آواز حروف جنکا صحیح تلفظ ایک قاری ہی خوب کر سکتا ہے اور جنکو بچے ادا نہیں کر سکتے اگر ابتدائی اسباق سے زائد حروف نکال دئے جائیں تو میرے خیال میں یہ بھی سہولت و آسانی کے لئے اچھا ہوگا۔ مثلاً ث س ص ذ و ح ظ ی۔ ہ۔ ط۔ ل۔ ع۔ س۔ س۔ ز۔ ت۔ ل۔ کو

قائم رکھا جائے اور ث۔ ص۔ ذ۔ ح۔ ط اور ع کو خارج کر دیا جائے۔ وی سے جو مختلف مواقع پر جدا جدا طور پر کام لیا جاتا ہے یہ بھی وقت اور انجمن سپلارکٹا ہے اس طرح حروف ابجد کی تعداد تو ضرور کم ہوگئی لیکن چند مشکل فائدوں کا اضافہ ہو گیا۔ یعنی ایک واؤ دوسرا واؤ معروف تیرا واؤ جھول پو تھا واؤ ماقبل مفتوح۔ یہی حالت "ی" کی ہے۔ میری تجویز ہے کہ ان سب کے ایک ایک حرف اور ڈھالایا جائے۔

یعنی (واؤ ماقبل مفتوح) "و" "تلفظ" "او"

(واؤ معروف) "ؤ" "ا" "او"

(واؤ جھول) "و" "ا" "او"

(یائے ماقبل مفتوح) "ی" "ا" "ای"

(یائے معروف) "ی" "ا" "ای"

(یائے جھول) "ے" "ا" "ای"

اور بحالت آمیزش یا (ا) یا (یائے ماقبل مفتوح) یا (یائے معروف) یا (یائے جھول)

اس طریق سے کچھ کبھی (مور) میل وغیرہ الفاظ کو غلط نہیں پڑھ سکے گا۔ اور اس طرح بچا میں جو آسانی اور سہولت سپلدا ہوگئی ہے اس کا اندازہ آپ کو اسی وقت بخوبی ہو سکے گا جبکہ بچہ اس ڈھنگ سے عبارت پڑھ رہا ہوگا۔

نون کی ایک دوسری قسم نون غنسیہ جبکو ایسی حالت میں جبکہ وہ لفظ کے آخر میں آئے "ن" بلا نقطہ کے لکھا جاتا ہے۔ لیکن جب وہ درمیان میں واقع ہوں "ن" لکھا جاتا ہے۔ جیسے "چاند" میں۔ میری تجویز ہے کہ اسکو اس طرح لکھا جائے جبکہ لفظ کے آخر میں آئے۔ ن اور درمیان میں ہوں "چاند"

"پیام تعلیم" میں اساتذہ اور معلمین کے لئے جیسے مضامین وقتاً فوقتاً ملتے ہیں، ویسے شکل سے کسی انگریزی پریس میں بھی ملیں گے ایسے اس کام کا متنازعہ صرف طلبہ بلکہ استادوں کے لئے بھی فائدہ سے خالی نہیں۔

کو ایف جامعہ

دوسری بار آپ قریب شام کے تشریف لائے جبکہ جامعہ بند ہو چکی تھی۔ اس وقت آپ کھیل کے میدان میں تشریف لگے اور وہاں اپنے جامعہ کی ہال کی ٹیم کا کھیل دیکھا جس سے آپ بہت خوش ہوئے۔ اسکے بعد آپ چھوٹے بچوں کی تربیت گاہ فاکس ہسٹل میں تشریف لائے جہاں آپ نے بچوں کے رہنے بہنے اور ان کے تعلیم و تربیت کے طریقے کو ملاحظہ فرمایا۔ یہاں بچوں نے آپ کو مختلف نظریں بنایت خوش گلوئی کیساتھ پڑھ کر سنائیں جس سے آپ بے حد محفوظ ہوئے۔

۲۰ فروری کی شب میں ”انجمن اساتذہ“ کی طرف سے ڈزدیا گیا جس میں آپ کے علاوہ اس کے لوگوں میں مولوی شفیع، داؤدی، ممبر اسمبلی، مولوی مرتضیٰ، ممبر اسمبلی، مولانا عبدالمطیف فاروقی، صاحب ممبر اسمبلی اور مولانا محمد علی، صاحب بھی ہوئے تھے۔ ٹھیک سو اٹھ بجے آپ تشریف لائے۔ طعام کے بعد ایک خدمت میں مولانا خواجہ عبدالحی صاحب ”انجمن اساتذہ“ نے ایڈریس پیش کیا جو ایک خوشنمیزی کا کام کی بنی ہوئی گشتی میں رکھ کر پیش کیا گیا۔ بیٹھ صاحب موصوف نے ایڈریس کے جواب میں ایک مختصر فی البدیہہ تقریر کی جس میں آپ نے جنوبی ہند میں اپنے ذاتی تجربات کے بتائے بنایا کہ مسلمانوں کے تعلیمی کام کیلئے چند باتوں کا بوجہ بہت زیادہ ضروری ہے جن میں سے ایک تو یہ کہ ان کی دینی اور دنیوی تعلیم ایک الگ نہ ہونی چاہئے بلکہ دونوں کو ایک ساتھ ہونا چاہئے۔ دوسری یہ کہ استادوں اور تعلیمی کام کرنے والوں میں انیثار اور خدمت کا جذبہ ہونا چاہئے موصوف تو انہوں کے ذریعہ یہ کام نہیں چل سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ جامعہ میں یہ سب باتیں بانی جانی میں اور مجھے جس چیز نے جامعہ کا سب سے زیادہ موملہ بنایا وہی باتیں ہیں۔ آپ نے چاہے ازراہ انکسار یا بطور واقعہ کے یہی فرمایا کہ وہ قدر اس کی کامیابی کو حقدار سمجھے موصوف کیا جاتا ہے اس قدر صحیح نہیں ہے بلکہ اس کی اصل کامیابی کاراؤڈ اکثر ڈاکٹر حسین خاں کی شخصیت کے جس سے مدرس کے لوگ بہت متاثر ہوئے۔ آپ نے یہی بتایا کہ مدرس نے جامعہ کیلئے جتنا کچھ کرنا چاہئے خاصاً اس کے بہت کم کرنا اور اگر اس وقت تجارت کی حالت خراب نہ ہوتی تو مدرس کے لوگ اس سب کچھ میں زیادہ کر سکتے۔ اس وقت بڑا کام وہاں حالت کی خرابی کا بھی اٹھانا ڈاکٹر صاحب کے لئے بڑا بھاری تھا۔ ان کے لئے آئندہ ہم کچھ کر سکتے

حضور نظام خداداد ملکہ و سلطنت نے اپنی ریاست سے جامعہ کے لئے ۵۰ ہزار گز زمین اور ایک ہزار ماہانہ کی گرانٹ منظور فرمائی ہے۔ ناظرین کو یاد ہو گا کہ گزشتہ دسمبر میں جامعہ کی طرف سے ایک درخواست ریاست حیدرآباد کی کونسل میں پیش ہوئی تھی جو تمام ابتدائی مراحل طے کر کے حضور نظام کی خدمت میں پیش ہوئے کو باقی تھی۔ لیکن اس زمانہ میں ہزار کھنڈی واسیرا کی آمد کی وجہ سے اس کی آخری منظوری اس وقت نہ ہو سکی۔ اب ہوم سیکریٹری ریاست حیدرآباد کے ہاں سے اطلاع آئی ہے کہ حضور نظام نے بذریعہ فرمان شاہی جامعہ کو لکھنؤ والا گرانٹ دینا منظور فرمایا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس گرانٹ کی منظوری جہاں ایک طرف حضور نظام کی فیاضی اور دریا داری شامل ہے وہاں دوسری جانب ریاست حیدرآباد کے سبب ازخیر اور قدر شناس اراکین حکومت کی قدر شناسی قدر کو بھی بہت بڑا دخل ہے اہم دونوں جماعتوں کے بال منون اور شکریہ گزار ہیں۔

جامعہ کے ایک بڑے محسن سیٹھ جمال محمد صاحب (مدرس) آج کل اپنے کسی تجارتی مقصد سے دہلی تشریف لائے ہوئے ہیں اور کوئی تین ہفتے سے زائد عرصہ رہے۔ باوجود اسکے کہ سیٹھ صاحب موصوف اپنے کاروباری مقاصد کو کیونچے بعد عید الفطر صحت رہے، پھر بھی آپ اب تک جامعہ میں بار تشریف لائے ہیں۔ پہلی بار آپ طلباء کی دعوت پر تشریف لائے طلبہ نے آپ کی خدمت میں ایک سپانسمنٹ پیش کیا۔ جس کے جواب میں سیٹھ صاحب موصوف نے نہایت وضاحت کے ساتھ تعلیم کا مقصد بیان فرمایا اور اسی سلسلہ میں یہ بتایا کہ جامعہ کے طلباء کو کیا کرنا چاہئے اور کیا ہونا چاہئے ہے مولوی شفیع صاحب داؤدی ممبر اسمبلی نے جامعہ کی طرف سے آپ کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا اور سیٹھ صاحب کے ان احسانات کا ذکر کیا جو آپ نے جامعہ کی ایک بہت نازک وقت میں مالی مدد اور کے اہل جامعہ پر کئے ہیں اسکے بعد مولانا محمد علی صاحب نے سیٹھ صاحب کی دوسری ملی خدمات کا ذکر فرمایا جس سے جامعہ کا سہارا بڑھ گیا باقی رکھنے کی طرف توجہ دلائی۔

مذہب رمضان اور اسکے روزے

مکورد بالا سطروں سے روزہ کی فضیلت اور اسکی اہمیت اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے۔ اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ رمضان کے روزے کبے فرض ہوئے ہیں اور کیا روزہ کی موجودہ شکل پرینتہ سے ایسی ہی جلی آ رہی ہے۔ یا اس میں تغیر و تبدل ہوا ہے۔

رمضان کے روزے سے پہلے روزہ رکھنا فرض تھا یا نہیں، اس سے متعلق بعض علما کا خیال ہے کہ نہیں تھا۔ بعض علما کہتے ہیں کہ فرض تھا تو مگر بعد کو فرضیت کا حکم نہیں دیا۔ ایسے روزے جو پہلے فرض تھے اور بعد کو نہیں ہے حرم کی دوسوں کا روزہ اور ہر ماہ کی بارہویں پندرہویں اور چودھویں کے روزے تھے۔

خلاصہ ابن حجر مجہد جو علم حدیث کے زبردست عالم گذرے ہیں فرماتے ہیں کہ جبوقت رمضان کے روزے فرض ہوئے تو مسلمانوں کو روزہ رکھنا گراں معلوم ہوا۔ اسوقت ان دو باتوں میں سے ایک کے اختیار کرنے کا حکم دیا گیا کہ یا تو روزہ رکھیں یا ہر دن ایک محتاج کو کھانا کھلائیں۔ قرآن شریف میں اس ابتدائی حکم کا ذکر ہے بعد میں اس آیت کے ”فَمَنْ تَبْتَغِهِمْ فَلَْيَصُمْهُ“ (درمجموعہ شخص تم میں سے رمضان کو کھیلے اس میں موجود ہوا اسے روزہ رکھنا چاہئے۔ پھر ان کو منع ہو گیا اور محدثوں کے سوا ہر شخص پر روزہ رکھنا فرض ہو گیا۔

جبکہ روزے فرض ہوئے تھے تو اسوقت ایک خاص بات یہ بھی کہ مغرب سے نکل کر نیند آنے کے وقت تک، بے اعتناء کے وقت تک کھانا وغیرہ جائز تھا، اسکے بعد نہیں۔ کچھ دنوں کے بعد حکیم شیخ ہو گیا اور طلوع فجر صبح صادق کو تک کھانے پینے کی اجازت ہو گئی۔

یہاں اب ایک بات بھی معلوم کر لینا چاہئے کہ روزہ رمضان کیوں کہتے ہیں روزہ شعبان وغیرہ کیوں نہیں کہتے۔ اسکی کئی وجہیں ہیں جو میں کجباتی میں آ۔
۱) جب عربوں نے دوسری زبان کے ہمینون کے نام اپنی زبان میں نقل کے تو گوگری جاز کیا جس کو ہم میں وہ ہمینون تھے اسی مناسبت سے ان کے نام رکھ کر جو جس میں دن میں روزے بڑے تھے وہ وقت گزری کا تھا ایسے کا نام رمضان رکھ دیا۔ عربی میں رمضان کے سننے سے نہایت شرم کی بولی نہیں آتی۔ اور بعض جگہ سخت گرم ہو گیا۔

روزہ کی خوبیوں میں ایک اور وجہ بھی پیش کی جا سکتی ہے۔ مگر غور سے دیکھا جائے تو اسی کو سب سے بڑی اور پہلی علت قرار دیا جا سکتا ہے کہ دیکھئے اسلام نے اپنے پیروؤں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے ہم مذہبوں کو یہی نہیں بلکہ ہر انسان کو اپنے برابر سمجھیں۔ اگرچہ مسلم کے متعلق یہی حکم خاص طور پر دیا گیا ہے۔ اسکا نام ”ساواوات اسلامی“ ہے۔ اس مساوات اسلامی کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مختلف طریقوں سے ذہن نشین کرایا ہے۔ اسی کو زبان حقیقت علامہ اقبال نے اس طرح فرمایا ہے۔ شعر
ایک ہی صفت میں کھرے ہو گئے محمود ایاہ نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
کہیں حج کے ذریعے جہاں ہر چھوٹا اور بڑا ایک لباس اور ایک حیثیت
میں نظر آتا ہے۔ اسی طرح روزہ کے ذریعے اسلئے کہ بالارادہ کھانا پینا ترک کر دینے سے ہموک اور پیاس میں ان فقیروں اور غریبوں کے مانند ہو گئے جو آسے دن ہموک اور پیاس کی مصیبت اٹھاتے رہتے ہیں۔ اسکے نتیجہ میں ہیں یہ بات حاصل ہوگی کہ آئندہ سے کبھی غریبوں کو بغیر حقارت نہ دیکھیں گے بلکہ ہر بھی اپنے ہی جیسا ایک انسان سمجھنے لگیں گے یہی مساوات ہے۔

بشر جاتی رہا۔ اپنے خاندان کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ انکے پاس ایک شخص آیا۔ دیکھا کہ آپ سردی کی وجہ سے ڈھیلے ہوئے کانپ رہے ہیں۔ اور کپڑوں کو کھونٹی پرٹانگ رکھا ہے۔ اسے کہا کہ حضرت آدمی کہیں ایسے وقت میں کپڑے نہ اڑا دیتا ہے۔ آپ جواب دیا کہ بھائی بات یہ ہے کہ فقیر بہت ہیں اور میرے پاس اتنا ہے نہیں کہ سر کے لئے کپڑے تو اسوں۔ ہاں ان سے ہمدردی کی ایک بصورت سمجھ میں آئی ہے کہ جس طرح وہ سردی کی رحمت برداشت کرتے ہیں میں بھی انہیں کی طرح ہوجاؤں۔ ان بزرگ نے اسی جذبہ مساوات کے ماتحت اپنے آپ کو ان جیسا بنا لیا تھا

یوسف علیہ السلام دشمنوں وغیرہ کے زمانہ میں جب قحط پڑا۔ تو باوجودیکہ آپ صحت مصر میں سیارہ وسفید کے مالک تھے مگر یہیں کھڑکھانہ نہیں کھاتے تھے بلکہ غریبوں کو معمول بن جائیں اور ان کے ساتھ شہناہت باقی رہے۔

۱۰) یا مدفعہ کے جوبہ کو اسلئے رمضان کہتے ہیں کہ روزہ رکھنے والے کے پیٹ میں گرمی بھج جاتی ہے عربی میں کہتے ہیں ”نہضت لہذا“ مجہد روزے والی پریشانی گزری جو صحت ملی؟ (۳) یا مدفعہ کے جوبہ کو اسلئے رمضان کہتے ہیں کہ روزہ رکھنے والے کے پیٹ میں گرمی بھج جاتی ہے عربی میں کہتے ہیں ”نہضت لہذا“ مجہد روزے والی پریشانی گزری جو صحت ملی؟

سائنس بحری تار بقی

بحری تار کا وزن فی میل ایک ٹن ہوتا ہے کھمبہ گہرے پانی میں بحری تار کو زیادہ حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ چٹانوں، جہازوں، لٹیکروں سے محفوظ رہے۔ لہذا ایسے موصوفوں پر اس کا وزن فی فٹ میل دس ٹن سے تیس ٹن تک رکھا جاتا ہے چونکہ کبھی کبھی اس کو دو میل کی گہرائی میں سطح سمندر پر ڈالنا پڑتا تھا لہذا شروع کے بحری تار بچھانے والوں کو سب سے بڑی مشکل یہ پیش آئی کہ وہ اسکو اتنا مضبوط بنائیں کہ تار زیادہ وزن برداشت کر سکے جب دو ہزار یا تین ہزار میل لمبے بحری تار بقی بچھنی جاتی ہے تو اسکی بہت سی اصلی قوت تار کی نکاوٹ اور گٹا پرچہ کے برفی رو کو روک لینے کی خاصیت سے کم ہو جاتی ہے۔ لہذا ایسے آلات ایجاد کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی جو اس برفی رو کی قوت سے کم طاقتور رو کے اثرات کو محسوس کر سکیں۔ ویلیم ٹلس جو کہ اپنے زمانے کا نام ہاں میں سائنس میں ممتاز سمجھا جاتا تھا اور صیغہ میں اپنی سائنس کی جہت انگریز خدمات کی وجہ سے انگریزی نوابی یعنی لارڈ کیلون کا خطاب ملا تھا سب سے پہلے اس نے ایک ایسا ایجاد کیا جس میں ایک چھوٹا سا ایندھن اور حرکت کرتا تھا۔ اس آئندہ کے سامنے ایک پردہ ہوتا تھا جس پر خفیف سے خفیف حرکت بھی منعکس ہو کر ایسا اثر ڈال سکتی تھی آئندہ کایہ آلہ بحری تار بقی میں اس وقت تک استعمال ہوتا رہا جب تک کہ لارڈ کیلون نے ایک دوسرا آلہ ایجاد کیا۔ اس آلہ میں ایک عجیب و غریب قلم جھکو حکمتی قلم کہتے ہیں استعمال کیا جاتا تھا اس قلم کی ساخت کیلکے عجیب و غریب تاثیر پر مبنی تھی کہ وہ روشنائی کے جتنے سے کشیدگی ہوتی روشنائی کو باریک دھار میں اس کا غدار پھینکنے جو گھڑی کی کل کی مدد سے باقاعدہ طود پر حرکت کرتا ہو۔

خشکی پر استعمال شدہ تار بقی کی مانند بحری تار بقی کے لئے بھی خود حرکتی آلات تیار کئے گئے ہیں جنکے ذریعے سے باطل صحیح طور پر ایک ہی وقت میں دو برفی پیغام بھیجے جا سکیں۔ لیکن اب تک بیک وقت چار برفی پیغامات بھیجے کا طریقہ معلوم نہیں ہو سکا تھا۔

(باقی آئندہ)

سائنس کی ایجادات میں سے بحری تار بقی کی ایجاد بہت بڑی ہیئت رکھتی ہے بحری تاروں کے ذریعے سے ہم دور دراز ملکوں کو ایک دوسرے سے ملے ہوئے پاتے ہیں، اگر ہم یورپ اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کے درمیان بحر اوقیانوس کو کچھ سکے تو گٹا پرچہ سے لپٹے ہوئے بہت سے مضبوط تار سمندر کی خاموشی میں پڑے ہوئے نظر آتے۔ یہ سمندر کے اندر نہایت ہی عجیب و غریب تار میں جھلکے ذریعہ پرانی اور نئی دنیا ایک دوسرے کو بحری پیغامات بھیجتی ہے۔ یہ بحری تاروں کے مختلف حصوں کو ایک دوسرے سے ملائے ہیں۔ اس کی ایجاد سے پیشتر ایک ہی ملک کے مختلف حصے ایک دوسرے سے اتنے قریب نہ تھے جتنے کہ مختلف براعظموں کے مختلف ممالک اس زمانہ میں ایک دوسرے سے قریب ہو گئے ہیں

مجموعی حیثیت سے اگر دیکھا جائے تو بحری تار دنیا کے اندر اتنا لمبا موجود ہے کہ اس کو کرۂ ارض کے ارد گرد تیر و مرتبہ لپٹا جا سکتا ہے۔ خشکی کا سلسلہ تار بقی بحری تار بقی سے بالکل جدا گانہ ہے۔ اس نے گہرائی برفی رو کو آسانی سے اپنے اندر سے گزرنے دیتا ہے لہذا برفی رو لچھانے والا تار سمندر کے اندر بہت ہی حفاظت سے رہنا چاہئے۔ اس غرض کے لئے صرف ایک ہی چیز گٹا پرچہ ہے جس کو ولیم مونٹ گمری نے یورپ میں رائج کیا۔ تار بقی کی ایجاد کے فوراً ہی بعد اس ایجاد سے بحری تار بقی ایک ممکن العمل چیز ہو گئی۔ بحری تار کو ساتھ ہی ساتھ مضبوط اور دیر پا ہونا چاہئے تاکہ چٹانوں، جہازوں اور لٹیکروں کے صدمات اور بڑی جھلی کے حملوں کو برداشت کر سکے۔

بحری تار کی حفاظت

آج کل کا مروجہ تار سات یا اس سے زیادہ کے تانبے کے تاروں کا مجموعہ ہوتا ہے جو کہ گٹا پرچہ سے ڈھکا ہوتا ہے۔ اور غلافوں میں لپٹا ہوا ہوتا ہے یہ غلاف ایسے سن کے بنے ہوئے ہیں جسکو ایک دو امیڈیو کوکر سکھا لیا جاتا ہے اور ایک غول سے جو کہ کئی فولادی تاروں کا بنا ہوتا ہے تو ٹھکا ہوا ہوتا ہے۔ گہرے سمندروں میں ان تاروں کے لئے حفاظت کی چنداں ضرورت نہیں

تاریخ

محمد علی پاشا

کے قبضے سے نکل گیا اس جنگ میں محمد علی نے بھی کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔ اسی لئے اس کی عزت و توقیر میں اضافہ اور لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہو گئی۔ اس وقت تک خسرو پاشا مصر کا والی تھا۔ لیکن مصر کے مالک بننے متفقہ کوشش سے اُسے نکال باہر کیا اور اس کی بجائے محمد علی کو ولایت ملی۔ کچھ عرصہ بعد محمد علی اور مالک کے درمیان نسائی صوفیوں پیدا ہو گئے۔ اسی زمانہ میں اہل نجد نے عثمانی حکومت کے خلاف سر اٹھایا۔ بابا علی کے ذہن کے بموجب محمد علی پاشا نے اپنے لڑکے طوسون کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ نجد روانہ کیا۔ لیکن اس لشکر کے روانہ کرنے سے مصر عالی ہو جاتا تھا اور اسے خوف تھا کہ ملک کو خالی دیکھ کر مالک مصر و نشور کر پیگے۔ اس وقت اس نے ایک تدبیر کی اور وہ یہ کہ اپنے لڑکے کے جانے پر بہت بڑا جملہ متفقہ کیا اور اس میں تمام مالک کو دعوت دی جبوقت مالک ہال میں داخل ہوئے۔ محمد علی پاشا کے حکم سے دروازے بند کر دیے گئے اور ان کو برسی طرے قتل کر دیا گیا طوسون کو وہابیوں کے مقابلہ میں کامیابی ہوئی لیکن وہابیوں نے دوبارہ جنگ کی اور پھر تکرار دینہ پر قابض ہو گئے یہ حالت دیکھ کر طوسون نے اپنے والد سے امداد طلب کی اور محمد علی خود ایک بہت بڑا لشکر لے کر روانہ ہوا۔ ۲۷ اگست ۱۸۱۷ء کو وہ جدہ پہنچا اور وہابیوں پر فتح پائی۔ اور حجاز کا تمام علاقہ اس کے سامنے سرنگوں ہو گیا اس لڑائی کے خاتمہ پر محمد علی نے ابراہیم کو مدبر اور مالک سونان کی فتح کے لئے روانہ کیا۔ اسماعیل پاشا سونان کی لڑائی میں قتل کر دیا گیا

۱۸۳۱ء میں اس نے ابراہیم کو شام کی فتح کے لئے روانہ کیا۔ ابراہیم نے شام میں جنگ کی اور ترکوں کے مقابلہ میں اسے کامیابی ہوئی اور یہ ملک تقریباً دس سال تک اس کے قبضہ میں رہا لیکن ترکی حکومت نے اور دوسری حکومتوں سے دباؤ ڈالو کر شام کو اس کے قبضے سے نکال لیا۔ محمد علی کے تعمیری کام (۱) طبی کالج کا افتتاح (۲) حیوانات (۳) انجینئرنگ کالج (۴) موسیقی کا مدرسہ (۵) صنعت و حرفت کا مدرسہ (۶) مدرسہ زراعت (۷) مختلف مغربی زبانوں کی تعلیم کے لئے مدرسہ۔ (۸) فوجی مدرسہ۔ (۹) لکھنؤ بہت

اٹھا دھوئیں صدی عیسوی میں جبکہ تقریباً تمام اسلامی ممالک پر تفرز دل و انحطاط کا دورہ ورہ تھا مصر کی حالت بھی بہت کچھ باؤس کن تھی مگر یہ ظاہری طور سے وہ خلافت عثمانیہ سے ملتی تھا لیکن خود ترکی حکومت کی حالت کچھ زیادہ بہتر نہ تھی جس کا نتیجہ یہ تھا کہ دوسرے دور دراز ترکی مقبوضات کی طرح مصر میں بھی بد انتظامی کا دورہ ورہ تھا۔ اسی زمانہ میں ایک شخص سپہ امروا جس نے مصر کو تباہی و بربادی سے بچالیا نہ صرف یہ بلکہ اس کی ترقی و تعمیر میں اپنی پوری کوششیں صرف کر دیں یہ شخص محمد علی پاشا تھا جو بیچ معنوں میں مصر کا نجات دہندہ سمجھا جاسکتا ہے۔ محمد علی پاشا نے نہایت ہی معمولی حالت میں محض اپنے بیٹے پرتقی کی ہے وہ مشائخ میں شہرہ فام میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ ابراہیم آغا راستوں کی حفاظت پر کامیابی پر مضمین تھا۔ اس کے سترہ اولاد میں ہونیں جن میں صرف محمد علی زندہ رہا اسی لئے باپ کو اس لڑکے سے بڑا انتہا محبت تھی۔ لیکن بد نصیبی دیکھئے کہ اچھی و جاہری برس کا تھا کہ اس کا باپ اس دنیا سے چل بسا۔ باپ کے انتقال پر اسے کچھ لینے ساری عافیت میں لے لیا لیکن کچھ عرصے تک اس کا بھی انتقال ہو گیا۔ چچا کے انتقال کے بعد اس کے باپ کے ایک دوست نے اس کی تعلیم و تربیت اپنے ذمہ لے لی۔ ابراہیم آغا نے مرتے وقت اس سے اس بچہ کی تربیت کا وعدہ بھی لے لیا تھا جب یہ جوان ہوا تو فوج میں بھرتی ہو گیا۔ اس کی عمر میں بلوک باشی کے عہدہ پر ترقی کی۔ اس کی شادی اس کے مرنے کی لڑائی ہوئی جس سے پانچ لڑکے ہوئے۔ ان میں ابراہیم طوسون اور اسماعیل قابل ذکر ہیں۔

جس وقت فرانسیسیوں نے مصر پر حملہ کیا تو ترکی حکومت نے انگریزی فوج کی مدد سے فرانسیسی فوج کی مدافعت کی۔ محمد علی بھی ترکی فوج میں نائب سپاہی کی حیثیت سے شریک تھا ترکوں کو اس جنگ میں فتح ہوئی اور مصر فرانسیسیوں کے لئے قوالہ بلاد رومی کے جنوبی ساحل پر واقع ہے۔ آستانہ سے اس کا فاصلہ ۳۳ کینو میٹر ہے۔ اٹھا دھوئیں صدی میں اس کی آبادی دس ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ (ترجمہ مشاہیر الشرق)

مصری نوجوانوں کو ادب اور زبان کی تعلیم کے لئے یورپ روانہ کیا۔

یورپ کی ننھی منی ریاستیں

جغرافیہ

ایک ایسی قسم کی ننھی منی ریاست ملے گی۔ جس کا نام لائسن تن انشان (Sant'ans) ہے۔ یہ منٹاگو سے بڑی ہے اور اس کا رقبہ تقریباً ۶۰ مربع میل ہے۔ لیکن آبادی کل ۱۱۰۰۰ ہے۔ اس ریاست کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اسکے باشندے فوجی خدمات سے باہل بری ہیں۔ اور صرف اپنا آبائی پیشہ یعنی زراعت کرتے ہیں۔ یہ تہذیب کھنڈے کے قاعد اور قوانین کو اپنے ہاں رائج نہیں ہونے دیتے اور اپنی موجودہ زندگی پر قائم ہیں۔

حکومت کا طریقہ جمہوری ہے۔ اس کا صدر لائسن تن شٹا بن کے خاندان میں کا ایک شہزادہ ہوتا ہے۔ یہ خاندان یورپ بھر میں بہت ہی برائے نامی خاندان ہے۔ اسکی مدد کے لئے ایک مجلس مقننہ ہے جسکے اراکین کی تعداد پندرہ ہوتی ہے ان میں سے بارہ منتخب کئے جاتے ہیں اور تین حکومت کی طرف سے نامزد ہوتے ہیں۔

جرمنی اور اسٹریلی کی لڑائی سے پہلے یہ جرمنی کا ایک ننھی منی ریاست تھا۔ لیکن جنگ کے بعد ۱۹۶۶ء میں یہ باہل آزاد ہو گئی۔ اس کا دار الخلافہ وادنا (Wadana) ہے۔ اور شہر کے پاس ایک اونٹے پہاڑ پر ایک قلعہ ہے جہاں "شہزادہ" اور اس کا خاندان رہتا ہے، جو صدیوں سے اس ریاست پر حکومت کرتا چلا آیا ہے۔ یہ قلعہ بھی دیکھنے کی چیز ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسے رومیوں نے تعمیر کرایا تھا اسکی بھاری بھاری دیواروں اور ستونوں پر پرانے زمانے کی زربیں اور تھپار لگے ہوئے ہیں۔ اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہاں کے باشندے جنگجو ہیں۔ تمام فوج کو آنے سے ساتھ برس پیلے غیر مسلح کر لیا گیا تھا اور اسوقت بھی سپاہیوں کی کل تعداد سو سے کم تھی۔ اس ریاست میں اب ایک دو سال سے کچھ موثر بھی دکھائی دینے لگی ہیں لیکن صرف شہروں میں۔ گاؤں میں وہی پرانی بیل گاڑیاں چلتی ہیں۔

انتظام اور امن قائم بہان مشکل نہیں ہو گا گو وادنا کے حکمرانوں میں کل چار آدمی ہیں۔ لیکن یہ تعداد بھی ریاست کے اندر امن قائم رکھنے کے کافی ہے

اگر ہم یورپ کا سفر کریں تو قدر تا ہم بڑے بڑے ممالک مثلاً جرمنی، فرانس اور روس وغیرہ کی سیر کریں گے۔ اور ہم باہل بھول جائیں گے کہ ان ممالک کے علاوہ کچھ ایسی بھی چھوٹی چھوٹی ریاستیں ہیں جو نیم آبادی کی حالت میں ہیں اور ان میں سے اکثر ریاستوں کے لوگ ایسی زندگی بسر کرتے ہیں جیسی آج سے کئی صدیاں پہلے لوگ بسر کرتے تھے۔

ان ریاستوں میں سب سے دلچسپ منٹاگو کی ریاست ہے جو باہل فرانس اور عام طور پر دوسرے ممالک کی تفریح گاہ ہے۔ مانٹاگو کو اس ریاست کا دار الخلافہ نہیں ہے، لیکن اپنے اندر بہت کشش رکھتا ہے اور بحیرہ روم کے ساحل پر ایک نہایت خوبصورت شہر ہے۔

منٹاگو کا رقبہ کل آٹھ مربع میل ہے اور اسکی اوسط چوڑائی کوئی ۶۵ گز ہے جسکے یہ معنی ہیں کہ ہم ایک گاٹ کے گیند کو اگر تین بار ماریں تو اسکو ریاست کی حدت باہر نکال سکتے ہیں۔ اسکی آبادی کوئی ۳۳۰۰ ہے اور اسکے چاروں پہلوں کی طرف سے اوسٹریا کے مقام ہیں۔ منٹاگو میں صنعت صرف کا ایک بھی کارخانہ نہیں اور آمدنی کا صرف ایک ذریعہ ہے اور وہ کانپو ہے جہاں ہر لمحے کے بعد تاجر و تکی فتمت بنتی اور گھڑتی ہے اور جسے صرف عام میں "قارخانہ" کہتے ہیں۔

منٹاگو کا اپنا سک اور اپنا گھٹ ہے اور اسکے باشندے ہر قسم کے محصولات سے بری ہیں۔ ریاست کا اعظم شہزادہ "مع اپنی کونسل کے کرتا ہے۔ فوج میں کل سپاہیوں کی تعداد ایک سو پانچ ہے اور جنگ عظیم میں اس نے جرمنی پر حملہ کر کے اتحادیوں کا ساتھ دیا تھا۔

منٹاگو کا ایک سابق شہزادہ البرٹ ایک نہایت عمدہ اور غیر معمولی قابلیت کا شخص تھا۔ اس نے اپنی ریاست میں ایک عجائب خانہ کھولا تھا جس میں سمندر کی کل چیزیں اور رنگ برنگ کی پھلیاں جمع تھیں۔ اپنے طرز میں یہ عجائب خانہ دنیا کا بہترین عجائب خانہ ہے۔

اگر ہم سوئٹزرلینڈ سے ہو کر اسٹریٹا جیا میں تو راستہ میں

ایک کھلایا ہوا پنم پھول

میرا گندرجو یار و سوئے چمن ہوا کل
ہے اک سکوت طاری غاموش میں ہوئیں
جو پھول رہ گیا ہے پریم وہ اس چمن میں
میں نے کہا تھا تو، کیوں اس قدر غمگین
اس نے کہا نہ پوچھو تقدیر گلستاں کی
یوں زندگی ہوئی ہر افسوس مجھ کو بھاری
”وہ رقص تتلیوں کا، بیل کا وہ چمکنا
آغوش میں صبا کی ہمت توں میں کھینچا
”سب ہو گئے ہیں نصحت افسوس میں کراہتی
غافل کے واسطے عبرت کا اک سبق میں

دیکھا کہ سڑکوں ہے اک پھول، اور کل
ہر شے پہ ہر اداسی بے نور نہیں
وہ بھی خزاں کے ڈر گویا کہ کفن میں
مجھے نہ خوف کھا تو، مجھ کو سمجھ نہ گلیں
ہوں یادگار نگین تصویر گلستاں کی
باد بہار چل دی آئی خزاں کی باری
آتا ہے یاد مجھ کو رنگین وہ زمانہ
غم بھیلنے کو لیکن اب رہ گیا کیسلا
میری بھی زندگی ہر دو ایک نے کی باقی
شیرازہ چمن کا بکھرا ہوا ورق ہوں

پُر درد داستاں کو سنتے ہی درہم
میں کیا کہوں کہ مجھ پر کیا گزری ہوا دم

قصہ کہانیاں منگے انڈے

کمر دیں وہ منظور۔

دوسرے دن دونوں قاضی کے سامنے گئے۔ بھٹیائے نے انڈوں کا حساب بتایا کہ بارہ انڈوں بارہ بچے نکلتے۔ بڑے ہو کر وہ انڈے دیتے پھر ان انڈوں سے بچے نکلتے پھر وہ انڈے دیتے غرض دس برس میں ہزاروں لاکھوں مرغیاں ہو جائیں ان سب کے دام تاجر سے دلوائے۔ قاضی نے تاجر سے جواب مانگا تو یہ غریب کچھ ایسا سٹ پٹا کہ ایک بات نہ بن پڑی۔ قاضی نے بھٹیائے کے دعوے کو منظور کر لیا۔

اب تو میاں تاجر کا منہ ماسے رنج کے ذرا ساغل آیا عدالت سے باہر نکلے تو اس سوچ میں کہ سننے رو پیہ کا انتظام کہاں سے کر دینگا۔ اسی فکر میں شام کو شہر سے ایک طرف جنگل کی طرف نکلا تو ایک چھوٹا سا کوئی گز بھر کا آدمی ملا۔ یہ خود گز بھر کے تھے لیکن دائرہ بی آدھ گز سے کم نہ تھی۔ تاجر کو دیکھ کر بڑے میاں ہنسے۔ اور بولے کہ کیوں میاں کس فکر ہو۔ تمہارے منہ پر تو ایسا لگتا ہے جیسے ۱۲ بجے ہوں۔ تاجر کو یہ باتیں بھی کیسے لگتیں۔ اس نے بڑے میاں کی طرف سو اپنا منہ پھیر لیا۔ لیکن بڑے میاں ذرا چپ کر اور قہقہہ لگا پھر سنے آکھڑے ہوئے اور کہنے لگے میاں پھر کتنے کیوں جو ہم سے کہو۔ ہم تمہارا کام نکال دیں گے۔ تاجر کہہ کر لولا تم سے کہنے سے کیا فائدہ۔ تم کہہ نہیں کر سکتے۔ بڑے میاں نے جواب دیا۔ بھائی تمہارا کچھ لے تھوڑے ہی جائیں گے۔ کہنے میں کیا ہرج ہے اس پر تاجر نے سب قصہ سنایا تو بڑے میاں بولے عجب آدمی ہو۔ بس اتنی سی بات میں میں بول گئے جاؤ قاضی جی سے کہہ آؤ کہ کل ہمارا ایک وکیل آپ کے سامنے آئیگا اور آپ کو سب باتیں سمجھائیگا۔ آپ مہربانی فرما کر اپنے فیصلہ پر پھر سے غور کیجئے۔

تاجر نے قاضی کے سامنے جا کر یہی کہا۔ قاضی نے درخواست منظور کر لی اور دوسرے دن دس بجے کا وقت مقرر کر دیا۔ دوسرا دن

لہان کا کہنے والا ایک تاجر اپنی تجارت کے کسی کام سے لاہور آیا۔ صبح سے دوپہر تک کام میں لگا رہا۔ جلدی کے ماسے صبح ناشتہ بھی نہ کیا تھا۔ دوپہر ہوتے ہوئے ایسی بھوک لگی کہ جہاں بھر اٹھا وہاں تک جانے کی ہمت نہ ہوئی۔ سامنے ایک بھٹیائے کی دوکان تھی اس میں گہس گیا۔ بھٹیائے کی دوکان بڑی سیلی کیلی تھی۔ برتن بھی صاف نہ تھے۔ پوچھا تو کوئی چیز تازہ نہ تھی ہوئی بھی نہ تھی۔ تاجر نے کہا اچھا ایک درجن انڈے مل دو۔ مگر جلدی۔ بہت جلدی۔ بھٹیائے نے جلدی جلدی انڈے تے انڈے سامنے لا کر رکھے ہی تھے کہ ایک شخص دوڑا ہوا آیا کہ سیٹھ صاحب نے ابھی ابھی بلایا ہے۔ لین دین کا کوئی بہت ضروری کام تھا۔ تاجر نے کوئی دو تین انڈے منہ میں رکھے اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اور جلدی میں بھٹیائے کو دام بھی نہ دے سکا۔ بیچارہ بھٹیارہ چلا تا ہی رہ گیا۔

کچھ دنوں تو بھٹیائے کو خیال رہا۔ لیکن بہر بات آئی گئی ہوئی۔ دس برس بعد ایک کام سے تاجر کو پھر لاہور آنا پڑا بھٹیائے کی دوکان کی طرف سے گزرا تو لے اپنا وہ واقعہ یاد آیا۔ یہ پھر دوکان میں گیا اور کچھ کھا نیکو مانگا۔ جب کہا نا آتا تو تاجر نے بھٹیائے سے کہا کہ بھائی تم میں بھانتے نہیں؟ ہم کوئی دن برس ہوئے ایک دفعہ تمہارے میاں اور لگے تھے۔ بلکہ تمہارے انڈوں کے دام ہمیں مانگی ہیں۔ بھٹیائے نے کہا کہ جی ہاں خوب لگے ہیں لے وہ انڈے آپ کے حساب میں لکھ رکھے ہیں۔ وہ ایک درجن انڈے آپ کو ذرا منگے پڑیں گے یہ تاجر نے کہا خیر۔ لے دے دام تو میرے پاس مل جی آئیں گے تمہارے انڈوں کے دام دیدوں؟ بھٹیارہ بولا۔ دیکھئے اللہ مالک ہے۔ میں نے تو مدت ہوئی قاضی کے یہاں مقدمہ دائر کر دیا ہے۔ وہیں طے ہو جائیگا۔ تاجر ہلکا اور بولا۔ اچھا بھائی قاضی جی ہی جو فیصلہ

لو۔ اپنے بال بچوں کے لئے کچھ خرید لیتا۔ یہ کبکرتا جرتے جیب میں سے روپیہ نکالنا شروع کیا۔ اور بڑے میاں کچھ مسکر لئے اور مسکرا کر زور سے کہانے اور ایک دم سانسے غائب ہو گئے۔ تاجر حیرت میں رہ گیا۔ کہ یہ کیا ہوا۔ تھوڑی دور تک ہوا میں بڑے میاں کی داڑھی کے بال ٹپکتے ہوئے دکھائی دیئے اور بعد کو وہ بھی غائب ہو گئے۔

وفا دار نوکر

بہت نامہ کا ذکر ہے کہ ایک راجہ پنجاب میں راج کرتا تھا۔ ایک بار دربارمیں بیٹوں پر جب راجہ محل کے اندر گیا تو تمام رانیاں اسے رو کر دیکھیں اُن کے گنگو میں سب رانیوں نے ایک زبان ہو کر پوچھا کہ مہاراج آپ کو اپنی ساری سلطنت میں کون شخص سب سے زیادہ عزیز ہے۔ راجہ نے کچھ غور و فکر کے بعد جواب دیا کہ میں تم کو اس بات کا جواب دوں گا۔ اس کے بعد راجہ ایک نوکر کو منادی کا حکم دیا کہ تمام لوگ غرا، امرا، وزرا اور رانیاں تک میرے محل کے سامنے جمع ہوں اور میرے ساتھ چلیں چنانچہ دوسرے دن صبح ہی راجہ نے اپنا ریتھ تیار کروایا اور اسکو اس نے ندو مال بھر دیا اور تمام رعایا کو حکم دیا کہ میرے ساتھ ریتھ کے پیچھے چلیں عوفیکر ریتھ ڈونا شروع ہوا راجہ نے سب سے پہلے کم قیمت والے ریتھ پھینکے شروع کئے بہت عرصہ راجہ کے ساتھ ساتھ تھے انہیں اٹھانے لگ گئے اس کے بعد اس نے اس زیادہ قیمت والے ریتھ پھینکے انہیں متوسط لوگ چننے لگے۔ اب راجہ کے ریتھ کے پیچھے صرف امرا وزرا اور انوکھی بالکیاں گئیں۔ راجہ نے اپنے چوہرات پھینکے، جنکو امرا ووزرانے ڈونا شروع کر دیا اس کے بعد راجہ نے بیش قیمت ویش بہاں پور تار پھینکے۔

[illegible]

جو ہوا تو تاجر صبح ہی سے میناب تک آدھ دیکھنے لگا ہوا۔ ۹ بجے سہی قاضی کے دروازہ پر پہنچ گیا۔ دس بجے دروازہ کھلا قاضی صاحب پہنچے۔ لیکن بڑے میاں کا کہیں پتہ نہیں۔ قاضی نے پوچھا کہ وہ آپ کے وکیل کہاں ہیں۔ بیچارہ تاجر کیا جواب دیتا۔ چپ کھڑا رہتا اور دل میں سوچتا تھا کہ یہ بدصاحبی عجیب بھولنے سے خواہ مخواہ مجھ سے درخواست دلوائی۔ اور خود نہیں آیا۔ تھوڑی دیر گزری تو قاضی نے کہا کہ اگر مہتار وکیل دس منٹ کے اندر نہ آیا تو ہم کل کے فیصلہ کو عمل کر رہیں گے۔ بیچارہ تاجر عدالت سے نکل کر ادھر ادھر دیکھنے لگا کہ بدھاتا ہے یا نہیں۔ ۵ منٹ گزرے، گڈرے، گڈرے یا اللہ آئیگا یا نہیں۔ کہلتے میں بڑے میاں دوڑتے جا پھٹے ہوئے پہنچے۔ دونوں ہاتھوں سے اپنی داڑھی پکڑے ہوئے اور کچھ بہت گھبرائے ہوئے تھے۔ تاجر جلا یا کہ جلو مقدمہ ختم ہو جاتا ہے تاجر نے کچھ برا بھلا بھی کہا مگر بڑے میاں نے ایک نہ سنی اور سیدہ عدالت میں جا کر قاضی صاحب سے کہا۔ ”اسلام علیکم“ قاضی صاحب نے کہا۔ ”وعلیکم السلام۔ لیکن آپ اتنی دیر سے کہاں“ بڑے میاں نے جواب دیا۔ ”مٹرنا تھا۔ مٹر“ قاضی مسکرایا۔ اور بولا۔ ”جی کیا فرمایا“ بڑے میاں نے پھر وہی کہا۔ ”جی مٹرنا تھا مٹر“ قاضی نے پوچھا کیوں تھکتے تھے۔ ”جی بونے کے لئے“ بڑے میاں نے جواب دیا۔ قاضی نے ہنس کر کہا یہ آج نئی بات سنی کہ مٹر بونے کیلئے انکو ملا بھی جاتا ہو۔ ارے بہائی نے ہوئے مٹر کہیں اگتے بھی ہیں یہ واقعی نئی سنائی۔

بڑے میاں بولے "نہیں اسیں نئی بارت کیا ہے، اتنے ہوئے
مرئی کے بچے توکل نکلے ہی تھے آج تلے ہوئے مرگ آئیں تو کیا عجب"
اب قاضی کی سہجمن میں آیا کل مقدمہ میں غلطی ہوئی۔ بڑے میاں
نے بھی دیہاکہ قاضی سمجھ گیا ہے تو بولے کہ بس اب کل والا فیصلہ بھا
دیکھئے اور اس تاجر نے ۱۲ اتے ہوئے اندوں کی قیمت لے لیجئے
قاضی نے حکم دیا کہ کل کا فیصلہ غلط تھا۔ اور تاجر جسے کہا کہ
اس بھٹیارہ کو ۱۲ آرنہ پیسہ دیدو۔ تاجر نے پیسے دیدیے اور
خوشی خوشی عدالت سے نکلا۔ اور بڑے میاں سے کہا کہ خدا
مہتار اہلکار سے تم نے مجھے بڑی نصیحت سے بجا لیا سو پورویہ

کیا حکیم کو سکر بادشاہ نے کہا کہ "بے شک بہت اچھی تدبیر ہے اب وقت صنایع نہ کرو، اسکو جلد آزمائو۔"

رات کو مصاحب نے بادشاہ کے محل کے کمرے میں ایک قبیل میں کچھ بھر کر اسے چھت سے ٹکادیا۔ سوائے بادشاہ اور وزیر کے کوئی بھی نہ جانتا تھا کہ اس قبیل میں کیا ہو اس کے بعد رات میں دو آدمیوں کو اس کمرے میں بند کر دیا۔ ان میں سے ایک آدمی جسے نقد پر ایمان تھا ایک کو نے میں قسمت پر بھروسہ کر کے لیٹ رہا۔ لیکن دوسرے نے اپنے جان و نطفہ دیکھا اور اس قبیل پر جو چھت سے ٹکری بھی اُسکی نظر پڑی اس نے قبیل میں جو ہاتھ ڈالا تو ہاتھ میں مٹرائی جس کو اس نے کھا لیا۔ پھر اس نے دوبارہ اس قبیل میں ہاتھ ڈالا اور ایک اس کے ہاتھ جو اہرٹ سے بھر گئے۔ لیکن اس نے رات کی تاریکی میں انہیں پتھر پھینکا اور اپنے ساتھی پر پٹنہ کستے ہوئے انہیں پھینک دیا۔ اس نے ان کو اٹھا کر حبیب میں رکھ لیا۔ صبح کو بادشاہ نے دونوں کو علم دیا کہ وہ اپنی اپنی چیزیں جو انہیں قبیل میں ملی ہے پیش کریں۔ بادشاہ بہت متحیر ہوا جب اس نے دیکھا کہ اس شخص کے ہاتھ میں جو اہرٹ ہیں جو قسمت پر بھروسہ کر کے لیٹ رہا تھا۔ بادشاہ نے اپنے مصاحب کی بات پر یقین کر لیا اور کہا کہ ہاں دنیا میں نقد پر بھی ہے لیکن وہ ایسی ہی کیاب ہے جیسے کہ مٹرائی قبیل میں جو اہرٹ "لہذا کسی شخص کو اپنی قسمت پر بھروسہ کر کے قانع نہ ہونا چاہئے۔"

مہربانی کا بدلہ مہربانی سے

ایک کسان اپنے گھوڑے پر غلہ کی بوریاں لادے جا رہا تھا۔ کہ اسکے گھوڑے نے یکایک ٹھوکر کھائی اور ایک بوری اس کی پیٹ پر سے گر پڑی۔ کسان نے بوری کو اٹھا کر دوبارہ گھوڑے پر لادنے کی کوشش کی لیکن بوری اس قدر بھاری تھی کہ وہ اسکو اٹھانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ سڑک پر ادھر ادھر دیکھنے لگاتے ہیں ایک سوار کو دور سے آتے ہوئے دیکھا جب وہ سوار قریب آیا تو کسان کو معلوم ہوا کہ وہ سوار ایک امیر آدمی ہے جو بہادری کی چوٹی پر بڑے مکان میں رہتا ہے۔ کسان کو اس امیر سے مدد مانگنے کی کسی طرح حرات نہ ہوئی۔ لیکن وہ بہت متحیر ہوا جب اس نے دیکھا کہ امیر آدمی خود گھوڑے سے اتر پڑا اور کسان سے کہنے لگا کہ "اے میرے دوست! بہت اچھا ہوا کہ میں اس شرک سے گذرا اور نہ معلوم تمہیں کتنی دیر اور انتظار کرنا پڑتا" یہ کہہ کر اس نے کسان کی بوری پر کڑوا لی اور پھر گھوڑے پر لاد دی۔ کسان اس شخص کا بہت شکر گزار ہوا اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا کہ میرے آقا! میں آپ کی عنایت کا کس طرح شکر دے دوں گا؟ "امیر نے کہا کہ "میرے دوست تم بڑی آسانی سے اس کا بدلہ دے سکتے ہو جب تم کسی کو مشکل میں دیکھو تو تم اسکی اسی طرح مدد کرو اور وہ میری مدد ہوگی۔"

تقدیر و تدبیر

ایک بادشاہ نے اپنے ایک مصاحب سے دریافت کیا کہ تمہارا قسمت پر اعتقاد ہے؟ مصاحب نے جواب دیا کہ جی ہاں جناب مجھے قسمت پر کامل ایمان ہے۔ بادشاہ نے مسکرا کر کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ تم کہیں اپنا قول ثابت کرنے میں ناکام نہ ہو۔ مصاحب نے عرض کیا جہاں پناہ ممکن ہے جناب کا ارشاد بھی ہو۔ لیکن ناگوار غلط نہ ہو تو میں اسے ثابت کرنے کی کوشش کروں جس کا خاکہ میرے ذہن میں اس وقت موجود ہے۔ یہ کہہ کر وزیر نے بادشاہ کے کان میں کچھ اہم سے

استاد۔ بناؤ دھلگے کی کتنی گولیاں چاند تک پہنچنے کے لئے مکار ہو گئی؟ شاگرد۔ جناب! ایک ہی بوری ہو سکتی ہے، اگر وہ کافی لمبی ہو۔

استاد۔ اپنے شاگردوں سے تم کو اگر تم اپنے پورے تنگ باؤس میں کوئی چمن نگاہ تو میں تمہیں بہت کچھ مالی لہذا بھی دے سکتا ہوں۔ ایک تیز لوکا۔ جناب والا! آپ خواہ امدادوں یا ندیں لیکن ہم تیار ہیں اگر آپ ہمیں صرف مالی دے دیں۔

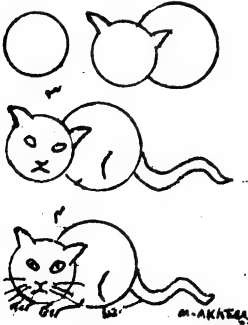
بچوں کے کھیل

کھیل کا کھیل اور سبق کا سبق

یہ تو کئی دہائیوں کے ملکر کھیلنے کا کھیل تھا۔ لیکن فرض کرو کہ بعض وقت کوئی لڑکا اکیلا ہو اور دھوپ یا بارش کی وجہ سے وہ کہیں باہر نہ جاسکتا ہو اس وقت وہ کیا کرے؟ بچے ہم ایک ایسا کھیل بتاتے ہیں پھیل کا کھیل ہے اور سبق کا سبق۔

چار چیزیں نو، ایک پنسل، ایک ورق کاغذ، ایک پیپ اور ایک دھبلا۔ اگر تم میں سے کوئی امیر ہے تو وہ چاندی کی اٹھتی اور چونی سے لے کر پتیلے چھوٹے سبکے کی مدد سے کاغذ پر ایک دائرہ بناؤ، جیسا کہ تم شکل نمبر میں دیکھتے ہو۔ اس کے بعد بڑے سے کو اس دائرہ پر کھرا ایک اور دائرہ اس طرح بناؤ کہ چھوٹے دائرے کی لکیر نہ کٹے جیسے کہ تصویر میں ہے۔ پھر اس کے بعد بڑے دائرے کے دائیں جانب ٹیڑھی لکیریں کھینچی اور چھوٹے دائرے کے بیچ میں دو آنکھیں اور ایک منہ سانادو۔ جیسا کہ تم تصویر میں دیکھ رہے ہو۔ اب تم کچھ کچھ سمجھنے لگے ہو گے کہ یہ دو دائرے ہی نہیں ہیں بلکہ یہ کسی جانور کی تصویر بنی جا رہی ہے اور یہ بھی جان گئے ہو گے کہ کس جانور کی تصویر ہے؟ لہذا انجیب میں باقی چیزیں جو تم میں ہیں یعنی دوچھین، پتے، ہتھیلیاں وغیرہ وہ بھی پوری کردو اور اس طرح ہتھاری بنی مکمل ہو گئی۔

اسی طرح اور جانوروں کی تصویریں بھی سوچ سوچ کر بنائی جاسکتی ہیں۔



انسان کچھ کرنے کے لئے بنا یا گیا ہے جب اسے کوئی اچھا کام نہیں ملتا تو وہ بے کام کرنے لگتا ہے۔ یہ علامت بچوں میں بہت ہی جب انکے پاس فاقہ اوقات میں کوئی اچھا کھیل کھیلے تو وہ طرح طرح کی شرارتیں اور بعض اوقات نہایت ذلیل ذلیل حرکتیں کرنے لگتے ہیں۔ بچے سمجھنا چاہئے کھیل اور تفریح کی باتیں دیکھ کر تے ہیں جن سے انہیں بہت دلچسپی ہوگی اور اس سے انکو وقت بھی اچھا گزرنے لگا۔

چڑیوں کا کھیل

یہ ایک بہت دلچسپ کھیل ہے اور جسے بہت سے بچے ملکر کھیل سکتے ہیں۔ یہ کھیل اس طرح کھیلا جاتا ہے کہ کچھ لڑکے جو کھیلنے والے ہوں وہ اپنی نام کسی نہ کسی پرندے کے نام پر کھلیں اور ایک ان میں سے چور بن جائے۔ پھر تمام لڑکے بھر لڑکے کی دھت یا چھڑی کی آڑ میں چھپ جائیں اور چور لڑکا چور ہو وہ مختلف پرندوں کے نام لے لیکر پکارتے جس جس لڑکے کا نام آتا جائے



وہ اپنے چھپنے کی جگہ سے ٹکڑو ٹکڑو لیتا جائے چور لڑکا اپنے نام پرندوں کو وہ چور بھیجتا اور پھر اس کے بعد دوسرے نام پکارتے۔ دیکھتے ہیں یہ کھیل کچھ نہیں معلوم ہوتا لیکن کھیلنے میں بہت دلچسپ ہو جاتا ہے۔

ہر بچہ کے پاس ایک علیحدہ کتب خانہ ہونا چاہیو

جس میں

”پیام تعلیم“ یا کوئی دوسرا اخبار آتا ہو اور ہر مہینے چند نئی کتابوں کا اضافہ ہوتا ہو

- (۱) اس فہرست کی سب کتابوں کی قیمت تو اسے ہے جو ایک دم صرف خاص خاص بچے خرید سکیں گے لیکن مدیعاہ ماہانہ کی کتابیں سب ہی خرید سکتے ہیں۔
(۲) اگر کوئی بچہ عرصے سے بھی کم کی کتابیں لینا چاہتا ہے تو ایک کارڈ میں اپنی پسند کی کتابیں لکھ کر ہم سے دریافت کر کے کتاب کی قیمت کے علاوہ ٹمکٹ پر کتنے پیسے اور خرچ ہوں گے۔ ہم اسی دن اس کو جواب دیدیں گے۔

نظمیں	اسکاؤٹ کی ضروری چیزیں	کہانیاں
<p>(۱) بچوں کے گیت قیمت ۲/۰</p> <p>(۲) سنہری گیت " ۳/۰</p> <p>(۳) بچوں بلوغت اول " ۱۲/۰</p> <p>(۴) " صدوم " ۴/۰</p> <p>(۵) راکھ بگم " ۱/۰</p> <p>(۶) بیاض نمکین حضور " ۵/۰</p> <p>(۷) شجاعت ڈکا " ۱/۰</p> <p>(۸) راجیات عالی " ۳/۰</p> <p>(۹) حب وطن " ۳/۰</p> <p>(۱۰) شجاعت بیوہ " ۴/۰</p> <p>(۱۱) چپ کی داد " ۳/۰</p> <p>(۱۲) درس عمل " ۴/۰</p> <p>(۱۳) حرزا پھیا " ۱/۰</p> <p>(۱۴) بیاض نمک " ۸/۰</p> <p>(۱۵) آغوش مادر " ۱۰/۰</p> <p>(۱۶) پہیلیاں " ۱/۰</p>	<p>(۱) فرسٹ ایڈ چارٹ - یہ دوا دار رکھنا سونے والا انتہائی مفید نقشہ جو جس "فرسٹ ایڈ" کے متعلق مفصل معلومات ۲/۰</p> <p>(۲) ضروری معلومات - اسکاؤٹنگ پر پڑی اچھی کتاب جو ہر اسکاؤٹ کے پاس رہنا ضروری ہے ۳/۰</p> <p>(۳) منڈر فرسٹ کٹ کا ڈھ - پہلے امتحان کی تمام باتوں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ جو مانا سا کارڈ ہے جو ہر وقت جیب میں رکھا جا سکتا ہے۔ ۲/۰</p>	<p>(۱) چڑیا چڑے کی کہانی قیمت ۲/۰</p> <p>(۲) چوہے جی نامہ " ۲/۰</p> <p>(۳) کرمودھرمو " ۴/۰</p> <p>(۴) نقلی شہزادہ " ۴/۰</p> <p>(۵) گدے کی سرگزشت " ۴/۰</p> <p>(۶) ترکوں کی کہانیاں " ۴/۰</p> <p>(۷) نیم پھپھی " ۳/۰</p> <p>(۸) زر واد " ۲/۰</p> <p>(۹) سنگ گڑا مامول " ۳/۰</p> <p>(۱۰) شہر شہری شہرت " ۵/۰</p> <p>(۱۱) کشی " ۶/۰</p> <p>(۱۲) حکایات شیریں علیہ اول " ۱۰/۰</p> <p>(۱۳) " جلد دوم " ۶/۰</p> <p>(۱۴) " جلد سوم " ۶/۰</p> <p>(۱۵) " جلد چہارم " ۶/۰</p> <p>(۱۶) سوکھ کہانیاں ۱۲/۰</p>
	<p>عربی سکھانیوالی کتابیں</p> <p>عربی کی پہلی - مصنفہ احمد شاہ صاحب ۳/۰</p> <p>" دوسری " " " ۴/۰</p> <p>" تیسری " " " ۵/۰</p> <p>عربی بول چال حصہ اول - مصنفہ حافظہ عبدالرحمن صاحب ۱۲/۰</p> <p>" " " " ۱۲/۰</p>	

مکتبہ جامعہ اسلامیہ دہلی

اگر آپ کو

یا آپ کے دوست احباب کو کسی قسم کا
سامان کھیل مغلا کرکٹ، فٹ بال
والی بال، ہاکی ٹینس، بیڈمنٹن،
وغیرہ کی ضرورت ہو تو ہمیشہ براہ راست
اسکولوں کے خاص مریدین خادم الملک
ایندھکنی جسٹو شہر سیالکوٹ کو بھیجیں



ہندوستان میں بھوک

عمدہ مضبوط ایڑیاں خوبصورت
ٹخنیں اور بہتر آرتھران فٹنگ
کھیل مہیا کرنے والا واحد
ملائینڈیا کمپنی جسٹریٹ
شہر سیالکوٹ کو یاد رکھیں

اپنی عمر کی مضبوطی اور بستانداری ہونے کی وجہ سے ثابت ہو چکا ہے جو چوں شوقین کھیل کلبوں کے سرکاری اور اسکولوں کے ہیڈ ماسٹر صاحبان بطور آڈیشن منگاتے ہیں اس کی عمر کی مضبوطی اور فاسٹ کو دیکر کرئیر سوسے جاتے ہیں جہاں پہنچے ہمارا سامان باکی ایک مرتبہ بطور آڈیشن کے منگایا گیا۔ انھوں نے دوسرے کی پیکش اور مقابلہ کی سچوں میں حسب خواہش عمدہ اور مضبوط پاکر اعلیٰ سے اعلیٰ سرپرست کے اوپر بڑے بڑے آرگروں سے مستفید فرمانے اور کافانہ کے مستقل گاہک بننے کے علاوہ کپنی کے محکمہ اشتہار بن گئے۔

ہمارا سامان کھیل میں بھی منگوا جاتا ہے اس اثنا میں جس قدر نہرت اور ناموری اپنی دیانتداری کی وجہ سے کاغذ کو نصیب ہوئی ہے شاید یہ کسی دوسرے کو ہوئی ہو۔ آپ ہی اپنا آزمائشی گروڈر بھیج کر ملری صداقت کا امتحان کریں۔ ذیل میں مختصر فہرست سامان کھیل درج ہے جس پر فی روپیہ کی خاص رعایت دیا جائے گی۔

[illegible]

جنرل نیچر ملک سینڈھ کی پٹی جسٹروں شہر سیالکوٹ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹۷۱

نرخنامه چپ دره
سالانه
ششماهی
فی پرچه

نرخنامه اشعارات
فی صفحہ ۱۷۷
نصف صفحہ ۱۷۸
چوتھائی صفحہ ۱۷۹

ایک شہزادہ سعد (نصاری) ۱۸۱۷ء - ۱۸۷۸ء جامعہ

ایڈیٹر۔ سعید انصاری۔ بی اے (جامعہ)

بر

۷ راپچ ۱۹۳۰ء

جلد

فہرست مضامین

۱۔ دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

۲ سیرت کی تربیت

۳ رفقا رتعلیم

م زبان

بجری تار برقی

۶ یورپ کی ننھی منی ریاستیں

۴. عید کا پانڈ

۸ پوری جو کڑھائی سے نکل بھاگی

۶۔ بچوں کے کہیں

۱۰. کوائف جامعہ

۱۱ شہزاد

۲ "اخيار"

۴۲۲

عبدالواحد سندھی صاحب متعلم جامعہ

۶ سید بیاض حسن صاحب

محمد عبداللطیف دادا بھائی رنگون ،

سید نصیر احمد صاحب دہلی ۸

مولوی شفیق الدین صاحب نیز ۱۰

رقیہ ریحانہ

محمد طیب، معلم جامعہ ۱۳

کوائف نگار

بچوں کیلئے جامعہ کی شائع کرو گتائیں

مناجے بنی۔ سات آٹھ سال کے بچوں کے لئے آنحضرت کی سیرۃ پاکِ قیت سہ

ہماری رسول - نو دس " " " " "

سرکار کا دربار۔ چارہ بارہ " لڑکوں " " " " " " "

سیرۃ الرسول - بارہ برس سے زیادہ کے " " " " " ۳۲

چار یار۔ خلفائے راشدین کے مقدس حالات نہایت آسان اور شیریں بان میں ۱۲

تذکرہ کی کہانیاں - بچوں میں بہت درجات پیدا کرنے والی سچی کہانیاں -

دنیا کے بسنے والے۔ سید بشیر زیدی صاحب بی اے (کنٹب) کی لکھی ہوئی

جغرافیہ کی کہانیاں۔ اس کتاب میں تقریباً پچاس تصویریں ہیں۔

قوم پرست طاغوتوں نے۔ بھول کے دلوں میں ہندوؤں کی محبت پیدا کر ڈالا اور امان

تاریخ ہندی کہانیاں۔ کتاب گو عالمہ کی شائع کردہ کہیں بلین بکوں کے لیے مفید امر

ملنے کا پتہ: ملتہ جامعہ - قزوین - دی

دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

ہندوستان کے باہر

پیامِ تعلیم کے کسی گذشتہ اشاعت میں یہ خبر دی جا چکی ہے کہ سلطان ابن سعود اور والی عراق کے درمیان برطانیہ مصاحت کرانے کے لئے کوشاں ہے چنانچہ ایک کانفرنس کے انعقاد کی تجویز ایک برطانیہ جلی جہاز پون مقام فیلیج فارس میں ہوئی تھی۔ اب تازہ ترین خبر یہ ہے کہ ۲۵ فروری کو دونوں عراقی و نجدی بادشاہوں نے ایک دوسرے کی مزاح پر کسی کی اور ایک دوسرے کو مبارکباد دیکر ہاتھ بٹھوسے ہوئے سیلون میں داخل ہوئے۔ حکومت برطانیہ کی جانب سے ہر دو بادشاہوں کی ملاقات پر اظہارِ خوشنودی کا پیغام بھیجا گیا اور ایک معاہدہ مرتب ہو گیا جس میں تمام مساوی حقوق کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک دوسرے کے مطالبات کو تسلیم کیا گیا اور چھ شکایات اس وقت تک حل نہیں ہو سکیں۔

عصر سے اخبارات میں یہ خبر آرہی ہے کہ شاہ نادر خان بادشاہ افغانستان سخت علیل ہیں۔ تیز زمانہ اللہ خان سابق شاہ افغانستان کی نقل و حرکت سے عام طور پر یہ قیاس آرائیاں کیجا رہی ہیں کہ وہ افغانستان جا رہے ہیں اور ایسا لکھایا ہوا تخت پھر سے حاصل کریں گے، اب ان دونوں خبروں کی تردید ہو گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ ان کے خلیفین کی شراوتوں کا نتیجہ تھا، سابق شاہ امان اللہ خان اپنی ہمیشہ کی مجوزہ شادی کے سلسلے میں بمبئی کمال پاشا سے ہونیوالی ہے۔ انکورہ گئے ہوئے ہیں۔

پچلے خبر دی جا چکی ہے کہ لندن میں خلعتِ دول کے نمائندوں کا ایک اجتماع اس غرض سے ہوا کہ جنگی بیڑوں کی روزانہ اخراجات کے لئے کوئی حد مقرر کرے۔ اب معلوم ہوا کہ وہ اجتماع ختم ہو گیا، توقع کیجاتی ہے کہ کانفرنس اپنے مقاصد میں کامیاب ہوگی۔ اور اس کامیابی کا اثر بہت گہرا تقریباً تمام ممالک پر پڑیگا۔

ہندوستان کے اندر

مقبوضہ علاقے سے معلوم ہوا ہے کہ جہاں تک گاندھی ۲۰ مارچ کو بمبئی نافرمانی کانفرنس کو دیکھیں گے اور ۲۰ مارچ کو بمبئی نافرمانی شروع کر دینگے پہلے ملک کی کانوں پر چڑھ چکا جائیگا۔ گاندھی جی کا ارادہ ہے کہ وہ سول نافرمانی کا آغاز آئرم والوں سے کرائیں گے، کیونکہ وہ اپنے آپ کو آئرم والوں کو ماننا چاہتے ہیں۔ گاندھی جی کو یقین ہے کہ سول نافرمانی کے جرم میں گرفتار ضرور کئے جائیں گے۔ اس لئے سنیہ گروہ کو خواتین کو نصیحت فرماتے ہیں کہ وہ مرجائیں لیکن تشدد نہ نہانے ہونے دیں۔ انکو تمام ملک سے عوام اور گجرات سے بہت جلدی قربانی کی توقع ہے۔

نہیں۔ رے آل پارٹیز کانفرنس کا جلد غیر رسمی طور پر نئی دہلی میں ہونا تھا۔ وہ کلک مارچ کو ختم ہوا۔ پچاس لیڈر ہندوستان، عیسائی اور مکہ قوم کے شریک تھے، مالوی جی، مولانا محمد علی وغیرہ نے ہندوستانوں کے اتحادی پر محرکہ اٹھایا، تقریریں کیں، مولانا محمد علی کی تقریر کا اثر لبرل پارٹی پر خاص طور پر بہت زیادہ ہوا، ایک مہینے میں آدمیوں کی تنہائی گئی ہے تاکہ وہ فرقہ وارانہ مسائل کا حل کرے، اگر یہ لوگ ان مسائل کے حل کرنے میں کامیاب ہو گئے جیسا کہ توقع ہے تو باضابطہ طور پر بہت جلد آل پارٹیز کانفرنس کا انعقاد ہوگا۔

نہیں ہیں کہ اگر پشاداسٹنٹ سکریٹری اور دو با و دھرمہ بنارس پوتھ لیگ کو تم کا فلسفہ نامی اشتہار چسپاں کر سیکے الزام میں چار چار ماہ قید اور پچاس روپے جرمانہ، صورت عدم ادائیگی جرمانہ دو دو ماہ قید محض کی سزا ہوئی ہے۔



اپنے بچوں کے پڑھنے کیلئے سب سے اچھا بات تصویر ماہور رسالہ

ماہور رسالہ

ہے جو پابندی وقت کے ساتھ ہندوستان کے دارالسلطنت دہلی سے شائع ہوتا ہے۔ اس میں بچوں کے لئے عکسی اور دستی تصویریں۔ انعام حاصل کرنے کے لئے معنی حفظ صحت کے لئے تدبیریں۔ مزید ارقصے و کمائیاں۔ اعلیٰ انقیس۔ مفید اور دلچسپ مضامین آسان زبان میں شائع ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے تمام مشہور اخبارات نے اس رسالہ کی بہت تعریف کی ہے اور اس کو بچوں کے لئے بہترین رسالہ تسلیم کیا ہے۔ صرف ایک ہی رسالہ ہے جو ہندوستان کے ہر فرقہ اور ہر طبقہ میں پسند کیا گیا ہے۔ اس کے مضمون نگار ملک کے بہترین انشا پرداز ہیں جو تعلیمی معاملات میں بہت زیادہ تجربہ رکھتے ہیں۔ یہ رسالہ تمام سرکاری و غیر سرکاری مدارس اور لائبریریوں پسند کیا گیا ہے۔ رسالہ کا کاغذ طباحت اور گنا بہت عمدہ ہوتی ہے۔ تین روپے ہر ہیکڑ یہ رسالہ اپنے بچوں کے لئے جاری کر لیجئے یہ ان کی تعلیم و تربیت اور اخلاق سدھانے میں بہت مدد دے گا۔ نمونہ ہم کے گٹ بھیج کر دفتر سے منگو لیجئے۔

لئے کتابت

منجھ رسالہ ہونہار صد دریا دار دہلی

دوسری روزانہ اخبار

ایسا انجاء ہے جو سابق ایجنٹر محمد رذکی حالات میں نکل رہا ہے اور جس کا سوا اعتبار اسے مفید ہے۔ "ملت" پر نہیں اٹنے کی اخلاقی حالت اور مضرب کلام پر برا اثر نہیں پڑتا۔

"ملت" خبر بہت جلد اوتا روز کے روزنامہ کے ذریعہ پہنچا ہے۔
 "ملت" کے پاس ایسٹرن ایڈ پریس، رومسٹر اور جگنوی لاسکی پیامات براہ راست آتے ہیں۔
 "ملت" کی خاص پارٹی یا جماعت کا انبار نہیں ہے اس لئے اس میں ہر مسئلہ پر تمام مختلف الحزبی اہل الرائے کے خیالات
 مل جاتے ہیں۔

”ملت“ کا لہجہ نہایت شریفانہ اور مہذب، زبان شستہ اور صاف، طرزِ تحریر متین ہے۔

اور سب کے ہر

ملت کی قیمت بہت کم ہے یعنی صرف سیرس ماہی، مچھلی، مچھلی، مچھلی سالانہ
اس نے انگریزوں کو سچا اور سچے حالات، ہدیہ گینہ اور رنگ آمیزی سے پاک خبریں مطالعہ کرنا چاہتے ہیں تو ملت پر ہے۔
مینجر ہزارہ "ملت" فارارہی ماران، دہلی

والدین اور استادوں کا صفہ

سیرت کی تربیت

ہم نے پچھلے پرچہ میں ان تدبیروں کا مختصر سا ذکر کیا تھا جن سے اس ماہ کے اچھے معلم اور محقق بچوں کی سیرت سے واقفیت حاصل کرتے ہیں۔ تاکہ اس کی تربیت میں اس واقفیت سے مدد ملے سکیں۔ ان لوگوں نے سیرت کی تربیت میں مدد لینے کے لئے اور بہت سے مسائل پر بھی تحقیق کی ہے مثلاً اس مسئلہ پر کہ بچوں کی سیرت کے سبب یا کچھ اجزاء انہیں اپنے والدین کے درمیان میں ملنے ہیں یا نہیں۔ سیرت پر ماحول کا کیا اثر ہے؟ بعض تو اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ درمیان میں بچوں کو سیرت کا کوئی حصہ نہیں ملتا۔ صرف جہانی خصوصیات ملتی ہیں۔ جیسے انھوں کا رنگ، ہڈی کی لہائی، سر کی ساخت، چڑے کا رنگ وغیرہ۔ ایک مشہور محقق ج۔ ب۔ ڈائٹن کا قول ہے: ایک درجن مند دست بچے مجھے دید و دہاتہ، پاؤں، ناک، کان کے اچھے اور صحیح اور میں انکی تربیت کے لئے اپنی دنیا بنا سکوں تو میں ذمہ لیتا ہوں کہ ان میں سے جسے کمو لے لوں اور جس چیز کا مہر کمو بنا دوں۔ ڈاکٹر، وکیل، تاجر، مہر دار بنا دوں، یا پکا چور، فقیر اور گدگد اگر۔ اور اس میں اسکا ذرا خیال نہ کروں کہ ان کے والدین کی کیا صلاحیتیں ہیں، کیا قابلیتیں، پیسے، کیا نسل؟ دوسرے محققوں نے دیکھا کہ بعض اخلاقی عیب یا غریباں برابر خاندانوں میں جلتی ہیں تو انھوں نے ہزاروں عیب دار اور بے عیب بچوں، اور ہزاروں خاندانوں کے حالات بچان ڈالے۔ ان سب تحقیقاتوں میں سے کسی سے یہ کوثارت نہیں ہو سکا کہ بدعاشی، بد اخلاقی وغیرہ بچوں میں منتقل ہوتی ہے۔ جو بات ثابت ہوئی ہے کہ بعض اخلاقی اچھائیاں یا بُرائیاں بعض خاندانوں میں نسلاً بعد نسل جلتی رہتی ہیں۔ یہ اب تک نہیں کہہ سکتے کہ یہ نسلاً در نہ میں پہنچی ہیں یا والدین اپنی تعلیم اور اپنی مثال سے انہیں بچوں تک منتقل کرتے ہیں۔

۱۔ بچوں پر پڑتا ہے اسکا حال ہزاروں بچوں اور گھروں کو دیکھ کر لگایا گیا، پھر گھر میں رہنے والوں یعنی ماں، باپ، بھائی بہن کے باہمی تعلقات سے سیرت پر جو اثر پڑتا ہے اس کی بھان بین کی۔ مدرسہ میں کن چیزوں سے سیرت پر اچھا اثر پڑتا ہے، کن سے بُرا؟ اس پر متعدد آدمیوں نے تحقیق کی ہے۔ خصوصاً اس مسئلہ پر تو امریکہ میں تربیت، سیرت کی تحقیقات کی گئی ہے بہت کام کیا ہے کہ بچے مدرسہ میں دھوکہ کیوں دیتے ہیں؟ گھر اور مدرسہ کے علاوہ ساتھیوں، دوستوں کا جو اثر سیرت پر ہوتا ہے؟ فرصت کے اوقات صرف کرنے کے طریقے سے، تفریح اور کھیل کی نوعیت سے، مختلف کلبوں یا جموں کے تعلق سے سیرت کس طرح متاثر ہوتی ہے یہ سب سوال بھی خوب چھاننے کا جگہ ہیں۔ ہم ان تحقیقوں کی تفصیل بیان کرنے سے بہتر اسے سمجھتے ہیں کہ اس کے نتائج سے آپ لوگوں کو آگاہ کر دیں تاکہ اللہ بے توفیق دے وہ ان سے فائدہ اٹھائے۔

والدین خیال رکھیں کہ

۱۱۔ خاندان میں سب سے بڑے بچے کی سیرت کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ اسکی سیرت میں نقص پیدا ہو نہکا سب سے زیادہ امکان ہے۔ اکلوتہ بچہ کبھی لاڈ پیار سے اکثر گرو جاتا ہے مگر سب سے بڑا بچہ چھوٹے بچوں کے مقابلہ میں اکثر برائیوں کا حامل بن جاتا ہے۔

۱۲۔ ماں باپ کی باہمی ناجا جاتی اور ان میں بری اور قابل اعتراض عادتیں بچوں کو عیب دار بنا دیتی ہیں۔

۱۳۔ گھر کی جو برائی بچوں پر سب سے خراب اثر کرتی ہے وہ بد انتظامی اور بے ادبی ہے۔ اس کے بعد والدین کی بری عادتیں، پھر والدین کے باہمی تعلقات کی خرابی اور سب سے کم والدین کا افلاس۔

۱۴۔ بچہ کی سیرت، اس کے میلان طبع اور رجحانات، اور اس کے عام طبع پر اس کے مدرسہ کے ساتھیوں، دارالافتاء کے ساتھیوں اور دوستوں کا بہت اثر ہوتا ہے۔ اس لئے بچہ کو دوسرے سے تعلق پکڑنا

اسی طرز سے سیرت پر ماحول کا اثر پڑتا ہے اس کی تحقیق بھی کر ڈالیں ماحول میں پہلے گھر کے اثرات کو لیا، پھر مدرسہ کے اثرات کو، اور اس کے بعد گھر اور مدرسہ سے علاوہ دیگر اثرات کو۔ گھر کی مادری حالت سے جو اثر

جامعہ کی عید

دلی کی عید اور عید کے بعد ٹریوں ہی کیا کم پُر لطف ہوتی ہے، لیکن خصوصیت کے ساتھ وہ لطف جو جامعہ کے ایک طالب علم کو جامعہ میں جامعہ کے اساتذہ کے خلوص و محبت کی وجہ سے انکو حاصل ہوتی ہے اسکا حال کچھ ایسے کے طلبا جان سکتے ہیں باہر کے لوگوں کو اس کا صحیح اندازہ کرنا مشکل ہے، جو ایک نغمہ بیان رہا وہ گھر کی عید بھول گیا اور سب سے بھی گھر جانا کلام نہیں لیا۔ وہ منتظر ہی پُر لطف تھا جب جامعہ کے اکثر طلبہ اور اساتذہ عید سکن کھد کر کے یکساں لباس میں ایک ساتھ عید گاہ نماز پڑھنے گئے اور واپس آئے، وہاں کی سب سے پہلا علامت مولانا محمد علی صاحب کے ہاں مولانا موصوف سے عید سے پہلے کھائیں اور پھر کچھ گروپ شیخ ابی معذ کے ساتھ ساتھ ان کے گھر تک گیا اور وہاں بھی قائم نگہی ہر چوٹی کی مخصوص چیر تھی اور سونٹوں سے نوازا گیا، العزمن دن کے دو بجے تک ہر چھوٹے بڑے اُستاد کے ہاں دعا دیا جوتا رہا۔ دو بجے کے بعد متوسط علم کے لوگوں کی تربیت گاہ پر جا کر اس انتظام میں مشغول ہوئے جہاں رشام کو چارے اساتذہ کی نیز مشرک ان معززین کی جو جامعہ سے کچی لیتے ہیں اور اسمبلی کے بعض اُن ارکان کی جو آجکل دلی میں ٹہرے ہوئے تھے دعوت ہونیوالی تھی، شام ہوتے ہوئے تمام انتظامات مکمل تھے۔ روشنی اور چھینڈیوں کے معقول انتظام سے کوٹلی دلمن من رہی تھی، ۱۰ بجے کے بعد جب کہ مولانا محمد علی شفیق داؤدی، مفتی صاحب، ڈاکٹر سلیم الزماں، بلدیہ کالج کے حکام اور ڈاکٹر صاحبان وغیرہ وغیرہ آچکے تھے، کھانا کھایا کھانے کے بعد چھوٹے طلبہ نے قومی گانے گائے، مہمانوں کی جماعت میں عبداللطیف صاحب فاروقی ممبر اسمبلی اور ڈاکٹر سلیم الزماں صاحب نے نمائندگی کی اور اس کے بعد مولانا محمد علی صاحب کے اصرار پر جامعہ کے خرم سادہ مولانا شرف الدین صاحب نے حاضرین کو اپنی شعر و شاعری سے غلوں اور قلمیات کو پُر لطف صحبتات کے ساتھ ملے جلے گانے بگے تک جاری رہی اور مولانا محمد علی صاحب کی مختصر سی تقریر کے بعد ختم ہو گئی۔

میں متعلق کوئی بڑی رائے نہ قائم کرنی چاہیے۔ اس میں اپنا بھی نقصان ہے اور کچھ کا بھی۔

کے ساتھ چھوڑنا اسے جان بوجھ کر چھوڑنا ہے۔

۱۵، سیرت کے لئے بچہ کی زندگی کے پہلے چند سال بلکہ پہلے چند مہینے بہت اہم ہوتے ہیں۔ ۵ سال کی عمر سے پہلے جو عادتیں بچہ میں پڑ جاتی ہیں انہیں تقریباً مستقل سمجھنا چاہیے۔ یہی اسکی ساری سیرت کی بنیاد بن جاتی ہیں۔ اُستاد دیا دیکھیں کہ

۱۶، مدرسہ میں اُستاد اگر دکاتعلق ہمدردی اور معاونت کا تعلق ہونا چاہے کہ دکاتذکر اور گاہک کا ورنہ آقا اور غلام کا جین مدرسوں میں یہ تعلق اچھے ہوتے ہیں وہاں کے لوگ بہت کم جھوٹ بولتے، دھوکہ دیتے ہیں جہاں ناگوار ہوتے ہیں وہاں بہت!

۱۷، بچہ کی سیرت پر اپنے مدرسہ اور اپنی جماعت کی اخلاقی شہرت یا بدنامی کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ نیک نام مدرسہ کے بچے عموماً نیک بننے کی زیادہ کوشش کرتے ہیں۔ مدرسہ اور جماعت کا یہ لکھا قانون چھپے ہوئے قواعد و ضوابط سے زیادہ اثر رکھتا ہے۔

۱۸، اگر آپ اپنے شاگردوں کی سیرت بہتر بنانا چاہتے ہیں تو روزِ چند اخلاقی تعلیم کے محلے انکے سامنے بول دینے سے یا کسی الہامی کتاب یا اخلاقی دستور کے چند صفحے انکے نصاب میں رکھ دینے سے یہ چیز حاصل نہیں ہو سکتی اسکے لئے سارے نصاب کو نہیں بلکہ مدرسہ کے سارے کام کو جس میں تعلیمی اور تربیتی کام دونوں شامل ہیں از سر نو تربیت دینے کی ضرورت ہے والدین، اُستاد اور ہر شخص جسے بچوں کی سابقہ بہت خوب سمجھ لے کہ

۱۹، اخلاقی اصولوں کے جاننے یا اخلاقی اعتبار سے اچھے بُرے کی تمیز کر سکتے سے عمل پر بہت کم اثر پڑتا ہے۔ آدمی کی سیرت پر اس کے جذبات، خواہشات، محرکات جیسی میدانِ بات کا بڑا راست اثر پڑتا ہے، علم کا بہت بالا واسطہ۔ اچھی سیرت کے لئے بہت سا علم درکار نہیں، جتنا اچھی عادتیں ورکار ہیں۔

۲۰، آدمی کے چلن پر کسی وقت یا کسی جگہ کے مخصوص حالات بہت زیادہ اثر کرتے ہیں کوئی خاص صلاحیت یا خصلت آدمی میں نہیں ہوتی جو اس سے ہمیشہ ہر حالت میں چھائی یا بڑائی کر لے۔ اکثر وہی گناہ ہے کہ جو بچہ اُستاد کو دھوکہ دینے میں قائل نہیں کرتا وہ اپنے ساتھی کو دھوکہ نہیں دیتا، جو اپنے ماں باپ کی جیب سے پچھلے لٹا ہے وہ کسی دوسرے کی جیب سے پچھلے نہیں نکالتا، اس لئے اگر کبھی کسی بچہ کو جھوٹ بولتے یا چوری کرتے، یا دھوکہ دیتے پکڑا تو اس کی ساری سیرت

تعلیم
رفتارِ تعلیم

قلم و روس میں لاطینی حروف کا رواج

ایشیا میں ترکی حکومت نے اپنے ہاں لاطینی رسم الخط رائج کرنے میں سب سے زیادہ پیش قدمی کی ہے۔ یورپ میں بھی یہ رسم الخط روز بروز عام ہوتا جاتا ہے۔ ابھی ماسکو سے خبر آئی ہے کہ یکم جنوری ۱۸۷۸ء سے تمام قلم و روس میں لاطینی رسم الخط جاری کر دیا جائیگا۔

روسی کالجوں کے ہندوستانی طلبہ

دارالعلوم میں کمانڈر پلے نے سوال کیا کہ آیا سوئٹ گوڈنٹ سے ہندوستانی اور دوسرے حصے سلطنت کے طالب علموں کے متعلق کوئی مراسلت کی ہے؟

جنگو سوئٹ روسی کالجوں میں انقلابی تعلیم دی جا رہی ہو۔

مسٹر میڈرمن نے جواب میں کہا کہ مجھے کوئی خبر نہیں اور تفصیلات معلوم کرنے کی خواہش پھر خصوصاً ان ہندوستانی طلبہ کے متعلق جنہیں ماسکو میں تعلیم دی گئی ہے اور قید ہیں۔

سوڈان کی موجودہ تعلیمی حالت

وزیر تعلیم سوڈان نے اخبار خلاصۃ السوال "میں مسئلہ اور مسئلہ کی رپورٹ شائع کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:-

شمالی سوڈان میں تعلیمی ادارے دیگر درسگاہوں کے علاوہ گورڈن کالج اور گیارہ ابتدائی مدارس ہیں۔ مسئلہ میں کالج مذکور کے طلبہ کی تعداد ۶۵۰ تھی مگر پچھلے ہی دنوں میں ۴۴۴ تک پہنچ گئی ہے اور ابتدائی مدارس میں اس وقت ایک ہزار دو سو طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ مسئلہ میں تمام درسگاہوں میں طلبہ کی تعداد ۱۹ ہزار تھی۔ مسئلہ میں یہ تعداد ۱۷ ہزار تک پہنچ گئی ہے۔

سوڈان میں مختلف مقامات پر انجینیئر، تجارت اور سنگ تراشی کی تعلیم کے لئے تین صنعتی مدرسے ہیں۔ ان مدارس سے جو طلبہ فارغ ہو کر نکلتے ہیں انکو فوراً ملازمت مل جاتی ہے۔

ناگری پر چارنی سبھا کو گرانہبا عظیم

بنارس کے ایک عہدوست ہندو کا لاپروشا و ناخوشی نے اپنا تمام تاریخی اور تصویری ذخیرہ بنارس ناگری پر چارنی سبھا کو دیدیا ہے۔ اس ذخیرہ کی قیمت ایک لاکھ سے زیادہ ہے سبھا نے اس ذخیرہ کو اپنی عمارت کے بالائی منزل میں منتقل کر دیا ہے جو حال ہی میں ۲۵ ہزار روپیہ کی لاگت سے تیار ہوئی ہے۔ کارکنان سبھا کا ارادہ ہے کہ اس ذخیرہ میں اور اضافہ کیا جائے تاکہ ایک مکمل تصویری اور تاریخی کتب خانہ بن جائے۔

گزشتہ سال کے نوبل انر

نوبل پرائز کے نام سے اکثر لوگ واقف ہوں گے۔ اس سال ادب کا انعام جرمنی کے ایک مشہور افسانہ نویس ہرٹس من نامی کو ملا ہے۔ یہ انعام "اسکو" رٹنبرگ کو "کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ مسئلہ کا طبیعیات کا انعام لندن کے شامی کالج کے ناظم طبیعیات اور ڈیپو رچرڈسن کو ملا ہے اور مسئلہ کا انعام پیرس کے ڈیوک ڈی بروگلے کو دیا گیا ہے۔ ان دونوں نے برقی ذرات کے متعلق مفید انکشافات کئے ہیں۔ کیمیا کا انعام اس سال لندن کے دو ماہرین علم الکیمیا میں تقسیم کیا گیا ہے جن کے نام آر تھر ہرون اور اسٹاکم ہیں۔

جلتہ تعلیم اسناد جامعہ عثمانیہ

۱۸ جنوری ۱۳۱۰ء کو جامعہ عثمانیہ کے جلستہ تعلیم اسناد میں ۶۵ گرجوٹیوں کو جن میں تین ام۔ اے اور تیرہ ایل ایل بی بھی شامل تھے سندس عطا کی گئیں۔ نواب سر قلامت جنگ جاد نے اپنے خطبہ میں گرجوٹیوں کو مخاطب کر کے تعلیم کے اصلی مقصد کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ ہمارے طلبہ کو مغربی علوم کے ساتھ ساتھ مشرقی علوم کا مطالعہ بھی کرنا چاہیئے۔ آپ نے یہ توقع ظاہر فرمائی کہ وہ زمانہ بہت قریب ہے جب کہ جامعہ عثمانیہ مشرقی علوم و تمدن کا مرکز بن جائیگی۔ اور آخر میں علم الاخلاق کے مطالعہ کی تلقین کی۔

زبان

اس پر قابو حاصل کیا۔ بڑے الفاظ اور ناشائستہ باتوں کے کہنے سے اسے روکا اور چھوٹی باتوں سے اسے بچایا۔ اُنھوں نے ہر ایک سے نرمی کے ساتھ باتیں کیں اور یہ خیال رکھا کہ انہی باتوں سے کسی کا دل کھمکھمی وجہ ہے کہ آج ان کا نام دنیا میں روشن ہے اور عزت کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

ایسی زبان جو انسان کے قابو میں نہ ہو، دو کوڑی کی ہے جس شخص کی زبان اُس کے قابو میں نہیں سمجھنا چاہیے کہ اُس نے ایک ناگن پال رکھی ہے جس کے زہر کا کوئی آنتا نہیں۔ ایسی زبان بہت ہی خطرناک اور سنگین بنانے والی ہے۔ یہ کبھی اپنی رکھائی اور سخت کھائی سے اس کو انسان کا دشمن بنا دیتی ہے کبھی اپنی بے موقع باتوں سے اُسے شرمندہ کرتی ہے کبھی اُس کے زانگی باتوں کو ظاہر کر کے اُسے ذلیل اور بدنام کرتی ہے۔ اور کبھی جھوٹ بول کر اُسے مصیبت میں پھنسا دیتی ہے۔ انہی نے یہ کہہ کر کہ "اے خداوند کریم! کیا تو ایسے کو دنیا میں حکومت کرنے کو بھیجتا چاہتا ہے جو وہاں دنگا فساد کرے؟ تمام فرشتوں کو نینجا دکھلایا۔ اسی نے اہلس اسے زاہد اور عابد کو یہ کہہ کر کہ "آدم خاک ہے اور میں آگ ہے" اُسے سجدہ نہیں کر سکا۔ فرشتوں کے زمرے سے نکلوا دیا اور کہیں کا نہ رکھا۔ اسی نے خود تو گیموں کھایا اور حضرت آدم کو بہشت سے نکلوا یا۔

پس اسے عزیز بچو! اگر تم چاہتے ہو کہ دنیا میں نام پیدا کرو۔ عزت حاصل کرو۔ اچھے کملاؤ اور ہر دلعزیز کو تو سب سے پہلے اپنی زبان درست کر دینی سچ بولو۔ بڑے الفاظ کے استعمال سے پرہیز کرو۔ ہر ایک سے ہنس مکھ ہو کر باتیں کرو جو بات کو سوچ بھکر جو بات کرو موقع محل سے۔ ہمیشہ یہ خیال رکھو تمہاری زبان تم کوئی ایسا جملہ نہ بھلے جو کسی کو ناگوار گزرے اور اُس سے کسی کے دل کو ٹھیس ملے یا رکھو! کہ اگر تم نے اپنی زبان قابو میں کر لی اور اسے سدھار لیا تو پھر کوئی بُرائی تم میں نہیں پیدا ہو سکتی۔

پیارے بچو! تم خیال کرتے ہو گے کہ خداوند کریم نے ہمیں زبان اس لئے عطا فرمائی ہے کہ ہم اُس کے ذریعہ آپس میں باتیں کر سکیں اور ہر قسم کے کھانوں کا لطف اٹھا سکیں۔ مگر نہیں۔ صرف اتنے ہی کے لئے ہمیں زبان عطا نہیں ہوئی ہے۔

خداوند کریم نے ہمیں زبان اس لئے دی ہے کہ ہم اُس کی قدرت اور کارگرگیوں کو دیکھ کر نہ صرف دل سے بلکہ زبان سے بھی اُس کی وحدانیت کا اقرار کر سں۔ اور جب ہم اُس کی دی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں تو اُس کا شکر یہ ادا کریں کہ اے ملک! بیشک تو بڑا مہربانی کرنے والا ہے۔

جب کسی مصیبت میں پھنس جائیں اور شکوں کا سامنا ہو تو اُس کے ذریعہ سے اپنے بیدار کرنے والے سے مدد چاہیں کہ اے ہم سب کے پالنے والے! ہمارے مصیبتوں کو دور، اور شکوں کو آسان کر۔ جب ہم سے کوئی گنا ہو جائے تو اپنی زبان سے اُس کا اقرار کرتے ہوئے دعا کریں کہ "پروردگار! ہمارے خطاؤں کو معاف فرما، گناہوں کو بخش دے اور ہمیں نیک کاموں کی توفیق دے۔"

پیارے بچو! زبان کو تم کوئی معمولی چیز نہ سمجھو اور اُسے بڑا گوشت کا ٹکڑا نہ جانو۔ یہ بڑے کام کی چیز ہے اور اس میں بڑے بڑے گناہ بھرے ہوئے ہیں مگر یہ بھی یاد رکھو کہ یہ جتنی فائدہ مند ہے اتنی ہی خطرناک اور نقصان دہ بھی ہے۔ تم تعجب کرو گے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اچھا سنو۔

اگر یہ انسان کے قبضہ میں ہے اور من مانی کام نہیں کرتی تو یہ ہر طرح سے فائدہ کی چیز ہے۔ ایسی حالت میں یہ انسان کی مددگار ہے۔ اُسکی نیک نامی اور شہرت کا سبب ہے اور اُس کی ناموری کا ذریعہ ہے۔ یہ اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے ہر ایک کو انسان کا دوست بنا دیتی ہے اور اپنی تمام شکوں کو آسان کرتی ہے۔

دنیا میں جتنے ولی، انبیاء، رشتی اور غرضی گزرے ہیں سب سے پہلے

سائنس

بحری تار برقی

چار سو سال تک ڈالنے کے بعد تار کا سلسلہ منقطع ہو گیا لیکن اس واقعہ سے فیلڈ اور برائٹ کو کوئی مایوسی نہ ہوئی اور آئندہ سال ہی انہوں نے دوبارہ کوشش جاری کر دی اور دہائیوں جہازوں کی بحری تار کا کچھ حصہ لاکھ ہوئے دوبارہ ایک دوسرے سے سمندر کے وسط میں لے دوئوں تاروں کے سروں کو ایک دوسرے سے جوڑ دیا گیا۔ اور جہاز خافت ساحلوں کی طرف تار کو پھیلاتے ہوئے روانہ ہوئے کچھ میل کی مسافت طے کرنے کے بعد تار کا سلسلہ تین مرتبہ ٹوٹا اور تینوں مرتبہ از سر نو جوڑا گیا لیکن یہ سب بیکار ثابت ہوا اور چوتھے انقطاع break کے بعد اس کوشش کو بالکل ترک کرنا پڑا۔ اس وقت ان بد قسمت مہمتیوں پر تیسرا اور استوار کی پوچھاڑیں چاروں طرف سے پڑنے لگیں اور انکو دوبارہ اس منصوبہ کو یا پھر تکمیل تک پہنچانے کے لئے روپیہ کی فراہمی میں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن آخر کار وہ کامیاب ہوئے اور دوسرے عالمی دہائی جہاز پر ایک دوسرے عین سے سمندر کے وسط میں لے پھرا سی طرح تار ایک دوسرے سے جوڑے گئے اور جہازوں نے اپنی راہ لی۔ اس مرتبہ دو جہاز نہایت ہی احتیاط سے چلے مگر راستے میں تھکے ہوئے برت کے تو دور کی موجودگی اور ویل بھیجی کے نمودار ہونے سے ایک مرتبہ پھر انکی امیدوں پر یاس کا رنگ نظر آنے لگا آخر کار ہار گشت شہنائہ کو دونوں جہاز اپنے اپنے ساحل مقصود پر جا گئے اس طرح وہ دفتر میں لمبا تار بچھاڑنے میں کامیاب ہو گئے سمندر کے دونوں ساحلوں پر برسرِ تار دانی کے آثار نمایاں تھے انجھستان اور امریکہ کے درمیان اتحاد کی ایک نئی گرہ لگ جانے سے ملک و کوئیہ اور کیفین صدر جمہوریہ کے مابین مہاد کی بحری بیانات کا تبادلہ ہوا اور وہ لوگ جنہوں نے اس ہم کو استقلال اور نکل کے ساتھ سر کیا اُنکو غلام و خواص کی موجودگی میں سرفرازی کا کیا تقریباً تین ماہ کے بعد پیغام رسائی کی قوت میں بہت آہستہ کمزوری نمودار ہونا شروع ہو گئی اور آخر کار بالکل ختم ہو گئی تار طاقتور برقی رو کے عمل سے جل گئے لہذا اس کا عظیم کو پھرنے

بحری تار برقی کی تاریخ تھوڑے فاصلے پر پانی کے اندر برقی تار ہی مسئلہ میں کوشش کی گئی اور تار برقی کے موجد مورس کی پیشنگوئی تقریباً پچیس برس کے بعد ہی پوری ہو گئی ۱۸۵۷ء میں ڈورادر کیلے کے درمیان بحری تار ڈال گیا اور آئندہ تھوڑے ہی عرصہ میں بہت سے چھوٹے چھوٹے سلسلے انجینڈر کے مختلف حصوں اور یورپ کے درمیان قائم کئے جانے لگے۔ سب سے بڑا سلسلہ ایک سو ستر و سول لمبا تھا جبکہ سائنس فیلڈ ایک امریکی سرمایہ دار نے امریکہ سے آئرلینڈ تک دو ہزار میل کے فاصلہ میں بحری تار ڈالنے کی تجویز دی اس منصوبہ کا استقبال مذاق اور بے اعتمادی سے کیا گیا اور انجھستان کے ایک نامور سائنس دان نے دنیا میں اعلان کیا کہ اتنی گہرائی میں حفاظت سے برقی تار ڈالنا ریاضیات کی ممکنات میں سے ہے اور اگر یہ ممکن بھی ہو تو اتنے طول میں برقی اشاروں کا پہنچنا کبھی ممکن نہیں ہو سکتا لیکن مشرفیلڈ کے عزم کو اپنی نقد بینی سے کوئی جنبش نہ ہوئی اور اُس نے ایک کمپنی قائم کی جس نے کہ ۱۸۵۸ء میں پچاسی میل لمبا تار ڈالا جو کینیڈا چونس اور نیوفاؤنڈلینڈ کو کیپ برٹن اور کینیڈا سے ملتا تھا اس طرح اُس نے بحراوقیانوس کے پار سب سے پہلا سلسلہ قائم کر دیا فیلڈ نے اس بعد انجھستان میں ایک کمپنی قائم کی تاکہ باقی ماندہ اسیکیم کو ملی جا کر پہنچانے کے لئے روپیہ فراہم کیا جائے اُس کے سب سے پہلے شریک کار سر چارلس برائٹ اور لارڈ کیلون تھے سرمایہ کی فراہمی کے بعد تانبے اور لوہے کے تاروں کو گوند کرتین لاکھ چالیس ہزار پانسو میل لمبا تار تیار کیا گیا جو کہ چاند تک پہنچنے کے لئے بھی کافی سے زیادہ تھا برطانیہ اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کی گورنمنٹ نے Agamemnon (اگامینن) اور USS Albatross (ڈیلاگرا) دو جہاز علی الترتیب عاریشا اُنکو دئے۔ اس منصوبہ عظیم کی ابتدا ۱۸۵۸ء میں ہوئی یہ دہائی سال تھا جس میں تار برقی کا سب سے پہلا سلسلہ برطانم امریکہ کے بائیکل ہوا بحری تار ڈالنے کی ابتدا اقتصادی رسوم کی ادائیگی کے بعد آئرلینڈ کے ساحل سے کی گئی لیکن

صفحہ ۹ کا بقیہ مضمون

میں ایک قسم کی شراب بھی ہوتی ہے لیکن پینے کا طریقہ عجیب ہے۔ شراب بوتلوں میں رہتی ہے جب کوئی پینا چاہتا ہے تو بوتل کو اپنے منہ سے چند انچے دور رکھ کر شراب منہ میں اُنڈیل لیتا ہے۔ اس سے ایک تو یہ فائدہ کہ ایک ہی بوتل سے کئی آدمی بغیر اسے صاف کئے شراب پی سکتے ہیں اور دوسرے پالیوں وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔

ان کے عقاید بھی عجیب ہیں۔ بہرگیت میں ایک سرور کے درخت کا ہونا ضروری ہے تاکہ شیطان اگر گھسٹ کو شراب نہ کر جائے۔ اگر کوئی آدمی سفر پر جانے لگے اور راستے میں اسے سفید پیڑ دکھائی دے تو وہ واپس آجاتا ہے کیونکہ سفید پیڑ کا لعلت و مصائب کی نشانی سمجھی جاتی ہے

تندیب کی ہر چیز سے ان لوگوں کو نفرت ہے۔ جب اسپین کی طرف سے ریاست میں پہلی رشک بنائی گئی تو لوگ اپنے گھروں سے باہر نکل آئے اور ردنے پڑنے لگے۔ بڑی مشکلوں سے ان لوگوں کو رشک بنانے پر مجبور کیا گیا۔

چند سال ہوئے کو کوشش کی گئی تھی کہ یہاں ریل جاری کیجئے۔ کام شروع بھی ہو گیا تھا لیکن یہ دیکھتے ہی ریاست کے تمام باشندے مسلح ہو کر گھروں سے نکل آئے اور فوراً اس راہ کو رشک کرنا پڑا۔ یہاں کوئی اخبار بھی نہیں۔ ایک مرتبہ اسپین کے ایک اخبار نویس نے یہ کوشش کی تھی کہ ان کو اخبار دینا کئے جائیں۔ مگر اس میں ناکامی ہوئی۔

بلجیم، فرانس اور سربین کی سرحدوں پر بھی ایک ریاست *Republique de l'Arakan* ہے۔ اس کا رقبہ تین ہی چوتھائے اور آبادی ایک لاکھ سے بھی کم ہے۔ ریاست کی زبان جرمنی ہے۔ یہاں کا قلعہ یورپ میں بحر الکریم کے بعد سب سے زیادہ محکم قلعہ سمجھا جاتا ہے۔ وادہ الخلفہ کا نام کرکری *der amary* ہے

اس کے علاوہ پلیٹہ کے پاس ایک اور چھوٹی سی آزاد ریاست *The* *Wundwin* *der Wundwin* ہے جس کی آزادی ۱۹۱۷ء میں تسلیم کی گئی تھی۔ یہ ریاست جمعیۃ الاقوام کی حفاظت میں ہے اس کا رقبہ ۵۴ مربع میل اور آبادی ۵۰۰۰۰۰ ہے۔ اس کا تعلق پہلے زمانہ میں انگلستان اور اسکاٹ لینڈ سے بہت رہا ہے۔ اس لئے یہاں کے دو مقامات کے نام قدیم اسکاٹ لینڈ

سر سے شروع کرنا پڑا۔ عوام کا اعتقاد تھا جانیکے باوجود فیلڈ اور برائٹ کے پایہ استقلال کو اب بھی کوئی جشن منائی امریکا کی اندرونی جنگ نے اس ہم کو آئندہ سات سال تک ملتی کر دینے پر مجبور کیا اس آئینہ سالوں نے اپنا ناک ایضاً الیکٹ کر لیا اور فیلڈ نے عید مسرہ کی فری میں کوئی کر نہ اٹھا رکھی اگرچہ فیلڈ نہایت بڑی طرح سے بحری جاری کا باریک دیکھتا تھا لیکن اس ہم کو سر کر سیکے وہ بڑا وقافوس کے آر پار چشمہ مرتبہ گیا یا آخر حتمہ میں فیلڈ اور کیلون نے اس وقت کے سب سے بڑے جہاز

بچھا ناسرغ کیا جب اُدھا فائنر تھوچکا تو وہ مارٹن کر غرق آب ہو گیا، متحدہ سال دونو شخص بھری بڑے جہاز پر بحری ناہیلا تے ہوئے پاسے گئے۔ اس مرتبہ آخر کار انکی کوششیں بارہو دور ہیں اس جہاز کی واپسی نے گذشتہ سال کے غرق شدہ تار کو بھی نکالنے میں کامیابی حاصل کی اور اسکو ایک نئے مندر سے جو کرکریو پ اور نام کی کے درمیان بحری تار کے دوسرے سلسلہ کو مکمل کر سیکے۔ بعد ازاں پرا گیا بحری تار کی تیار کی اور ترمیم اور اسے کچھ نیکی کوشش جاری رہی۔ پھر اسے ہی عرصہ بیت سے اور بحری سلسلے قائم ہو گئے۔ اس وقت تقریباً ۱۵ بحری تار کے سسے بڑا دنیا فوس میں موجود ہیں جن میں سے نو کام دے رہے ہیں ان میں سے بہت سے اسی سطح مرتفع کے ساتھ

بیلڈ سے گئے ہیں جس پر کرب سے پہلا سلسلہ قائم کیا گیا تھا اس سطح مرتفع کو تار برقی سطح مرتفع کہتے ہیں، اس لئے کہ یہ زمین سطح اور تقریباً دو میل کی گہرائی میں ہے اور نرم ۵۵۷۴ سے ڈھکی ہوئی ہے جو کہ بحری تار کے پھیلانے میں بہت مدد دیتی ہے انگریزی اور امریکی افیتروں نے اپنی مہمیز کوششوں سے اس سطح مرتفع کا اکثریت کیا انکے شمار ان لوگوں میں ہونا چاہیے جنکی انھنک کوششوں نے بحر

اور قیافوس کے آ پار کے بحری تار کے سلسلے کو کامیاب بنایا بحر الکاہل میں بحری تار کا بچھا نا کی وسعت اور گہرائی کی وجہ سے بحر اور قیافوس کی نسبت زیادہ مشکل ہے بحر الکاہل میں سب سے پہلا سلسلہ تار کا سلسلہ قائم ہو جانے

۱۹۱۷ء اور کیلیڈا کو اسٹریٹیا اور نیوزی لینڈ سے ملا دیا یہ سلسلہ تقریباً آٹھ ہزار میل لمبا ہے جس نے اس سلسلے کو مکمل بحری تار کی حیثیت سے دنیا میں سب سے لمبا سلسلہ بنا دیا ہے بحر الکاہل کا دوسرا بحری سلسلہ جو کہ فرانس کو چینلنا تک پھیل ہوا ہے دوسرے سال میں پایہ تکمیل کو پہنچا یہ سلسلہ چند اور جزیروں سے ہوتا ہوا جاپان تک پہنچ جاتا ہے بحری تار کا عجیبہ غریب سلسلہ سمندر کی تہ میں بھاؤں اور وادیوں سے گذرتا ہوا جاتا ہے۔ بین الاقوامی قانون کی رو سے دوران جنگ میں غنیمت

ہے کے علاقہ کے بحری تار کے سلسلے کو قطع کر دینا جائز قرار دیا گیا ہے چنانچہ ۱۹۱۷ء کی جنگ عظیم میں بحر اور قیافوس کے ان تمام سلسلے تار برقی کو جو کہ جرمنی کو دوسرے ملک کی ملاتے تھے انچہ دور نے منقطع کر دیا۔ (عبدالمطیع دادا بھائی منظم مشعل مسلم سکول رنگون ملحقہ جامعہ ملیہ دہلی)

یورپ کی ننھی منی ریاستیں

جغرافیہ

قدرتی اور جمہوری ریاست ہے اور اسپین اور فرانس کی مشترکہ حفاظت میں ہے۔ اس کے باشندوں کو چھ بیڑوں نے شکل سے کبھی اپنی حد سے باہر قدم رکھا ہوگا۔ نئی تہذیب کی روشنی میں بالکل نہیں بچی۔ یہ ریاست نوجو صدی سے آزاد چلی آتی ہے حکومت کے تمام انتظامات ایک صدر اور ایک کونسل کرتی ہے۔ کونسل کے اراکین کی مقررہ تعداد دس شنگ اور صدر کی پانچ ہونڈے۔ یہ ریاست چھ سیاسی حصوں میں منقسم ہے جہاں کے لوگ اراکین کا انتخاب کرتے ہیں کونسل کا اجلاس ہینڈ میں پانچ مرتبہ دارالخلافہ میں ایک چھوٹی سی عمارت میں ہوتا ہے۔ غیر شاہی شخص کو کونسل کا رکن نہیں ہو سکتا۔

کونسل کے اراکین جب پہلی مرتبہ جمع ہوتے ہیں تو اس عمارت کی دوسری منزل میں جلسہ کرتے ہیں، اور اپنے غمروں اور گھوڑوں وغیرہ کو نیچے کے کمرے میں باندھ دیتے ہیں۔ اسی جلسہ میں وہ اپنا عند غیب کرتے ہیں جبکہ دوبارہ انتخاب نہیں ہو سکتا ہے اس کے علاوہ فرانس اور اسپین کی طرف سے دو آدمیوں کا انتخاب ہوتا ہے جو فوجی انتظام کرتے ہیں۔

انڈور یا کا راستہ فرانس کی طرف سے ایک درہ میں سے ہو کر جاتا ہے ہے برف باری کی وجہ سے چھ چھ مہینہ کے لئے یہ راستہ بند ہو جاتا ہے اور تمام آمد و رفت اسپین کی طرف سے ہوتی ہے۔

تباکو کی کاشت یہاں بہت ہوتی ہے۔ اور یہاں کا سب سے بڑا پیشہ "ماجاٹز تجارت" ہے۔ یہ معزز بیڑوں میں شمار ہوتا ہے جب لڑکا بڑا ہوتا ہے تو اسکو اسکی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کے لئے لڑکے کو نہ صرف چالا بلکہ مضبوط جسم کا بھی ہونا چاہئے۔

اس پیشہ کے علاوہ لوگ زراعت کرتے ہیں تمام دن کھیتوں میں کام ہوتا رہتا ہے کچھ لوگ بزمگیریاں بھی چراتے ہیں عورتیں کپڑا بناتی ہیں اور لوگ کپڑے کا کام اور مٹی کے برتن بنانیکا کام کرتے ہیں۔

اسی قسم کی ایک اور ریاست اطالیہ کے پاس بحیرہ اڈریاٹک سے کوئی باروئیل کے فاصلہ پر ہے اور جس کا نام سین میرینو (San Marino) ہے۔ اس نے اٹھارویں صدی کے آغاز میں آزادی جیسا پیشانی حق حاصل کیا تھا۔ اس ریاست کا رقبہ کوئی ۴ مربع میل ہے، "بارگوٹا" نامی شہر یہاں کی تجارت کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ سڑک پر ہر وقت یں گاڑیاں چلتی رہتی ہیں اور یہی ذریعہ آمد و رفت اور درآمد و برآمد کا ہے۔ زمین میں ایک دفعہ بازار لگتا ہے اور خوب چل پھل رہتی ہے۔ "سانی مارینو" حکومت کا مرکز ہے۔ حکومت کا طریقہ جمہوری سا ہے۔ بادشاہ کے علاوہ ایک کونسل رہتی ہے جس میں کوئی آدمی اپنے باپ کے زمانہ رکنیت میں اس کا رکن نہیں ہو سکتا۔ ہر خاندان میں صرف ایک ہی آدمی رکن بن سکتا ہے۔

یہاں کے رسم و رواج بھی عجیب و غریب ہیں مثلاً ہر ایک کو اپریل کی پہلی تاریخ کو طلوع آفتاب سے چلتے بیدار ہونا ضروری ہے جو ایسا نہیں کرتا اسکو فخر پر سوار کر کے تمام شہر بھی چراتے ہیں اور لوگ اسکو خوب ستاتے اور مذاق اڑاتے ہیں۔

سان مارینو کے اپنے ملک اور ملک ہیں لیکن اطالیہ کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ بین الاقوامی معاہدہ کے بموجب اس ریاست میں تباکو کی کاشت نہیں ہو سکتی بلکہ سال میں ایک مرتبہ اطالیہ سے تمباکو یہاں آتا ہے اور اس کے بدلے سفید نمک وہاں جاتا ہے۔

سان مارینو کی فوج میں کل سپاہی ڈیڑھ ہزار ہیں۔ تقریباً ہر ایک نوجوان کو ایک خاص زمانہ تک فوجی خدمت کرنا پڑتی ہے۔ وہاں کا قانون ہے کہ ہر ایک آدمی کے پاس ایک - بندوق اور کچھ کارٹوس ضرور ہونے چاہئیں چونکہ باشندے زراعت پیشہ ہیں اس لئے ہتھیار سافصول لیا جاتا ہے۔

فرانس اور اسپین کی سرحدوں پر ایک ریاست (Andorra) ہے اسکا رقبہ ایک سو نوے مربع میل اور آبادی ۶۰۰۰ افراد پر مشتمل ہے۔ یہ ایک

نظم

عید کا چاند نظر آیا ہے

باغ عالم میں بہار آئی ہے شادمانی کی گھٹا چھائی ہے
 مسکراہٹ ہے لبوں پر آتی پھرتی ہے باد صبا اتراتی
 آسمان ہیں خوشی کے تارے رنج و غم دور ہوئے ہیں سارے
 ہر کوئی شاد نظر آتا ہے ہر گھر آباد نظر آتا ہے
 تنھے بچے بھی نہیں روتے ہیں چھوٹے بچے بھی نہیں سوتے ہیں
 آج ہر شخص ہر خوش و رشاد اپنی قسمت پہ ہر اک ہے نازاں
 ہے ہر اک دل پہ مسرت طاری اور یہ بات زباں پر جاری
 ”کل ہے عید آج کریں تیاری رات اسی طرح سے گزری ساری
 یہ دن اللہ نے دکھ لایا ہے عید کا چاند نظر آیا ہے“

مولوی شعیب الدین صاحب تیر

تھے کیا

پوری جو کڑھائی میں سے نکل بھاگی

کڑھائی میں جو پوری پڑی تھی وہ اتنی دیر میں جھینے لگی اور اسے بڑا لگا کہ بدھوکی ماں نے اس کا ذرا خیال نہ کیا اور کتنی دیر جلے ہوئے تیل میں اسے رکھ کر تکلیف دی۔ بدھوکی ماں نے جلدی سے جو اسے بلٹنا چاہا تو یہ اور پڑھ گئی اور بھٹ سے کڑھائی میں سے کود کر بھاگ نکلی ہوئی کہ تم بدھوکی ناک پونچھو میں تو جاتی ہوں۔



بدھوکی ماں نے بہت چاہا کہ اسے کڑے مگر وہ کہاں ہاتھ آتی ہے جھٹ گھر میں سے نکل نہ سکتی کی طرف بھاگی۔ راستہ میں منسا اور اسکے بچوں دوست دانوں پر دائیں چلا رہے تھے۔ یہ پوری ان کے پاس سے گذری اور کہا کہ میں بدھوکی ماں سے بچ کر کڑھائی میں نکل کر آئی ہوں تم سے بھی بچ کر نکلو گی۔ رو بھی کوئی بکڑو تو۔ ال دیوں نے جب دیکھا کہ اچھی کی بکائی پوری یوں پاس سے بھاگی جا رہی ہے تو کام چھوڑ کر اسکے پیچھے ہوئے۔ مگر وہ بھلا کہاں ہاتھ آئی ہے یہ سب دوڑتے دوڑتے ہانپ گئے اور لوٹ آئے۔

گاؤں میں ایک کسان رہتا تھا۔ اور اسکی بیوی۔ کسان کا نام تھا منسا اور اسکی بیوی کا گریا۔ ان کے پاس روپیہ پیسہ اچھا خاصہ تھا مگر گھر میں کام کرنے والے آدمی کم تھے۔ اس لئے ہمیشہ دوسروں سے یا تو مزدوری پر کام لینا پڑتا تھا یا بیٹی بات کر کے۔

جیسا کہ کامینہ تھا۔ منسا کے گھیتوں میں گیہوں کی فصل خوب پائی تھی۔ اور کھیت کٹ بھی چکے تھے۔ اب بالیوں پر دائیں چلا کر دانے نکالنا باقی تھا۔ دوسرے سب کسان بھی اپنے اپنے کام میں لگے تھے تم جانتاؤ ان دنوں جب فصل کٹی ہے تو سب بی کو تھوڑا بہت کام ہوتا ہے۔ اس نے بتایا چاہا کہ کوئی مزدور ملے۔ مگر نہ ملا۔ ادھر آسمان پر دو ایک دن سے بادل آنے لگے اور ڈر تھا کہ کہیں پانی پڑ گیا تو سب دانے خراب ہو جائیں گے۔

ایک دن بیچ میں کوئی تھوڑا گیا۔ سب کسانوں نے اپنے بہانے کا بند رکھا۔ اس لئے گاؤں میں بہت سے آدمیوں کو چھٹی ہو گئی۔ منسا ان کے پاس گیا اور شکل سے پانچ آدمیوں کو بھلا پوچھ کر لایا کہ بھائی ہماری دائیں جلا دو۔ گھر میں آکر بیوی سے کہا کہ تمہارا کام دن ہے یہ لوگ آج کام کو آئے ہیں دو پہر کو انہیں پوریاں کھلانا۔ کوئی گیارہ بجے بیوی نے چولے پر کڑھائی چڑھائی۔ کبھی بی کڑوا تیل کڑھائی میں ڈالا آنے کی ایک چھوٹی سی گلیاں تیل میں ڈالی اور جب تیل گرم ہو کر خوب کڑکڑانے لگا تو یہ گلیاں نکال لی ہیں سے کڑوے تیل کی بہک کم ہو جاتی ہے۔ اب بیلین پر تیل مل کر کڑھائی میں پوریاں ڈالنی شروع ہیں۔ کچھ پوریاں پک گئیں تو باہر جی خانہ میں کسان کا بیٹا بھلا ہوا جانے کہاں سے آیا اور ادھر ادھر چر رہی لکھورنے لگا۔ اور ناک سے برابر سٹر سٹر سٹر کرتا تھا۔ ہونٹوں پر ناک بہہ رہی تھی۔ ماں نے ہاتھ بکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور پتوں سے اس زور سے ناک پوچھی کہ بدھوکی کن کرتا ہوا باہر چلی خانہ سے چلایا

کہتی ہوئی بھاگی کہ میں تو کڑھائی میں سے نکل کر، بدھو کی ماں سے بچ کر چھ جوان جوان آدمیوں کو تھکا کر، اور میاں چھٹ مٹ مو خرگوش کو الو بنا کر آئی ہوں۔ بی مٹ دی لومڑی میں تمہارے بس کی بھی نہیں۔

لومڑی نے کہا "کہاں جاتی ہے، ٹھہر تو۔ تیری سخی کا مزہ تجھے بتاتی ہوں" اور پیچھے لپکی، مگر پوری تھی بڑی چالاک اس نے بھٹ سے ایک کسان کے ترکان کا رخ کیا اور لومڑی بھلاکتوں کے ڈر کے مارے ادھر کیے جاتی، لاچار رنگ لگی۔

کسان کے مکان کے قریب ایک دہلی سی بھوکی کتیا اور اسے پانچ بچے ادھر ادھر پھیر رہے تھے۔ انھوں نے بھی ارادہ کیا کہ اس پوری کو چٹ کریں۔ پوری نے کہا "میں کڑھائی میں سے نکل کر، بدھو کی اماں سے بھاگ کر چھ جوان جوان مردوں کو تھکا کر، میاں چھٹ دھوب خرگوش کو الو بنا کر ادبی مٹ دی لومڑی کو چونا لگا کر آئی ہوں۔ اچی بی بی لب لب میں تمہارے بس کی بھی نہیں۔"



کتیا بڑی ہوشیار تھی، آگے کو منہ بٹھا کر جیسے ہرے لوگ کرتے ہیں کہنے لگی لی پوری کیا کہتی ہو۔ میں ذرا اونچا سنتی ہوں پوری را قریب کو آئی اور کتیا نے بھی بہروں کی طرح اپنا منہ اسی طرف اور بڑھایا۔

پوری پھر وہی کہنے لگی "میں کڑھائی میں سے نکل کر، بدھو کی ماں سے بچ کر، چھ جوان جوان مسندوں کو تھکا کر، میاں چھٹ مٹ خرگوش اور بی مٹ دی لومڑی کو الو بنا کر آئی ہوں۔ اچی بی لب لب اتنا ہی کہنے باقی تھی کہ کتیا نے منہ مارا "خپ"۔ اور ادھی پوری اس کے منہ میں آگئی۔ اب جو آدمی پوری کی سخی وہ ایسی بڑی سے بھاگی اور آگے جا کر نہ معلوم کس طرح زمین کے اندر گھر گئی کتیا



کیست سے نکل کر پوری کو پھر میں ایک خرگوش ملا۔ اسے دیکھ کر پوری بولی "میں تو کڑھائی سے نکل کر، بدھو کی ماں سے بھاگ کر، چھ جوان جوان آدمیوں کو تھکا کر آئی ہوں۔ میاں چھٹ دے خرگوش تم سے بھی نکل بھاگو گی۔" خرگوش کو یہ سن کر اور صند ہوئی اور اس نے بڑی تیزی سے اسکا پیچھا کیا۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ بی پوری ایک



بھٹ میں نہ گھر گئیں ہوتیں تو اس چھٹ دے نے پکڑ ہی لیا تھا۔ مگر بھٹ میں یہ لومڑی کے ڈر سے نہ گیا۔

پوری جو بھٹ میں گھسی تو واقعی اس میں لومڑی بیٹھی تھی۔ اسے جو دیکھا کہ یہ ایک پوری گھسی چلی آتی ہے تو بھٹ اٹھ کھڑی ہوئی کہ اب آگئی ہے تو جان لی کہاں۔ مگر پوری اُسے پاؤں لوٹی ادا یہ



کوائف جامعہ

میزان ۶ - ۱۱۰۲

ہم علی احمد خاں صاحب اور ان کے رفقاء کے کار کی اس محنت و محنت اور سچی خدمت کی دل سے قدر کرتے ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ان کے ارادوں اور محنت میں برکت عطا فرمائے۔ اور ہم سب کو ان کے نقشب قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شوال کی چاند رات کو انجمن اتحاد کے زیر اہتمام ایک تفریحی جلسہ منعقد ہوا، باہر کے کچھ محضر و محاضرات شریک تھے، ڈاکٹر سلیم الزماں صاحب جو اس جلسہ کے محضروں میں تھے، ان کے صدر بنائے گئے۔ جناب ڈاکٹر حسین صاحب شیخ الجامعہ نے طلبہ کی درخواست پر دو شعر سنائے جس سے جماعت طلبہ اور دوسرے معززین بہت متحفظ ہوئے، اس کے بعد باری باری چھوٹے اور بڑے طلبہ نے ترنم کے ساتھ اشعار پڑھے، اشعار پڑھنے والوں میں نہ صرف ہندی طلبہ تھے بلکہ ان طلبہ نے بھی اس میں حصہ لیا تھا جو عربی اور جاوے کے تھے۔ ایک مالدیپ کے بچہ والے طالب علم نے بامعنی اس انداز سے بکائی کہ ہر شخص داد دینے پر مجبور تھا، مگر اس جلسہ کے بہرہ و ضیافت ہمارے صدر صاحب تھے، صاحب موصوف جبکہ موسیقی سے فطری ذوق تھا اس کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی اور اب آپ کا شمار اس فن کے چلنے والوں میں ہے۔ بہر حال ڈاکٹر سلیم الزماں صاحب نے ہمارے تفریحی جلسہ کو کامیاب بنایا۔ ہم صاحب موصوف کے شکر گزار ہیں۔

بقیہ صفحہ ۱۳

ڈھونڈتے تھک گئی مگر کہیں پتہ نہ چلا، کتابانے اپنے پانچوں بچوں کو بلایا کہ ڈھا ڈھونڈو، لیکن نہ پوری کامیابی ملتا ہے۔ اس کتابانے اور اسکے بچوں نے ساری عمر اس آدمی پوری کو ڈھونڈا مگر وہ نہ ملتا تھا نہ ملی۔ ابھی تک سارے کہنے اسی آدمی پوری کی تلاش میں ہر وقت زمین سوختے پھرتے ہیں کہ کہیں اس کا پتہ نہ چلے تو نکالیں۔ اس نے ہماری دادی اماں کو ڈھونڈ دیا تھا، مگر اس آدمی پوری کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔

اساتذہ جامعہ نے جامعہ کے اخراجات میں کمی کرنے کے لئے سب سے پہلے اپنی خواہوں میں قطع و برید کرنیکی طرف عملی قدم اٹھایا تھا، اس جذبہ سے متاثر ہو کر جامعہ کے ایک چوتھادہ فیصد علی احمد خاں بی ایس سی نے جو اسلامیہ نیشنل ہائی اسکول رنگون میں ہرولڈ پرنسپل تھے، رنگون میں ایک جماعت قائم کی جو جامعہ کی مالی امداد کے علاوہ اسکے مقاصد و اغراض کی نشر و اشاعت میں بھی نمایاں حصہ لے، چنانچہ سالہ جامعہ و پتہ تعلیم کے متعدد خریدار اس مجلس کارکن نے رنگون سے میاں کوٹے میں اور ایک ہزار سے اوپر رقم ڈیڑھ سال سے کم عرصہ میں جامعہ میں بھجوائی ہے۔

ہم ان موصولہ رقوم کی تفصیل تا دیوار درج کرتے ہیں تاکہ انجمن خدام جامعہ کے اداکارین اپنی کتابوں سے ان کی تصدیق کر سکیں۔

۲۵ اگست ۱۹۲۷ء ۵۲ - ۶ - ۰

۲۶ ستمبر ۱۹۲۷ء ۸۰ - ۰ - ۰

۶ نومبر ۱۱۰ - ۰ - ۰

۱۲ دسمبر ۸۵ - ۰ - ۰

۲۳ دسمبر ۵۰ - ۰ - ۰

۵ جنوری ۱۹۲۷ء ۵۰ - ۰ - ۰

۱۶ جنوری ۱۹۲۷ء ۵۰ - ۰ - ۰

۲۸ فروری ۱۰۰ - ۰ - ۰

۲۶ اپریل ۸۰ - ۰ - ۰

۲۳ جون ۱۵۰ - ۰ - ۰

۲۶ جولائی ۵۰ - ۰ - ۰

۱۲ اگست ۱۹۲۷ء ۳۵ - ۰ - ۰

۲۲ اگست ۵۰ - ۰ - ۰

۳۱ ستمبر ۵۰ - ۰ - ۰

۲۲ نومبر ۶۰ - ۰ - ۰

۲۱ دسمبر ۵۱ - ۰ - ۰

بچوں کے کھیل

گدھا اور اسکی دم

ایک بہت بڑے ٹیالے کاغذ سے ایک گدھے کی تصویر کٹی۔
گدھے کی تصویر بے دم کی جو دم علیحدہ سے کاٹ لیجئے۔ اور اس بے دم کی
تصویر کو دیوار پر یا چادر پر چکا دیجئے۔ ایک لڑکے کو کھٹکوں پر بیٹھا
اور اسے وہ دم اور ایک پن دیدیجئے اور کہئے کہ وہ اس دم کو اس
کی جگہ پر پن سے لگا دے۔ مگر بلا ٹیالے۔ سب لڑکے باری باری اسی
طرح کریں آپ کو بہت لطف آئے گا جب کوئی دم کو منہ پر لگا کر لڑکے کو
پیٹ پر جو صبح لگا دے وہ جیتا۔

اندھا راج

چار لڑکے ہوں دو کی آنکھوں پرٹی بانڈھ دیجئے اور دو کو
بلاٹی کے رہنے دیجئے اور کہئے کہ وہ دو لڑکے ایک دوسرے کے
ساتھ بیٹھ جائیں اور ایک اندھا اور دوسرا لڑکا جنکے پیٹ نہ بندھی ہو
وہ آپس میں دوست ہوں۔ تاش کے پتے پھلا کر میز پر ڈال دیجئے جنکو
پی نہیں بندھی ہے وہ کہیں گے ہیں ایک قلعہ بنا ہے آؤ انہیں
جنگ کریں۔ جنکے پی نہیں بندھی ہے وہ معمار ہیں اور جنگی آٹمیں
دھم دھم دور ہیں یہ معمار اپنے اپنے مزدوروں سے آٹمیں جمع
کرائیں گے اندھے لڑکے کو وہ صرف منہ سے بتا سکتا ہے کہ آٹمیں
کا پتہ وہ دانتے کو یا بایں کو رکھا ہے ہاتھ سے اشارہ نہیں کر سکتا
اس طرح جتنے نمبر سب سے زیادہ ہونگے اس کا قلعہ تیار ہوگا۔

بید اور باجے سے

آئیے ہم کچھ لڑکے جمع ہو جائیں اور ایک کھیل کھیلیں ایک لڑکے
کی آنکھوں پر پیٹی بانڈھ دیجئے اور باقی لڑکے اس کے ارد گرد دائرہ
میں کھڑے ہو جائیں۔ اور جنگی آنکھوں پر پیٹی بانڈھی ہے اس کے ہاتھ میں
ایک بید دیدیجئے اور ایک لڑکا باجیا بنا شروع کرے جب تک باجے
بجے تمام دائرہ کے لڑکے خوشی خوشی اُچھلتے ہیں اور جوقت باجے بند
ہو جائے تمام لڑکے جب چاہ کھڑے ہو جائیں اس وقت جو لڑکا
اندھا بنا ہوا ہے وہ اپنی لکڑی سے کسی ایک لڑکے کی طرف اشارہ
کرے جبکی طرف سے وہ اشارہ ہو وہ اس بید کو پکڑے پھر اندھا لڑکا
کسی پرند یا چوپائے کی بولی بولے اسی آواز کو وہ لڑکا دھرائے جو
پکڑے ہوئے ہے اب اندھا لڑکا آواز پہچان کر اگر اسکا نام بتا دے
تو وہ چور ورنہ پکڑ کھیل جاری رکھیں۔

لکڑی اور کاغذ

ایک ہال میں کارڈ کے برابر کچھ کاغذ لیکر چاروں طرف بکھیر دیجئے اور
تمام لڑکے ہال کی دیواروں کی برابر کھڑے ہو جائیں۔ کارڈ پر کچھ ہندسے
لکھ دیجئے۔ اور کارڈ کو موڑ کر ڈال دیجئے۔ ایک لڑکے کی پیٹی آنکھیں
ماندہ دیکھئے اور اس کے ہاتھ میں ایک بہت ٹوک دار لکڑی دیدیجئے اور
اپنی نوکدار جگہ کاغذ پر چھب جائے اور کاغذ اس میں لگ جائے پھر اندھے
لڑکے سے کہئے کہ وہ ایک کاغذ کو اپنی لکڑی میں چھبے اگر ایک دفعہ
یہ چھبوں گے تو تین دفعہ اسی طرح کوشش کرے اگر لکڑی میں چھبوں گے
تو اور نہ چھبوں گے تو ہر صورت میں اسے اس کی جگہ لاکھ لاکھ کر دیجئے۔
پھر دوسرے کے پیٹی بانڈھئے وہ بھی اسی طرح کرے غرض سب لڑکے
اسی طرح کریں جتنے نمبر سب سے زیادہ ہونگے وہ جیتا۔

ہر بچہ کے پاس ایک علیحدہ کتب خانہ ہونا چاہیے

"پیامِ تعلیم" یا کوئی دوسرا اخبار آتا ہو اور ہر مہینہ چند نئی کتب اہل کتب کا اضافہ ہوتا ہو

(۱) اس فہرست کی سب کتابوں کی قیمت تو بڑھتی ہے جو ایک دم صرف خاص خاص بچے خرید سکیں گے لیکن عام عوام کی کتابیں سب ہی خرید سکتے ہیں۔
(۲) اگر کوئی بچہ اس سے بھی کچھ کم کتابیں لینا چاہتا ہو تو ایک کارڈ میں اپنی پسند کی کتابیں لکھ کر ہم سے دریافت کرے کہ کتاب کی قیمت کے علاوہ ٹکٹ پر کتنے پیسے اور خرچ ہوں گے۔ ہم اسی دن اس کو جواب دیں گے۔

نظمیں		اسکاؤٹ کی ضروری چیزیں		کہانیاں	
۳	قیمت	(۱) بچوں کے گیت	(۱) فرسٹ ایڈ چارٹ۔ یہ دیوار پر لٹکانے والا نہایت عمدہ نقشہ ہے جس میں فرسٹ ایڈ کے متعلق مفصل معلومات ہیں۔	۲	قیمت
۳	"	(۲) سنہری گیت	(۲) ضروری معلومات۔ یہ اسکاؤٹنگ پر پڑھنی اچھی کتاب ہے۔	۲	"
۴	"	(۳) پھول باغ حصار دل	ہر اسکاؤٹ کے پاس ہر ضروری ہے۔	۴	"
۶	"	(۴) حصہ دوم	(۳) فنڈ رزنگ کارڈ۔ پہلے امتحان کی تمام باتوں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ چھوٹا سا کارڈ ہے جو ہر وقت جیب میں لٹکا جاسکتا ہے۔	۴	"
۱	"	(۵) راکھ نیلم	۲	۴	"
۵	"	(۶) بیاض رنگین حضور	عربی سکھانیوالی کتب میں	۴	"
۱	"	(۷) مناجات و کاف	عربی کی پہلی مصنفہ احمد شاہ صاحب	۴	"
۳	"	(۸) رباعیات حالی	دوسری	۴	"
۳	"	(۹) حب وطن	تیسری	۴	"
۳	"	(۱۰) مناجات بیوہ	عربی بول چال حصہ اول مصنفہ حافظہ علیہ الرحمہ	۴	"
۲	"	(۱۱) چپ کی داد	۱۲	۴	"
۳	"	(۱۲) درس عمل	۱۲	۴	"
۱	"	(۱۳) مزا پھوٹا	۱۲	۴	"
۱	"	(۱۴) بیاض گل	۱۲	۴	"
۱	"	(۱۵) آغوش مادر	۱۲	۴	"
۱	"	(۱۶) پھلیاں	۱۲	۴	"

مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

ہندوستان بھر میں
عمدہ مضبوط دیر پا، خوب وقت
نقیں اور نسبتاً ارزاں قیمت
سامان کھیل ہمارے والہ
واحد کا رخانہ ملک اینڈ کمپنی
رجسٹرڈ شریالکوٹ یا دھیرا



اگر آپ کو
یا آپ کے دوست آج اب کو کسی قسم کا
سامان کھیل مثلاً کرکٹ، فٹ بال
والی بال، ہاکی ٹینس، بیڈمنٹن وغیرہ
کی ضرورت ہو تو ہمیشہ براہ راست
اسکول کے خاص آدم ملک اینڈ کمپنی کو کہیں

ہمارا سامان ہاکی اپنی عمدگی مضبوطی اور نسبتاً ارزاں ہونے کی وجہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ جوں جوں شوقین کھیل کیوں کے کیریئر اور اسکول کے ہیڈ ماسٹر صاحبان بطور آزمائش منگاتے ہیں اسکی عمدگی مضبوطی اور نفاس کو دیکھ کر شاید پوچھتے ہیں جہاں پر بھی ہمارا سامان ہاکی ایک تجربہ یافتہ آزمائش کے منگایا گیا۔ انھوں نے روزمرہ کی پکٹیں اور مقابلہ کے میچوں میں حسب خواہش عمدہ اور مضبوط پائکر اعلیٰ سے اعلیٰ سرا دئے۔ اور بڑے بڑے آرڈروں سے مستفید فرمائے۔ اور کارخانہ کے مستقل گاہک بننے کے علاوہ کمپنی کے خیر اشتہار بن گئے۔

ہمارا سامان کھیل عہد گیارہ سال سے متعلق طور پر ہندوستان بھر کے اسکولوں، کالجوں، جینٹوں، ریاستوں اور کیوں میں کثیر شہرت پائیے۔ علاوہ ہمارے کھیلوں میں بھی منگوا جاتا ہے۔ اس شائیں جقدر شہرت دنیا بھر کی اپنی دیانتداری کی وجہ سے کاغذ انصاف ہوئی کرنا یہ کسی دوسرے کو بھی آپ بھی اپنا آزمائشی آرڈر بھیج کر ہماری صداقت کا امتحان کریں۔ بال میں مختصر فرسٹ سامان کھیل درج ہے جس پر برائی روپیہ کی خاص رعایت دی جائیگی جب ضرورت کچھ کر طلب کریں۔

فہرست سامان ہاکی	فہرست سامان کرکٹ	فہرست سامان فٹ بال	فہرست سامان والی بال
دی مٹارکٹین بربرسٹنڈل ہاکی اور کھانڈی چھوڑ پٹا ہوا نہایت مضبوط اور بھروسہ وقت دی مٹارکٹین بربرسٹنڈل ہاکی اور کھانڈی چھوڑ نہایت مضبوط اور بھروسہ وقت دی مٹارکٹین بربرسٹنڈل ہاکی اور کھانڈی چھوڑ نہایت مضبوط اور بھروسہ وقت دی مٹارکٹین بربرسٹنڈل ہاکی اور کھانڈی چھوڑ نہایت مضبوط اور بھروسہ وقت	دی مٹارکٹین بربرسٹنڈل کرکٹ بیڈ اور دی ان مضبوط چھوڑ، سیاہ نہایت مضبوط قیمت سے دی مٹارکٹین بربرسٹنڈل کرکٹ بیڈ اور دی ان مضبوط چھوڑ، سیاہ نہایت مضبوط قیمت سے دی مٹارکٹین بربرسٹنڈل کرکٹ بیڈ اور دی ان مضبوط چھوڑ، سیاہ نہایت مضبوط قیمت سے	دی مٹارکٹین بربرسٹنڈل فٹ بال اور دی مٹارکٹین بربرسٹنڈل فٹ بال اور دی مٹارکٹین بربرسٹنڈل فٹ بال اور دی مٹارکٹین بربرسٹنڈل فٹ بال اور دی مٹارکٹین بربرسٹنڈل فٹ بال اور دی مٹارکٹین بربرسٹنڈل فٹ بال اور	مک والی بال بھروسہ وقت مک والی بال بھروسہ وقت مک والی بال بھروسہ وقت مک والی بال بھروسہ وقت مک والی بال بھروسہ وقت مک والی بال بھروسہ وقت

ملنے کا {جنرل منجر ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ شریالکوٹ
نامتوس دھرم: نوکر عاقل حسن لی اعلیٰ مطلع: ہمدرد، ہمدرد، ہمدرد
نامتوس دھرم: نوکر عاقل حسن لی اعلیٰ مطلع: ہمدرد، ہمدرد، ہمدرد

ٹیلیفون نمبر ۲۲۱۹

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹۶۱

ترخنامہ چپندہ

ترخنامہ شہتارات

سالانہ ۱۷

فی صفحہ ۱۷

ششماہی ۱۷

نصف صفحہ ۱۷

فی پرچہ ۱۷

چوتھا فی صفحہ ۱۷

پیغامِ مسلمان

ایڈیٹر۔ سعید انصاری بی اے (جامعہ)

نمبر ۹

۲۱ مارچ ۱۹۳۱ء

جلد

فہرست مضامین

بچوں کیلئے جامعہ کی شائع کردہ کتابیں

- (۱) دنیا میں کیا ہو رہا ہے ۹
- (۲) بچوں کی تربیت ۲
- (۳) کوائف جامعہ ۵
- (۴) چند دسی کہانیاں ۶
- (۵) جمع کرنے کے چند آسان قاعدے ۷
- (۶) جمع رسالت کے پروانے ۸
- (۷) گفتارِ گل ۱۰
- (۸) خطہ کے وقت سے بڑھتی جا ۱۱
- (۹) نظر کا دھوکا ۱۲
- (۱۰) مختلف ملکوں کے مشہور کھیل ۱۳
- (۱۱) اخلاقی قصے ۱۴

- ہمارے نبی۔ سات آٹھ سال کے بچوں کے لئے سیرت پاکِ بقیت ۲
- ہمارے رسول۔ دوس ۵
- مہر کار کا دوبارہ۔ گیارہ بارہ ۷
- سیرۃ الرسول۔ بارہ برس سے زیادہ ۱۲
- چار یار۔ خلفائے راشدین کے مقدس حالات نہایت آسان اور شیریں زبان میں ۱۴
- تیرگوں کی کہانیاں۔ بچوں میں محبت اور جرات پیدا کرنے والی سچی کہانیاں ۱۶
- دنیا کے سینے والے۔ سید شیر زیدی بی اے کی کتب، کی بھی جو فی سترائے کتب
- کہانیاں۔ اس کتاب میں تقریباً پچاس قصے ہیں ۱۶
- قوم پرست۔ طالب علم بچوں کے دلوں میں ہندوستان کی محبت پیدا کرنے والا ڈراما ۱۷
- لئے کا تہ ۱۷۔ مکتبہ جامعہ۔ قرونِ مانع۔ دہلی

خبریں

دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

ہندوستان کے اندر جگہ ایک طرح سے ہندوستان کے باہر بھی گزشتہ ہفتہ کی اس سے بڑھ کر اور کوئی خبر نہیں کہ سارہ بری آشرم کا ایک سادھو اپنے

۹۹ ہفتے کا ایک دست لیکر اس زبردست حکومت سے جنگ کرنے کیلئے نکلا ہے۔ جیکے اختیار میں ہزاروں لاکھوں سپاہی ہیں جیکے پاس سیکڑوں مشین گنز، ہزاروں ہوائی جہاز بمبوں جگہی بیڑے اور نہ جانے کتنی قسم کے آلات حرب اور دوسرے سامان جنگ ہیں۔ اس نئے اور جاننا سردار فوج نے اپنے دل سے جنگ سے پہلے ایک خط کی صورت میں ہر کلسنی دایسر کے فیڈ میں ایک اعلان جنگ بھی بھیج دیا تھا، جس میں اس نے نہایت مختصراً صاف بتا دیا تھا کہ میں انگریز کا دشمن نہیں ہوں بلکہ انگریزی راج کا دشمن ہوں جس نے ہمارے اس دس کو تہذیبی، سیاسی، اخلاقی، معاشی ہر حیثیت سے ٹک کر دیا ہے، میاں کی تمام دولت انجمن کے بڑے بڑے سرمایہ داروں اور کارخانہ کے مالکوں کی جیبوں میں جاتی ہے، یا بے ضرورت پولیس اور فوجوں اور حکومت کے بڑے بڑے عاملوں اور عہدیداروں پر صرف ہو جاتی ہے، جیکے پراداشت کرنے کیلئے ہندوستان اپنی اس مصیبت اور افلاس کی حالت میں کسی طرح تیار نہیں۔ مثال کے طور پر آپ ایک اپنی ہی خواہ کے لیے آپ ہندوستان کے خزانے سے ہر ماہ ۲۱ ہزار پاتے ہیں جس کا ادما پوسہ ۷۰۰ پڑتا ہے۔ برعکس اسکے ہندوستان کی اوسط آمدنی فی کس ۲۲ آنے پوسہ ہر یعنی آپ ایک اوسط آمدنی رکھنے والے ہندوستانی سے ۵ ہزار گنا زیادہ لیتے ہیں۔ اب اس کے مقابل میں ذرا اپنے دین انجمن کی حالت بھی دیکھ لیجئے وہاں کے وزیر اعظم کی خواہ ۵۰۰۰ روپیہ ماہانہ ہے جس کا اوسط ۱۸۰ روزانہ پڑتا ہے۔ برعکس اس کے وہاں کے شخص کی اوسط آمدنی ۲ روپیہ فی موم ہے وہ صرف ۹۰ گنا زیادہ پاتا ہے۔ اسی طرح اور بھی مختلف حیثیتوں سے ہندوستان کو ٹوٹا، اور کسوتا جا رہا ہے اور دنیا کے دوسرے مذہب ملکوں کے مقابل میں اس کی یہ دشا ہو رہی ہے۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہندوستان کا اس انگریزی راج کے ماتحت رہنا کسی طرح مناسب اور ممکن نہیں اور اس لئے میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ۱۱ مارچ سنہ ۱۹۴۷ء سے ہندوستان کو انگریزی حکومت کے پنجے سے چھڑانے کیلئے اس کے تمام جائز اور مجاز قانونوں کی نافرمانی کی جائیگی، اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے

ہندوستان کے اندر جگہ ایک طرح سے ہندوستان کے باہر بھی گزشتہ ہفتہ کی اس سے بڑھ کر اور کوئی خبر نہیں کہ سارہ بری آشرم کا ایک سادھو اپنے ۹۹ ہفتے کا ایک دست لیکر اس زبردست حکومت سے جنگ کرنے کیلئے نکلا ہے۔ جیکے اختیار میں ہزاروں لاکھوں سپاہی ہیں جیکے پاس سیکڑوں مشین گنز، ہزاروں ہوائی جہاز بمبوں جگہی بیڑے اور نہ جانے کتنی قسم کے آلات حرب اور دوسرے سامان جنگ ہیں۔ اس نئے اور جاننا سردار فوج نے اپنے دل سے جنگ سے پہلے ایک خط کی صورت میں ہر کلسنی دایسر کے فیڈ میں ایک اعلان جنگ بھی بھیج دیا تھا، جس میں اس نے نہایت مختصراً صاف بتا دیا تھا کہ میں انگریز کا دشمن نہیں ہوں بلکہ انگریزی راج کا دشمن ہوں جس نے ہمارے اس دس کو تہذیبی، سیاسی، اخلاقی، معاشی ہر حیثیت سے ٹک کر دیا ہے، میاں کی تمام دولت انجمن کے بڑے بڑے سرمایہ داروں اور کارخانہ کے مالکوں کی جیبوں میں جاتی ہے، یا بے ضرورت پولیس اور فوجوں اور حکومت کے بڑے بڑے عاملوں اور عہدیداروں پر صرف ہو جاتی ہے، جیکے پراداشت کرنے کیلئے ہندوستان اپنی اس مصیبت اور افلاس کی حالت میں کسی طرح تیار نہیں۔ مثال کے طور پر آپ ایک اپنی ہی خواہ کے لیے آپ ہندوستان کے خزانے سے ہر ماہ ۲۱ ہزار پاتے ہیں جس کا ادما پوسہ ۷۰۰ پڑتا ہے۔ برعکس اسکے ہندوستان کی اوسط آمدنی فی کس ۲۲ آنے پوسہ ہر یعنی آپ ایک اوسط آمدنی رکھنے والے ہندوستانی سے ۵ ہزار گنا زیادہ لیتے ہیں۔ اب اس کے مقابل میں ذرا اپنے دین انجمن کی حالت بھی دیکھ لیجئے وہاں کے وزیر اعظم کی خواہ ۵۰۰۰ روپیہ ماہانہ ہے جس کا اوسط ۱۸۰ روزانہ پڑتا ہے۔ برعکس اس کے وہاں کے شخص کی اوسط آمدنی ۲ روپیہ فی موم ہے وہ صرف ۹۰ گنا زیادہ پاتا ہے۔ اسی طرح اور بھی مختلف حیثیتوں سے ہندوستان کو ٹوٹا، اور کسوتا جا رہا ہے اور دنیا کے دوسرے مذہب ملکوں کے مقابل میں اس کی یہ دشا ہو رہی ہے۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہندوستان کا اس انگریزی راج کے ماتحت رہنا کسی طرح مناسب اور ممکن نہیں اور اس لئے میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ۱۱ مارچ سنہ ۱۹۴۷ء سے ہندوستان کو انگریزی حکومت کے پنجے سے چھڑانے کیلئے اس کے تمام جائز اور مجاز قانونوں کی نافرمانی کی جائیگی، اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے

غرض یہ جماعت اسی طرح منزل پہ منزل اپنا سفر طے کرتی ہوئی گیارہویں سنہ کو سورت کے مقام پر پہنچی، جہاں وہ سب سے پہلے نمک بنا شروع کر لی۔ انٹانے سفر میں ہو یا منزل مقصود پر پہنچ کر، انڈیشہ ہے کہ گوشت سب سے پہلے سارا فوج کو گزرتا کر لیگی، اور اس کے بعد سپاہیوں کو۔ ہندوستان اور انجمن کے دونوں ایمان حکومت میں یہ کھلی پیچی ہوئی ہے، اگر اس نئی فوج کا مقابلہ کسی طرح کیا جائے، اور کب! ابھی تک یہ طے نہیں ہو سکا ہے کہ اس سارا فوج کو پہلی منزل پہ گرفتار کر لیا جائے یا ان کے پیچھے؟ تمام ہندوستان کی نظریں اس طرے کی ہوئی ہیں کہ اس حق و صداقت کی جنگ کی کیا رفتار ہوتی ہے؟ ہر ہر گوشہ اور ہر ہر طبقہ سے اس کی تائید و حمایت بلکہ اس کی اعانت و شرکت کیلئے پاباات اور خبریں آرہی ہیں۔ دنیا کے دوسرے مقامات ابھی اس بے پل ٹھنڈے کی جنگ کی طرف سے غافل اور بے خبر ہیں بلکہ بعض دورا قادہ ملکوں میں جن کے سننے کے کان اور دیکھنے کی آنکھیں ہیں، وہ اس خاموش اور پرسکوت

نمک کے حصول کا قانون لیا جائیگا جس کے اثر سے ہندوستان کا کوئی غریب سے غریب گھر بھی محفوظ نہیں۔

چنانچہ ۶۹ آدمیوں کی یہ جماعت اپنے سردار کی سرکردگی میں ۱۱ مارچ سنہ ۱۹۴۷ء کی صبح کو صیف ۱۰ پانچ بجے آشرم سے نکلی۔ احمد آباد اور اس کے گرد و نواح سے ہزاروں لاکھوں آدمیوں کا ایک غیر معمولی راتوں رات سارہ بری آشرم کے ارد گرد جمع ہو گیا تھا اور اسی مجمع کے جیکر اور فوج کے غباروں میں یہ جماعت سورت کی جانب روانہ ہوئی۔ جہاں سمندر کے کنارے ایک تھینہ مقام پر چکر ٹک بنانے میں مصروف ہوئی۔ یہ جماعت ایل یومیہ کے حساب سے چند منظر گزری اور سب سے پہلی منزل اسلامی میں ہوئی، ہر منزل کے لوگوں کو یہ بات ہے کہ وہ اس سفر و دشوں کی جماعت کے ٹھہرنے اور کھانے کا انتظام رکھیں۔ قیام و طعام میں کچھ سبب زیادہ تکلف اور انتہام کی ضرورت نہیں۔ رہتے کیلئے کھلی ہوئی ایک برآمدہ ہونا چاہیے اور سب سے زیادہ انکا اپنے ساتھ ہوگا۔ کھانے میں معمولی دال، چاول، روٹی اور تھوڑی کھاری کے علاوہ اور کچھ نہ ہوگا، جو خواہ چاکریشن کیا جائے یا کچی مین میں کی صورت میں دیدیا جائے، اس میں بھی پرجہ اور معاشہ کی ضرورت نہیں، نیز چائے اور سکرٹ کی بھی سخت مانگت ہے۔

والدین اور استادوں کا صفحہ

بچوں کی تربیت

پر لگ جائیں گے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ دونوں خیال غلط ہیں۔ ہمارے خیال میں والدین اور سرپرست بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ لیکن براہ راست کم، بالواسطہ زیادہ اچھا دیکھیں سیرت بنی کیسے ہے؟ یہ اس وقت معلوم ہو گا جب یہ پتہ چل جائے کہ سیرت ہے کیا؟ سیرت ہمارے ہر ساعت، ہر منٹ کے چلن کی مستقل بنیاد ہے۔ ایسی بنیاد جو پہلے سے تیار ہو جاتی ہے۔ اور اسکی وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں حالت میں آدمی کا چلن غالباً کیا ہو گا۔ اس بنیاد کی انش عادتیں ہوتی ہیں۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ سیرت کیسے بنی ہے یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ عادتیں کیسے پڑتی ہیں۔ ذرا آپ سوچئے کہ آپ روزانہ شیر دانی میں مین جس ڈھنڈے لگاتے ہیں اسی سے کھولتے ہیں یا دوسرے سے؟ میں جانتا ہوں آپ میں سے اکثر کھولتے بات نہ معلوم ہوگی اور اب اگر آپ کو اس کا خیال ہو گیا ہے تو آپ مین لگا کر دیکھیں اور پھر کھول کر۔ اور یہ بھی ایسے کہ بے خبری میں مین لگائیں اور کھولیں اور پھر بھی ایک دم اس طرف دھیان جائے اور آپ معلوم کریں کہ کس لائحہ سے آپ شیر دانی کے مین لگاتے ہیں اور کس سے کھولتے ہیں۔ یہ کیا بات ہے؟ آپ یہ کام روز کرتے ہیں پھر یہ بخیر! ہاں یہی تو بات ہے کہ چونکہ روز کرتے ہیں اس لئے بے خبر ہیں، آپ کو مین لگانے اور کھولنے کی عادت ہو گئی ہے اب خود بخود آپ کی انگلیاں اس کام کو کر لیتی ہیں۔ جہاں اس کام کا وقت آیا اور بے سوچے انگلیاں چل گئیں۔ اسی طرح آدمی کے، اخلاق میں بھی بعض اثر پڑ جاتی ہیں۔ پھر وہ جیسے یا نہ جانے وہ اخلاقی برائیاں اور اچھائیاں موقع آنے پر سرزد ہو جاتی ہیں۔ نیک سیرت آدمی بلا تکلف نیک کرتا ہے، بد سیرت والا بلا تکلف و تامل بدی۔

اور عادت کیسے پڑتی ہے؟ مشق سے جس چیز کی عادت، ذہنی ہوا سکی مشق ضروری ہے۔ بے مشق کوئی عادت نہیں پڑتی۔ یعنی جب تک ایک کام کو بار بار نہ کیا جائے، ایک اخلاقی خوبی پر بار بار عمل نہ ہو، اس کی عادت نہ پڑے گی۔ ہاں اور یہ نہیں ہو سکتا کہ الف کی مشق کیجئے اور ب کی عادت پڑ جائے۔ الف کی مشق ہوگی تو الف کی عادت پڑے گی، ب کی مشق ہوگی تو ب کی عادت

آدمی دنیا میں کیا کچھ نہیں کرتا۔ شکل سے شکل کام اسکے ہاتھوں پورے ہوتے ہیں۔ قدرت کے چھپے بھید یہ معلوم کر لیتا ہے۔ بے جا نہ زبان چیزوں کے دل سے نکالنا یہ معلوم کر لیتا ہے۔ جیتی چیزوں کو لام یہ کر لیتا ہے۔ اور سب سے کام یہ لے لیتا ہے۔ پر نہیں سمجھتا تو اپنے کو! اب اسکی بھی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن ابھی تک تو کرداروں آدمی ایسے ہیں جو سب کچھ کر سکتے ہیں۔ پر آدمی کو آدمی نہیں بننے دیتے۔ اپنے بچوں سے زیادہ کسی کو کیا عزیز ہو گا، اور کون ہو گا جو انکی اچھی تربیت نہ کرنا چاہتا ہو۔ مگر جب بچوں کو سمجھے ہی نہیں اور تربیت کے راز سے واقف ہی نہ ہو تو کسب کرے چنانچہ آئے دن کی یاد ہے کہ ایسے اچھے کھئے پڑھ قابل ماں باپ اپنے بچوں کو اپنے ہاتھوں پر یاد کرتے ہیں اور بچوں میں انکی سیرت میں ایسی برائیاں کے بیج بو دیتے ہیں جو پھر عمر بھر مٹانے نہیں سکتے۔ کوئی لاڈلیار سے بچوں کو تباہ کرتا ہے کوئی بخشنے سے۔

بچوں کی تربیت میں پہلی بات تو والدین کو یہ جانی چاہیے کہ بچہ کو تربیت دیکر مانا کیسا ہے؟ بہت سے والدین، سمجھدار اور ذی فضل، چاہتے ہیں کہ بچے انکے مطیع ہوں۔ جو وہ کہیں وہ مانا جائے۔ بچے کچھ پھپھیں نہیں، کوئی عذر نہ کریں۔ بس حکم سنیں اور مانیں۔ یعنی یہ لوگ بے جا نہ اور بے سمجھے مطیع غلام پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ آرزو بالکل غلط ہے اور بچوں کے لئے بہت مضر۔ تربیت کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ بچہ میں خود اپنی خبر گیری کی قوت پیدا ہو، وہ سوچ سمجھ کر باتوں کا فیصلہ کر سکے، اور اپنے فیصلہ پر عمل کرنے کی قابلیت رکھتا ہو۔ اپنے کام میں خود مختار ہو لیکن دوسروں کا خیال رکھے۔ آزاد ہو پر روادار۔ ایسی تربیت سے بچہ اس قابل بن سکتا ہے کہ بدلتی دنیا اور بدلتے ہوئے حالات میں اپنے لئے سیدھی راہ نکال سکتا ہے ورنہ غلام تو آج ایک کا غلام ہو تا ہے کل دوسرے کا۔

اب سوال یہ ہے کہ استاد اور سرپرست اس قسم کی تربیت کس طرح دے سکتے ہیں؟ بعض لوگ تو کہتے ہیں کہ خوب سختی کر کے اور سزا دیکر تربیت دینی چاہیے کچھ کہتے ہیں کہ بچوں کو اسنے حال پر چھوڑنا چاہیے وہ خود کریں کھا کر خود سیدھا سارا

نہیں دیکھتے اور سمجھتے ہیں کہ اللہ اللہ کر کے یہ مصیبت ختم ہوئی۔

اُستادوں اور سرپرستوں کو کبھی یہ بات نہ بھولنی چاہیے کہ جب وہ بچوں کو کچھ سکھاتے ہیں تو وہ یہ چیزیں سکھیں یا نہ سکھیں بہت سی دوسری چیزیں، بہت سے رجحانات بہت سے میلانات، بہت سی نفرتیں، بہت سی ریش فروران میں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ خود والدین کے متعلق، اُستادوں کے متعلق، مدرسہ کے متعلق، لہذا جب آپ بچہ کو کوئی چیز، کوئی عادت سکھانا چاہیں تو ان بے شمار چیزوں کا بھی خیال رکھیے جو اس کے ساتھ اس میں پیدا ہو رہی ہیں۔ اپنی قوم، تہذیب، اس ایک چیز میں کامیابی پر مرکوز نہ کر دیجیے۔ یہ نہ ہو کہ آپ مار کر نماز تو پڑھا لیں لیکن مذہب سے خدا سے، بندگان خدا سے بچہ کے دل میں بیگانگی کا بیج بو دیں۔

یاد رکھیے کہ

(۱) تربیت میں مزاج پر زیادہ بھروسہ کرنا بڑی غلطی ہے۔ اور اکثر وہ چیزیں اس سے پیدا ہو جاتی ہیں جو مقصود اصلی کی ضد ہیں۔ مزاج پر بھروسہ کرنا ایسا ہی ہے کہ تندرستی کے لئے ہر وقت دوا ہی پر بھروسہ کیا جائے۔ اور مقامی، اچھی غذا، اور ورزش کو پس پشت ڈال دیا جائے،

(۲) سزا دیکھنے کو غلطی کا بدلہ لینے کے لئے، یا گناہ و منکر کا حساب برابر کرنے کے لئے نہیں۔ یہ کام خدا کا ہے آپ اس میں دخل نہ کیجیے۔ سزا ماضی پر نہ دیجیے مستقبل کے درست کرنے کے لئے دیجیے اور اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ مستقبل پر اس کا اچھا اثر پڑیگا۔

(۳) غصہ میں بھی مزاحمت نہ کیجیے۔ اس لئے کہ سزا کو کچھ مفید اثر نہیں ہے وہ بھی اس سے جاتا رہتا ہے۔ اور ضد کی بنا پڑتی ہے۔

(۴) بچہ کو مد مقابل سمجھ کر اس پر فوج حاصل کرنے کی کوشش نہ کیجیے۔ اس لئے کہ بچہ کے لئے یہ فخر کا فی ہے کہ وہ اچھا مد مقابل بن سکا۔ اور وہ بار بار اس فخر کو حاصل کرنا چاہیگا۔ سزا دیجیے تو اس طرح کہ بچہ میں چیز پر ضد کر رہا ہے وہ تو اسے حاصل نہ ہو، لیکن آپ کے مقابل کا حاسد بھی اگر نہ دے پائے۔ تاکہ بچہ میں غصہ نہ پیدا ہو۔ غصہ میں آدمی کوئی اچھی بات نہیں سیکھ سکتا۔

(۵) اپنی باتوں کو ہر وقت مٹوانا اور بچہ کی شخصیت کو باطل دبانے دیجیے۔ بچہ کی اپنی شخصیت ہوتی ہے اسے نٹو دنا کاموقوفہ دیجیے۔ لیکن ساتھ ہی اس کی عادت بھی ڈالنے کہ وہ دوسروں کی شخصیت کے ساتھ کم سے کم

مثلاً آپ اپنے بچہ میں سچ بولنے کی عادت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ وہ جھوٹ بولاؤ آپ سے مارا۔ اس سے اگر اس کے دل میں سچ بولنے کی خواہش پیدا ہو تو آپ جتنی مرتبہ اسے جھوٹ بولنے پر مارینگے اتنی ہی سچ بولنے کی عادت مضبوط ہوگی۔ لیکن غالب گمان یہ ہے کہ آپ کی مرپیٹ سے اس میں سچ بولنے کی خواہش کے بجائے مار سے بچنے کی خواہش اور ایسا جھوٹ بولنے کی خواہش ہے آپ کو یہ سکھیں پیدا ہوگی۔ یعنی بار یہ خواہش پیدا ہوگی اسی قدر یہ عادت مضبوط ہوگی کہ وہ چھپ کر اور زیادہ چالاک سے جھوٹ بولے۔ آپ سچ بولنے کی عادت ڈالنا چاہیں گے اور چھپ کر جھوٹ بولنے کی عادت ڈال دیگے۔ جو لوگ سزا دینے کے شائق ہیں انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ سزا کا خوف بچوں کو اکثر اس اصلی خوبی کی مشق میں حائل ہوتا ہے جسکا پیداکرنا مقصود ہے۔ سزا سے آپ اپنی خواہش کی ظاہری اطاعت کر لیتے ہیں لیکن دل میں اس چیز کو پسند کر لیتی عادت نہیں ڈال سکتے جسے پسند کرنا چاہتے ہیں۔ سزا دیکر یا بچوں وقت نماز پڑھائی جا سکتی ہے، مگر دل میں اللہ کا ڈر یا اسکی محبت نہیں پیدا کرائی جا سکتی۔ عادت کے متعلق دوسری بات یہ یاد رکھنے کی ہے کہ ہر مشق سے عادت نہیں پڑتی بلکہ اس مشق سے جس میں کامیابی کی خوشی بھی حاصل ہو جس چیز کی مشق اور نگرانی میں ناکامی اور تکلیف ہوتی ہے اسے آدمی نہیں کھیلتا۔ بچہ میں کوئی عادت پیدا کرنی ہے تو اس کی مشق میں بچہ کو کامیابی کی خوشی بھی دینی چاہیے۔ کامیابی کی خوشی اس مقصد کے اعتبار سے ہوتی ہے جو بچے کے ذہن میں ہوتا ہے۔ اگر آپ اس مقصد کو نہ بدلیں تو صرف ظاہری عمل پر مزا یا کم کا اثر ہوگا اور یہ خیال دھوکہ ہوگا کہ بچہ کے ذہن میں دراصل وہ عادت پڑ رہی ہے جو آپ ڈالنا چاہتے ہیں۔

مشق و تکرار سے عادت پڑنے کے متعلق ایک تیسری بات یہ یاد رکھنی چاہیے کہ جب آدمی کسی چیز کو بار بار کرتا ہے تو اس چیز کے ساتھ ساتھ اور بہت سے تعلقات ہوتے ہیں انکی عادت بھی اسے پڑتی جاتی ہے۔ ہر عادت کے ساتھ اور بہت چیزوں کے متعلق بچہ کا رویہ متعین ہوتا رہتا ہے۔ اور اس رویہ پر آئندہ زندگی میں بہت چیزوں کا دار و مدار ہو جاتا ہے۔ لڑکے کو مار مار کر مدرسہ بھیجا جا سکتا ہے، لیکن اسکے دل میں اس مار دھاڑ اور جبر سے جو رویہ اسکول اور گناہوں کی طرف پیدا ہوتا ہے وہ اسکی آئندہ زندگی کے لئے مدرسہ جانے سے زیادہ اہم ہے۔ کتنے بچے ہیں جو مدرسہ چھوڑ کر ایک مرتبہ بھی کتاب لکھا کر

کوالیف جامعہ

میں مبنی سیاسی تحریکوں، انھیں، وہ نیا دہ ترسٹری آبادی سے متعلق تھیں یہ سب سے پہلے مشعل میں ہوا کہ ماتا گاندھی جی نے ایک ایسی تحریک اٹھائی جو ہندوستان کی اصل آبادی یعنی دیہات کے لوگوں سے تعلق رکھتی تھی، لیکن یہ اتفاق وقت تھا کہ اسی زمانہ میں مغال پنجاب اور خلافت کا دور شروع ہو گیا اور اس طرح وہ تحریک اپنے اصل روپ میں جلوہ گر نہ ہو سکی، اور ہندوستان کی تمام قوت انہی مطالبات کے تسلیم کرانے میں صرف ہوئی۔ سوہ اتفاق نے یہ تحریک پری کامیاب نہ ہو سکی اور ملک میں کئی سال تک ایک انتشار اور تفریق کا دور دورہ رہا۔ اس عرصہ میں ہندوستان نے سب سے بڑی غلطی جو کی وہ دستوراساسی بنائی کی کوشش تھی۔ اب سے چند سال پیشتر انھوں نے ایک بڑے شخص لارڈ کرکن ہڈے نے یہ طعن دیدیا تھا کہ ہندوستان کے لوگ اپنا ایک متفقہ کانٹنٹی میوشن بھی نہیں بنا سکتے ہیں کیا تھا، ہمارے سیاسی کامیابی اس طعن سے بھوک اٹھے اور نردکیٹی رپورٹ کے نام سے ایک دستوراساسی بنا کر پیش کر دیا، لیکن اسکا جو حشر ہوا وہ بالکل قدرتی تھا۔ سیاسی قوت حاصل کرنے میں پیشتر دستوراساسی منظور کرانے کی کوشش ایک عبث کوشش تھی۔ ہر حال اب پورے دس سال کے بعد وہ تحریک بھر اپنے اسی اصلی رنگ میں نمودار ہوئی ہے۔

جامعہ کی اس تحریک میں شرکت کے متعلق آپ نے فرمایا کہ اس وقت اگر اور مسلمان شریک ہوتے تو پھر کارکنان جامعہ کو اس میں حصہ لینے کی جہاں نردت تھی، جامعہ تو خود جنگ آزادی کے لئے ہی تیار کر رہی ہے۔ کارسان جامعہ کی یہ چھوٹی سی جماعت اس ایک کام میں لگی ہوئی ہے، اب اسکو کسی اور طرف توجہ کرنی ضرورت نہیں تھی۔ یہ خود ایک قومی اور مذہبی کام ہے۔ لیکن اس وقت جس حالت میں ہم ہیں، اسکی بنا پر اندیشہ ہے کہ کس ہمارے طرز عمل سے طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہوں، اس لئے ہمیں سے کچھ کی شرکت ضروری ہے۔ جامعہ پر حیثیت ایک خاندان کے ہے جسکے علم اور سامانہ دونوں رکھ جہن، ہم جس سے جو شخص خواہ بڑے ہجرتی جماعت سے تعلق رکھتا ہو یا سامانہ کی، جو کسی اس جنگ

۱۲ راج سسٹم ہندوستان کی تاریخ میں وہ یادگار کی تاریخ تھی جس دن کہ ماتا گاندھی جی اپنی سول تافرانی کی تحریک شروع کرنے کے لئے روانہ ہو چکے تھے۔ اس تاریخ کو جامعہ میں ایک جلسہ اس غرض سے منعقد ہوا کہ طلبہ کو اس تاریخی دن کی اہمیت بتائی جائے نیز یہ طے کیا جائے کہ جامعہ کو اس تحریک میں حصہ لینا چاہیے یا نہیں۔ جلسہ طلبہ اور اساتذہ میں قومی جذبات اور اثار دقربانی کے دلوں کا دریا موجیں مار رہا تھا۔ جلسہ میں چھوٹے بچوں سے لیکر کالج کے بڑے طلبہ تک نے نئی طرح کی تقریریں کیں اور اساتذہ و شیخ الجامعہ نے بھی اس مسئلہ پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا جو بھلائے کہ جامعہ کی گزشتہ روایات کے شایان شان اور موجودہ حالات کے لحاظ سے نہایت مناسب اور موزوں تھے۔ سب سے اخیر میں جناب شیخ الجامعہ کی تقریر ہوئی، جس کا ایک ایک فقرہ خود انہی کے الفاظ میں سننے کے قابل تھا لیکن انھوں نے کہ جلد کی تنگی سے ہم صرف بعض ہی حصوں کا خلاصہ دیکھتے ہیں۔

جناب شیخ الجامعہ کی تقریر

گزشتہ سیاسی تحریکوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اب تک ہندوستان

ہدیہ مضمون

رواداری برے، اگر وہ بالکل دوسروں کا خیال نہیں کرتا، تو بھی تربیت غلط ہے اگر ہر کام میں بالکل دوسروں ہی کے کہنے کا منتظر رہتا ہے تو بھی تربیت غلط ہے اگر بچہ میں ضد پیدا ہو تو سمجھئے کہ آپ نے موقع بے موقع اسکی شخصیت کو دبائی کوشش کی ہے اور ہر بچہ اس کوشش کے خلاف مدافعت کر رہا ہے۔ اگر بچہ آپکے سامنے سے ہٹ جائے بعد بالکل دوسری طرح لوگوں سے پیش آتا ہے۔ تو بھی آپ کو کچھ لینا چاہیے کہ آپ بچہ کی شخصیت میں بجا مدافعت کر رہے ہیں، کیسی انوشاک بات ہے کہ اکثر بچے اسی وقت اپنی شخصیت کا اظہار کر سکتے ہیں جب انکے آقا اور سرپرست موجود نہ ہوں۔

بس اب بہت سی باتیں ایک دفعہ کمدینا چھٹک نہیں۔ لہذا خصیتہ

مذہب اخلاق

چند روسی کماتیں

- ۱) انسان کا جوہر اندرونی ہوتا ہے، حیوانوں کا بیرونی۔
- ۲) جو دودھ کے ساتھ آئے، جان کے ساتھ جاتا ہے۔
- ۳) جب روپیہ بولتا ہے تو صداقت خاموش ہو جاتی ہے۔
- ۴) ماں کی محبت سمندر کی گہرائیوں سے اٹھتی ہے۔
- ۵) دارمھی صفا کرنا دارمھی کا نور مٹانا ہے۔
- ۶) وقت تمہارے سامنے نہیں جھک سکتا تو تم وقت کے سامنے جھک جاؤ۔
- ۷) انسان اپنی زبان سے کچھ کہتا ہے اور دل اپنے سینگوں سے۔
- ۸) اگر بے حق سفید ٹوپیاں پہنیں تو ہم بیڑیوں کا گلہ دکھائی دیں۔
- ۹) خدا پر بھروسہ کرو لیکن اپنے کام سے کام نہ لھو۔
- ۱۰) جو اپنے طبیب کو اپنا وارث بنائے، حق ہے۔
- ۱۱) کپڑے کو دس بار ناپو۔ کپڑے کو کاٹ ایک ہی دفعہ کٹے ہو۔
- ۱۲) اگر تم مرغ ہو تو اذان دو۔ مرغی ہو تو انڈے۔
- ۱۳) بھیکے پھرنے سے لوٹ آنا اچھا ہے۔
- ۱۴) صداقت سیدھی ہوتی ہے لیکن بچہ میٹھے۔
- ۱۵) جو زندہ ہوتے ہیں گرتے پھرتے ہیں، ایک آواز سن سکتے ہیں۔
- ۱۶) باپ جو عداوت سے نہ ڈوب سکتا ہے، نہ آگ اسکو جلا سکتی ہے۔
- ۱۷) جب گدھے پر ہلکا پوچھ لا دو تو وہ سینے لگتا ہے۔
- ۱۸) خدا کے سامنے ہاتھ پھیلاؤ لیکن عین ساحل تک اپنے چپو بھی چلائے جاؤ۔
- ۱۹) تحفہ جیسے سستا ہو محبت کی قیمت بہت ہوتی ہے۔
- ۲۰) کتے بھونکتے ہیں تو ہوا میں انکی آواز کو لیا جاتی ہیں۔
- ۲۱) خدا کے ساتھ سمندر پر سہلے جاؤ، بن خدا چو کھٹ تک بھی نہ جاؤ۔
- ۲۲) مستقبل اسکا ہے جو صبر کے معنی سمجھتا ہے۔
- ۲۳) جب تم مر جاؤ گے تو تمہارے لئے شور وغل بجا نوا لا دفن کر دیا جائیگا۔
- ۲۴) جس کے آسودل سے نکلتے ہیں اس کے لئے اندھے بھی آنسو گراتے ہیں۔
- ۲۵) بے عقلوں کے سوالوں کا کچھ جواب نہیں ہوتا۔
- ۲۶) جب تم مر جاؤ گے تو تمہاری قبر بھی آرام دہ ہوگی۔
- ۲۷) قانون سے نہ ڈرو۔ لیکن بچ سے ڈرو۔
- ۲۸) جب گرج سائی نہیں دیتی تو کسان دعا کرنا بھول جاتے ہیں۔
- ۲۹) گھر نہ خریدو، ہمسایہ خریدو۔
- ۳۰) کھانا نہ بھوکا نہیں رہتا۔
- ۳۱) پھیرتو پھیر لیا تمہارا ہوتا ہے۔
- ۳۲) جو دکھ سنیوں پر پاؤں رکھے، ڈوب کے مرتا ہے۔
- ۳۳) سوچ چکنا ہو تو جانہ کوئی نہیں مانگتا۔
- ۳۴) سوئے لومڑ کو مرغیوں کے خواب آتے ہیں۔
- ۳۵) اگر بھٹیے سے ڈرتے ہو تو بنگل میں نہ جاؤ۔
- ۳۶) کوئے ایک دوسرے کی آنکھیں نہیں نکالتے۔
- ۳۷) بھیریا گھوڑے کا بھولی نہیں ہوتا۔
- ۳۸) اندھوں کی ملکیت میں کانوں کا راج ہوتا ہے۔
- ۳۹) نوکر ریشی جوڑے پنیں تو آقا مقرر دین ہوتا ہے۔
- ۴۰) خالی پیٹ کے کان بہرے۔
- ۴۱) قرض اور مصیبت ہمسائے ہیں۔
- ۴۲) دس کام غار دیں کی گلے سے بہتر۔
- ۴۳) عورتیں ہنسی میں جب ہنس سکیں اور روتی ہیں جب چاہیں۔
- ۴۴) سر میں غل نہ ہو تو پاؤں ٹھوکر کھاتے ہیں۔

مک محمد اسلم خاں ایم اے (کیمبرج)

عالی تعلیم لندن

ریاضی

جمع کرنے کے چند آسان قاعدے

بالفاظ دیگر

اوسط = (پہلی رقم + دوسری رقم) ÷ ۲

مجموعہ = اوسط × تعداد رقم

اچھا تو اسے قاعدے سے اور کتنی قسم کے سوال حل کر سکتے ہیں ذیل کی مثالوں پر غور کرو

مثال نمبر ۲

$$۲۶ + ۲۸ + ۳۰ + ۳۲ + ۳۴ = ۱۵۰ \div ۲ = ۷۵$$

$$۷۵ \times ۲ = ۱۵۰ \text{ مجموعہ جواب}$$

مثال نمبر ۳

$$۴۱ + ۴۳ + ۴۵ + ۴۷ + ۴۹ = ۲۲۵$$

$$= (۴۱ + ۴۹) \div ۲$$

$$= ۹۲ \div ۲ = ۴۶ \text{ اوسط}$$

$$۴۶ \times ۵ = ۲۳۰ \text{ مجموعہ جواب}$$

مثال نمبر ۴

$$۶۶ + ۸۳ + ۹۲ + ۱۰۰ + ۱۰۸ + ۱۱۶ + ۱۲۳ = ۶۸۸$$

$$= (۶۶ + ۱۲۳) \div ۲$$

$$= ۲۰۰ \div ۲ = ۱۰۰ \text{ اوسط}$$

$$۱۰۰ \times ۷ = ۷۰۰ \text{ مجموعہ جواب}$$

دیکھو مثال نمبر ۲ میں چند مسلسل جفت عددوں کو جمع کیا ہے اور نمبر ۳ میں چند مسلسل طاق اعداد کو اور نمبر ۴ میں ایسے اعداد کو جو ایک دوسرے سے ایک ہی مقررہ تعداد میں بڑھے ہوئے ہیں تو اب مختصر بیان کر دو کہ اس قاعدہ سے کن کن موقعوں پر فائدہ اٹھاؤ گے؟

کسی پہاڑ سے کئی چند مسلسل رقبے جمع کرنا ہو یا چند مسلسل طاق یا جفت رقبوں جمع کرنا ہو یا کئی رقبوں کو جمع کرنا ہو ایک دوسرے سے ایک ہی مقررہ مقدار میں بڑھی ہوئی ہوں تو مندرجہ بالا قاعدہ استعمال کر سکتے ہیں۔

منزل ابتدائی کے لیے

بچہ ہم جمع کرنے میں عام طور پر صرف ایک ہی قاعدے کو استعمال کرتے ہیں خواہ کسی قسم کے سوال ہوں (یعنی اکائی دہائی وغیرہ کو جمع کرنا) مگر بعض گرو ایسے ہیں جن کے استعمال کرنے سے بعض سوال فوراً حل ہو جاتے ہیں، اور وقت بچ جاتا ہے۔ آج کل وہی لڑکا حساب میں اچھا سمجھا جاتا ہے جو سوچ بھکر کم وقت میں زیادہ سوال تیزی سے حل کرے اور جواب صحیح نکالے، مگر اس بات کا خاص خیال رکھو کہ سوالوں کے حل دیکھ کر خود ہی نتیجہ نکال سکو

مثال ۲- اکا پہاڑہ ابتدا سے ۱۲ × ۱۰ تک لکھ کر اس کے کل اعداد جمع کرو

اور انکا اوسط نکالو

$$۱۲ + ۱۴ + ۱۶ + ۱۸ + ۲۰ = ۸۰ \div ۵ = ۱۶$$

$$۱۶ \times ۵ = ۸۰ \text{ اوسط جواب}$$

$$۱۰ + ۲۰ + ۳۰ + ۴۰ + ۵۰ = ۱۵۰ \div ۵ = ۳۰ \text{ مجموعہ جواب}$$

$$۶۰$$

$$۷۰$$

$$۸۰$$

$$۹۰$$

$$۱۰۰$$

$$۱۲۰$$

$$۶۶۰$$

$$۶۶۰ \div ۱۰ = ۶۶$$

کس عمل میں زیادہ وقت خرچ ہو گا؟

یقیناً اگر اکا عمل بہت آسان ہے اور کم وقت لے گا بلکہ ہم بغیر کا پی پنل کے فوراً زبانی جواب دے سکتے ہیں، اچھا تو ہم اس کے لئے کیا قاعدہ بنا سکتے ہیں۔ قاعدہ اگر کسی پہاڑ سے کی مسلسل رقبوں کو جمع کرنا ہو تو پہلے اس کا اوسط نکالو اس طرح سے کہ اس کی پہلی رقم اور آخری رقم کے مجموعے ۲ پر تقسیم کر دو، حاصل قیمت اوسط ہوگی پھر اوسط کو پہاڑ سے کی رقموں کی تعداد میں ضرب دے دو

تایخ شمع رسالت کے پروانے

لے بٹلا لائے۔

جب ان شریفوں اور غائبانوں نے صحابہ کی حاجت کو قفل کرنے کے لئے تلواریں نکالیں تو صحابہ اپنی تعداد کی کمی کو دیکھ کر سب گھبرائے لیکن تنگ آمد جنگ آمد کے مطابق انھوں نے بھی اللہ بھر دہ کرتے ہوئے اپنی مدافعت کے لئے مردانہ وار لڑنے کی ٹھان لی۔ یہ لوگ صحابہ کو انکے جانی دشمن کفار کے ہاتھ ذرخت کر کے کچال وصول کرنا چاہتے تھے لیکن صحابہ نے اب انکی باتوں پر یقین نہ کیا۔ دونوں جماعتوں کے درمیان لڑائی ہوئی جبکہ نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ صحابہ شہید ہوئے اور تین کو انھوں نے زندہ گرفتار کر لیا ان میں سے ایک کو راست میں مار ڈالا اور دو کو جنگ نامہ حبیب اور زینہ تھے کہ میں لیا کہ قریش کے ہاتھ ذرخت کر دیا حضرت زید کو صفوان بن امیہ نے خرید لیا تھا جب کہ سے باہر لیا کہ ان کو قتل کرنے کے لئے تلوار سونپی تو ابوسفیان نے حضرت زید کو نہایت ہی سخت آزمائش میں ڈالنا چاہا پھر اس نے کہا: زید! کیا تمہیں یہ منظور ہے کہ تمہاری جان بخشی اس شرط پر کہ دی جائے کہ تمہاری بجائے محمد صلیم کو قتل کیا جائے۔

زید رضی اللہ عنہ رسول کے حبیب زید نے بن الفاطمیں جواب دیا ان میں سے ایک ایک یاد رکھنے اور غور کرنے کے قابل ہے۔ یہ الفاظ رسول صلیم کے پیچے جاں نثار نے اس وقت زبان سے نکالے جبکہ انکی زندگی کے چند لمحے باقی تھے۔ یہ وہ نازک ترین وقت تھا جب کہ ہر ذرے والا تنکے کا بھی سہارا قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے لیکن استقلال کے اس عہد کے پاؤں اس نازک وقت میں بھی نہیں ڈمک گئے چنانچہ اس نے جواب دیا اللہ کے سچے رسول کی حمزہ زندگی کے مقابلہ میں میری جان کوئی وقعت نہیں رکھتی ہے میں یہ بھی گوارا نہیں کر سکتا کہ رسول اللہ کے پاؤں میں کاٹنا چھیننے کی تکلیف کی بجائے میری جان بچ جائے۔ یہ منکر ابوسفیان نے کہا کہ کسی شخص کو ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کو اس قدر عزیز رکھتے ہوں جبکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب انکو عزیز رکھتے ہیں۔

تایخ اسلام کی اہمیت اور ضرورت کو واضح کرنا میرے مضمون کے حدود سے باہر ہے تاہم ابی طالب علی کے قبل زمانہ میں میں نے جو کچھ بھی معلوم کیا اس عظیم الشان تایخ کے متعلق حاصل کی ہیں انکی بنا پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ تایخ اسلام کا مطالعہ آجکل کے نام کے مسلمانوں کو صحیح معنوں میں مسلمان بنا سکتا ہے۔ لیکن تایخ اسلام ایک ایسی تاریخ ہے جو کہ مردہ قوموں کو زندگی بخشنے لگتی ہے۔ لیکن انھوں نے کہ جس قدر یہ مضمون مسلمانوں کے لئے مفید اور اہم تھا اسی نسبت سے مسلمانوں نے اس کے حاصل کرنے میں غفلت کی کسی قوم کا اپنے اسلاف کے عظیم الشان کارناموں کو بھلا کر دوسروں کے اسلاف کے کارناموں کو اپنے لئے شمع ہدایت بنانا اس قوم کی انتہائی ہستی کا ٹھکانہ ہوا ثبوت ہے مسلمانوں کی تایخ اسلام سے غفلت کو دیکھ کر مہذب و متحضر و معروف شام علامہ اقبال نے یوں فرمایا ہے :-

واسے ناکامی مستایع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس نیاں جاتا رہا
اوپر کے عزمان کے تحت میں تایخ اسلام کا ایک واقعہ تحریر کرنا ہوں جس سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام سرور کائنات سے کس قدر محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ اور اشاعت اسلام کے لئے ان بزرگ ہستیوں نے کس طرح اپنے مال اور اپنی عزیر ترین جائیں قربان کیں۔ یہ واقعہ مسئلہ میں پیش آیا جب کہ مسلمان کفار کو سے دو جلیں کر چکے تھے جنگ احد سے فاتح ہو کر رسول اللہ صلیم نے تبلیغ اسلام کی غرض سے صحابہ کو ارد گرد کے عربی قبیلوں میں بھیجا شرف لیا چنانچہ اسی مسئلہ میں قبیلہ خزیمہ کی دو شاخوں غنصل اور قارہ نے حبز آدمیوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ کہلا بھیجا کہ ہمارے قبیلوں کے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے ہیں اگر آپ صحابہ کو تبلیغ اسلام کے لئے بھیجیں جو اسلام اور قرآن کی تعلیم دیں تو بہت مناسب ہو۔ آنحضرت نے مرشد غنوی کو تب پانچ آدمیوں کے ان کے ساتھ روانہ کر دیا ان لوگوں نے مقام ربیع میں پتھر فدا کی اور قبیلہ ہذیل کے دو سو آدمیوں کو ان صحابہ کے قتل کے

صفحہ ۷ کا بقیہ مضمون

(۱۵) ابتداء سے چند مسلسل ذاتی عددوں کی جمع معلوم کرنا۔

مثال، $1 + 2 + 3 + 4 + 5 + 6 + 7 + 8 + 9 + 10 = 55$

• (۱۶) ۱۰ جواب

دیکھنا اس کی جمع کس قدر آسان ہے، یہ ۱۰ کہاں سے آگیا؟ دئے ہوئے عددوں کی تعداد ۱۰ ہے، ضرور ہے کہ ۱۰ اسی وجہ سے لکھا گیا ہے ہاں تو اب اس کے لئے کیا قاعدہ بنایا؟

قاعدہ ۱۵۔ ابتداء سے چند مسلسل ذاتی عددوں کی جمع معلوم کرنا جو توہئے نمبروں کی کل تعداد کا مربع نکال لو بس یہی جواب ہوگا۔

(۱۶) $1 + 2 + 3 + 4 + 5 + 6 + 7 + 8 + 9 + 10 = 55$

• (۱۷) ۱۰ جواب

دیکھو کس قدر آسانی سے جواب نکل آیا۔ ہاں تو جہاں کہیں اس قسم کا سوال دیا جائے بس آخری مندرجہ کا مربع معلوم کر لو مثلاً

(۱۸) $1 + 2 + 3 + 4 + 5 + 6 + 7 + 8 + 9 + 10 = 55$

• (۱۹) ۱۰ جواب

استعمال د

مندرجہ بالا قاعدہ کا استعمال سو قوت کرنا چاہیے جبکہ ہم جمع کی سوالات دوسرے طریقوں سے حل کرنا اچھی طرح سیکھ گئے ہوں، تاکہ ہم یقین پوچھ کر یہ قاعدہ سے صحیح ہیں اور ہمارے لئے مفید ہیں، البتہ دوران مشق میں جلدی کرنا ہمارے لئے اچھا استعمال کر سکتے ہیں۔

مشق کے لئے سوالات ۱۰۔ ہر ایک مثال کے نمونے پر دو دو تین تین سوال بناؤ اور ان کو حل کرو اگر جواب غلط ہو تو دو باتوں میں سے کوئی ایک بات ہوگی، یا تو تم نے سوال غلط بنایا ہو گا یا اس کرنے کے طریقہ کو اچھی طرح نہیں سمجھے ہو گئے، اگر ایسا ہے تو پھر ایک بار انکو غور سے پڑھو اور حل کرو۔

محمد علی انصاری صاحب مدہو لوی۔

سابق معلم جال محمد علی مجتبیٰ (حال موگا)

حضرت حبیبؑ نے اصرار کیا کہ قتل کیا تھا عمارت کے بیٹوں نے ان کو مار دیا جب قتل کرنے لگے تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت مانگی۔ قانع ہوئے تو فرمایا میں دیر تک نماز پڑھتا اور دعا مانگتا لیکن تم کہو گے کہ موت سے ڈرتا ہے۔ اسی وقت سے یہ دستور ہو گیا کہ کوئی مسلمان جب قتل ہونے لگتا ہے تو دو رکعت نماز پڑھ لیتا ہے۔ سرور دو عالم کے انیس سے چالیس سالوں کے متعلق کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے اسے

بنا کر دند خوش رہے بچاک و خون غلطیدن

قدر رحمت کند این عاشقان پاک طینت! میرے بھائیوں! وہی اسلام جبکی اشاعت میں رسول معظمؐ نے طرح طرح کی معینتیں بھیجیں۔ وہی دین میں جبکی اشاعت میں صحابہؓ نے اس طرح اپنی جانیں قربان کیں وہی اسلام آج نفوذا کی گٹھاؤں میں لکھا ہوا ہے۔ اسی اسلام پر منافقین اسلام طرح طرح کے اعتراضات کر رہے ہیں کیا ہم حکومت سرورِ دو عالم کے امتی اور پیرو ہو نیک دعویٰ ہے، اسی طریقہ سے خواب غفلت میں سوتے رہیں گے، یاد رکھیے اگر ہم نے اپنی گمراہی سے کر دہ نہ لی تو وہ ضلے عادل ہیں تباہ و برباد کر کے دوسری قوم کو پیدا کر بیگا۔ جس میں دین اسلام کی حفاظت کا جذبہ اور قدرت ہوگی لیکن قیامت کے روز ہم مواخذہ سے نہیں بچ سکتے۔ لہذا ہر کوئی چاہیے کہ جہاں ہم طلب دنیا کے لئے اپنی کوشش کرتے ہیں جہاں ہم دنیاوی تعلیم کے حاصل کرنے کے لئے اس قدر جدوجہد کرتے ہیں ہاں ہم دینی تعلیم کو بھی حاصل کریں اور قرآن و حدیث کے بعد سب سے زیادہ توجہ تاریخ اسلام کے مطالعہ کی طرف کریں، اور ایسی درسگاہوں اور مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے جائیں جہاں دنیاوی تعلیم کے ساتھ صحیح معنوں میں دینی تعلیم بھی دی جاتی ہو اور جہاں تاریخ اسلام کا مضمون خصوصیت سے پڑھا جاتا ہو۔

انجیل محمد مدھا

معلم، اسلامیہ نیشنل ہائی اسکول رنگون

تحفہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

گفتارِ گل

گیا چین میں جواک و زمیں پے تفریح
 لگا کے کان گھڑی بھر یہ ماجرا سُن لے
 خبر ہے کچھ تجھے میری کہ شب کو میں کیا تھا
 نہ شکل تھی مری ظاہر نہ روپ تھا کوئی
 قرار تھا نہ صبا کو میرے بغیر اک دم
 دعائیں مانگتے تھے عندلیب آمد کی
 پڑا ہوا تھا جواب تک جاب تپوں کا
 نکل کے شاخ سے آیا نظر زمانے کو
 ہوئے شوق گلستاں میں کھینچ لائی فٹو
 سٹے ہوئے تھے نہایت پہ چوم رہی شام
 کرینگے یاد نہ محکوم وہ خواب میں بھی کبھی
 لکھینگے وہ کسی اور پھول کو اب دل

غرض یہ حال ہے غافل سرے فانی کا

نہ شیب کا ہے بھروسہ نہ کچھ جوانی کا

خطرے کے وقت سب سے بڑا ہتھیار

اپنے کمرے میں تنہا سو رہا تھا۔ اچھی رات کے وقت اچانک جواکھٹھکی تو کیا دکھتا ہے کہ ایک مسلح ڈاکو ہاتھ میں پستول لیے ہوئے کمرے میں گھس آیا اور دھکی دے رہا ہے کہ اگر ذرا بھی حرکت کی تو قتل کر دوں گا۔ پروفیسر پہلے کچھ گھبرا یا لیکن پھر خصل کر ڈاکو سے کہنے لگا ”واہ صاحب دادا یہ کہاں کی مردانی ہے کہ تین تین ڈاکو اور ایک نشتہ آدمی پر حملہ کر رہے ہیں ڈاکو ان الفاظ کو سن کر چونکا اور بھی مڑ مڑ دیکھنے لگا کہ میرے یہ دو ساتھی کہاں سے پیدا ہو گئے۔ اب جو پروفیسر کو موقع ملا بھٹ سے اسکا پستول اٹھین لیا اور اس کو رسی سے باندھ کر کمرے میں ڈال دیا اور صبح پولیس کے حوالے کر دیا۔

بچہ تم سمجھو! اس وقت پروفیسر نے کسی بات پر عمل کیا۔ وہ جانتا تھا کہ موجودہ خطرے کے وقت بچاؤ کی واحد صورت یہ ہے کہ اپنے حواس کو قابو میں رکھ کر دشمن کو بدحواس کر دیا جائے، اور تم نے دیکھا کہ دشمن نے آخر دشمن پر فتح پائی۔ ایک دفعہ اکبر اور بیرل میں بحث ہوئی کہ خطرے کے وقت کوئی چیز زیادہ مفید ثابت ہوتی ہے۔ اکبر نے کہا ہتھیار لیکن بیرل نے اسکی مخالفت کی اور کہا کہ سب سے مفید چیز اوسان ہیں۔ دربار پر خاست ہوئے بعد بیرل گھر کی طرف جا رہا تھا کہ سامنے سے ایک مست ہاتھی بھاگتا ہوا آیا۔ اور اس پر حملہ کرنا چاہا۔

بیرل نے ادھر ادھر دیکھا آخر اسے قریب ہی ایک گنا سوا ہوا نظر آیا۔ اسے نہانگ سے پکڑ کر ہاتھی کی مونڈ پر دے مارا۔ گنے کی چیخ و بکار سے ہاتھی ڈر کر بھاگ گیا۔ اور بیرل نے اطمینان کا سانس لیا۔ اتفاقاً اکبر بھی اس واقعہ کو گھر کی میں سے بیٹھا ہوا نظر دیکھ رہا تھا۔ بیرل نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ جہاں پناہ! اگر اس وقت میرے اوسان بچا نہ رہتے تو اب ہی فریادیں میری جان کیسے بچ گئی تھی۔ مگر نے جواب دیا بیرل تم ٹھیک کہتے ہو جو خطرے کے وقت سب سے بڑا ہتھیار آدمی کے اوسان ہیں۔

ستیمی ازجید رباب (دکن)

بچہ! اگر تم سے سوال کیا جائے کہ خطرے کے وقت کوئی چیز سب سے زیادہ مفید ثابت ہوتی ہے؟ تو تم میں سے اکثر ایسے ہونگے جو اس کا جواب یہ دینگے کہ خطرے کے وقت سب سے زیادہ کارآمد چیز ہتھیار ہے خواہ فوٹو گراف یا لٹھی یا بندوق، لیکن اگر تم اس سوال پر غور کرو تو ہمیں معلوم ہو گا کہ ہمارے پاس ہتھیار سے بھی بڑھ کر ایک ایسی چیز ہے جو خطرے کے وقت تمام مشکلات پر قابو پالیتی ہے۔ اور ہمیں اس قابل بنادیتی ہے کہ ہم باسانی دشمن کو مغلوب کر سکیں، معرفت عام میں اس چیز کو اوسان، یا خواس، سے منسوب کیا جاتا ہے۔

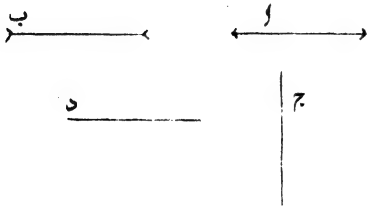
فرض کرو تم ہاتھ میں بندوق لئے ہوئے کسی ایسے خوفناک جنگل میں سے گذر رہے ہو، جو شیروں کا مسکن ہے۔ اچانک قریب کی بھاری سے ایک شیر نکل کر تم پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اب اگر تمہارا دل کمزور ہے تو شیر کے دیکھتے ہی اعضا میں رعشہ پڑ جائیگا۔ سینہ زور زور سے دھڑکنے لگیگا۔ ہاتھ بے قابو ہو جائیں گے۔ رفتار میں لغزش پیدا ہو جائیگی۔ رخ پہ زردی چھا جائیگی۔ تم بھاگنے کی کوشش کرو گے۔ لیکن تمہارے ہاتھ کا پینے لگیئے اور آخر مزید وقت تمہارے ہاتھ سے گر جائیگی۔ اور شیر کو تم پر قابو پانے کا موقع مل جائیگا۔

اب اس کے برعکس اگر تم قوی دل واقع ہوئے ہو جو خطرے کے وقت پریشان نہیں ہو جاتے بلکہ اپنے حواس کو قابو میں رکھ کر دشمن کا بہادری سے مقابلہ کرتے ہو تو اس حالت میں تم شیر کو اچانک دیکھ کر بزدلوں کی طرح گھبرا نہیں جاؤ گے بلکہ اطمینان سے موقعہ پاکر شیر پر فیر کر دو گے۔ اور اپنے دشمن کو مغلوب کر لو گے۔ پہلی مثال اس شخص کی ہے جو خطرے کے وقت بدحواس ہو جاتا ہے اور دوسری مثال اس قوی دل شخص کی ہے جو خطرے کے وقت اپنے اوسان کو خطا نہیں ہونے دیتا۔ اب ہم بطور مثال تم کو دو کمائیاں سناتے ہیں۔

چند سال پیشیر کا واقعہ ہے کہ کسی کالج کا پروفیسر رات کے وقت

نظر کا دھوکا

کر بیٹا ہے اس کی مثالیں ہیں۔
اب ذیل کے خطوط کو دیکھو



ان میں خط ۱، خط ب سے اور د خط ج سے بڑا معلوم ہوتا ہے حالانکہ بالترتیب یہ خط بالکل برابر ہیں۔ پہلی صورت میں التباس کی وجہ یہ ہے کہ خط کے محدود ہونے ہمارے نظر بھی محدود ہو جاتی ہے۔ اور دوسری صورت میں جب ہماری آنکھ د کے مقابلہ میں خط ج کم دیکھتی ہے گو اس کے عضلات تھک جاتے ہیں۔ لیکن خط د میں آنکھ کو اوپر نیچے نہیں بلکہ اطراف کی جانب دیکھنا پڑتا ہے جس سے افقی خط عمودی خط کی نسبت بڑا معلوم ہوتا ہے۔ التباس کے اور بھی سبب ہیں جنکا ذکر یہاں مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

سیلی۔ حیدر آباد

لطیفہ

لڑکا۔ اماں! اماں!! دودھ کے برتن میں چوبیا پڑ گئی ہے۔

اماں۔ تو تم نے کیا کیا۔

لڑکا۔ میں نے اس میں بلی پکڑ کر ڈال دی۔

بچہ اکثر تم نے دیکھا ہو گا کہ دور سے ہمیں ایک جھاڑی دکھائی دیتی ہے ہم سمجھتے ہیں کہ وہ جھاڑی نہیں بلکہ کوئی آدمی بیٹھا ہو گا۔ لیکن جب ہم قریب جاتے ہیں تو ہمیں اپنی غلطی معلوم ہو جاتی ہے بعض اوقات دروازہ کی آہٹ سن کر خیال ہوتا ہے کہ کوئی ہمیں بلارہا ہے یا اندھیرے میں اکثر ایسا ہو جاتا ہے کہ درخت کی شاخ کو ہم آدمی کا ہاتھ سمجھتے ہیں ایسے قریب وہ واقعات اکثر ہمارے تجربے میں آتے رہتے ہیں اور ہم یہی سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے حواس (آنکھ، کان، وغیرہ) کا دھوکہ ہے لیکن واقعہ ایسا نہیں ہوتا بلکہ ہمارا ذہن ہمیں ایسے مواقع پر دھوکہ دیتا ہے جو چیزیں ہمارے سامنے آتی ہیں ذہن ان کی تعبیر غلط طریقے پر کرتا ہے مثلاً چھاپے کی اکثر غلطیاں جنکو ہم نظر انداز کر جاتے ہیں۔ ان صورتوں میں آنکھ تو وہی دیکھتی ہے لیکن ہمارا شعور اس کی تعبیر غلط کر جاتا ہے۔

اب ہم آپ کو بتلاتے ہیں کہ ہمارے ذہن کو ایسا دھوکا کیوں ہوتا ہے۔

۱۔ ہم جس جواب کے عادی ہو جاتے ہیں وہی ہم سے سرزد ہوتا ہے اگرچہ پہلی حالت کسی قدر بدلی ہوئی کیوں نہ ہو مثلاً اگر نانی کا لفظ بار بار نوشت و خواندیں آتا ہو تو اب اگر نانی بھی لکھا ہو گا تو ہم اس کو نانی ہی

۲۔ حالت توقع بعض اوقات حالت توقع بھی التباس (قریب) کا باعث ہوتی ہے ہم کسی دوست کی آمد کے متوقع ہوتے ہیں اور شدت انتظار میں ہر آواز قدموں کی آہٹ معلوم ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ڈلیو آدمی رات کو پتے گھرنے اور درخت کی شاخ پہنے کو بھی چور کی آہٹ سمجھتا ہے۔

۳۔ ٹیکرار اگر کوئی واقعہ ابھی ابھی گزرا ہو تو اس کے بعد کے اکثر واقعات کو ہم پہلے واقعہ کے مثل خیال کرتے ہیں اگر ہم نے ابھی ابھی پانی کا لفظ سنا ہے تو اس کے بعد اگر نانی کا لفظ بھی آئے گا تو اس کو ہم پانی ہی پڑھیں گے۔ دودھ کا جلا چھا چھوٹا چھوٹا

مختلف ملکوں کے مشہور کھیل

میں حصہ لیتا ہے۔

کوریائیں ایک اور دلچسپ کھیل کھیلا جاتا ہے۔ بہت سے کھلاڑی دو چار عتوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں اور ایک لڑکا "نشل" کا ک کو اوپر ہوا میں پھینکتا ہے۔ اب ہر لڑکے کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ نشل کا ک زمین پر نہ گرنے پائے۔ اسے ہاتھوں، پاؤں اور کاندھوں کو اسے اوپر ہی اوپر رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہاتھوں کے استعمال کی اجازت نہیں ہوتی جس پھر قی اور عمدگی سے یہ کھیل کھیلا جاتا ہے وہ دیکھنے سے مسرت رکھتا ہے۔

چین، جاپان اور کوریائیں تنگ بازی بھی بڑے زوروں کی ہوتی ہے۔ تنگ کا غذا اور ملک کے بننے ہیں بعض لوگ اپنی تنگوں کے ساتھ ایک قسم کا ہلکا باجہ بھی باندھ دیتے ہیں اور جب تنگ اوپر ہوا میں پختا ہے تو ہوا کے زور سے یہ باجہ بچتا ہے اور عجیب تفریح ہوتی ہے۔ تنگوں کی شکلیں بھی عجیب عجیب ہوتی ہیں کسی کی ٹھوڑے جیسی، کسی کی سانپ جیسی اور کسی کی ٹھوڑے جیسی۔ رات کو بھی تنگ اڑائی جاتی ہے اور اس طرح کہ ایک چھوٹی لمبی سی لائین تنگ کی دم میں باندھ دی جاتی ہے۔ پیچ کرنے اور تنگ کاٹنے میں جی یہ لوگ بڑے استاد ہوتے ہیں۔

مشرقی ممالک میں لٹو کھانے کا کھیل بھی بہت کھیلا جاتا ہے کوریا اور جاپان میں یہ کھیل برف پر ہی کھیلتے ہیں بعض لڑکے تو اس میں اتنے ماہر ہوتے ہیں کہ ٹاٹ پر بھی لٹو نہایت عمدہ کھا سکتے ہیں۔

(بقی آئندہ)

سید نصیر احمد دہلی

کھیل زندگی کے لئے اتنی ہی اہم چیز ہے جب قدر کام، کھانا اور سونا ضروری چیزیں ہیں۔ دنیا میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی کھیل نہ کھیلا جاتا ہو۔ کھیلوں کا دار و مدار کسی ملک کی آب و ہوا اور اسکی ارد گرد کی چیزوں پر ہوتا ہے مثلاً یونینٹا کے ایک حصہ میں تمام زمین درختوں اور تھاروں سے اٹی پڑی ہے، اسلئے وہاں باہر جا کر کھیلنے کا بہت کم موقع ہے۔ لہذا وہاں کے لڑکے اپنے مکانات ہی میں کھیلتے ہیں۔ ان کے سب سے دلچسپ کھیل کا نام "جیک" تم کہاں ہوئے" ہے۔ جس طرح کھیلا جاتا ہے۔

دو لڑکوں کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی جاتی ہے اور وہ گھٹنوں کے بل کمرہ کے بیچ میں ایک دوسرے سے ہٹ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ دونوں کے بائیں ہاتھوں میں چٹسے کی ایک ایک تہی ہوتی ہے اور دائیں ہاتھ میں اخباروں۔ کا ایک ایک پنڈل جو مضبوطی سے بندھا ہوتا ہے۔ قرعہ اندازی کے ذریعہ سے جس کا نام نکلتا ہے وہ کہتا ہے "جیک تم کہاں ہو" اور دوسرے کو جواب دینا پڑتا ہے "میں یہاں ہوں" اس کے بعد پہلا چٹسے کی اس تہی سے اپنے حریف کو مارتی کوشش کرتا ہے اگر اس میں کامیاب ہو گیا تو دوبارہ اسکو مارتی کا موقع ملتا ہے۔ لیکن اگر ناکامی ہوئی تو اسکا حریف کھل شروع کرتا ہے یہ یاد رہے کہ چٹسے کی پٹی سے بہت زوروں کھانا جاتا ہے۔

یہ تو مغرب کے ایک دور دراز حصہ کا ایک کھیل۔ آئیے اب ہم مشرق کے ایک دور دراز حصہ میں چلیں۔ کوریا کا نام تو آپ نے سنا ہوگا۔ یہاں کا سب سے مشہور کھیل "رکشی" ہے اس میں ہر گاؤں اور قصبے کے درمیان ٹورنامنٹ ہوتے ہیں اور جو گاؤں سب سے جیت جاتا ہے اسکی بڑی قدر و منزلت ہوتی ہے۔ رہ کی لمبائی اور اس کے کھینچنے والوں کی تعداد مقرر نہیں ہوتی بلکہ رہ بہت ہی لمبا اور موٹا ہوتا ہے اور گاؤں کے ہر مرد و عورت اور بچہ اس مقابلہ

اخلاقی قصے

فقیر بادشاہ

عرب کے ایک بادشاہ کی عمر کا پیمانہ لیریز ہو رہا تھا۔ اس کے کوئی وارث نہ تھا۔ اس نے وصیت کی، کہ علی الصباح جو شخص سب سے پہلے شہر میں داخل ہوا، اسی کے سر پر تاج شاہی رکھ دیا جائے۔ اور سلطنت کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں سونپ دی جائے۔ اتفاق سے بلاخص جو شہر میں داخل ہوا وہ ایک فقیر تھا جس نے عمر بھر کوڑا ناگ مانگ کر کھائے تھے۔ اور پتھر جمع کر کے پینے تھے۔ امیروں اور سرداروں نے بادشاہ کی وصیت کی تعمیل کی اور قلعے اور خزانوں کی کنجیاں اس کے سپرد کر دیں۔ اس نے کچھ عرصہ تک تو نہایت امن و اطمینان سے حکومت کی، لیکن اسکے بعد بعض سردار باغی ہو گئے۔ اور چاروں طرف سے بادشاہوں نے جنگ کا ارادہ کر کے اس سے لڑنے کے لئے لشکر کشی شروع کر دی۔ آخر کار اس کی اپنی فوج بھی اس کے خلاف ہو گئی اور اس کے قبضہ سے نکل گئی۔ ان واقعات سے فقیر بہت فکر مند ہوا۔ اور اس کا دل ٹوٹ گیا۔ اس کا ایک قدیم دوست جو افلاس و تنگدستی کے زمانہ میں اس کا رفیق اور دوست تھا سفر سے واپس آیا۔ اس کو اتنے بلند مرتبہ پر دیکھ کر دوست نے کہا: خدا کا شکر ہے کہ تمہاری ایسی تقدیر تھی۔ کانٹے سے تمہارا گلاب کھل اٹھا۔ تمہارے پاؤں سے کانٹا نکل گیا۔ تم بادشاہ بن گئے۔ سچ کہا ہے کہ مصیبت کی صحبت سسرت کا دروازہ ہے کبھی غنی کھتا ہے اور کبھی غریب بناتا ہے۔ کبھی پیڑ سے پتے لگتے ہیں اور کبھی وہ خالی ہو جاتا ہے۔

بادشاہ (فقیر) نے کہا: میرے پیارے دوست! میرے ساتھ ہمدردی کرو مباد کہ بادی کا یہ کیا موقع ہے؟ جب تم نے مجھے پہلے دیکھا تھا، اس وقت مجھے ایک روٹی کی فکر تھی لیکن آج ایک دنیا کی فکر ہے۔ اگر تم جاہ و جلال سے بے بہرہ ہوں تو ہمیں رنج ہوتا ہے۔ اور

اگر مال و دولت موجود ہو، تو ہم اس کی محبت سے اپنے پاؤں جکڑ لیتے ہیں۔ اس دنیا سے بڑھ کر مصیبت کی جگہ اور کوئی نہیں ہے۔ اگر تم قسمت کے طلبگار ہو، تو اس کی خوبی بڑی نگاہ نہ کرو کیونکہ بزرگوں کا قول ہے کہ "غریب کی قناعت دولت مند کی سخاوت سے بہتر ہے۔"

ایک بادشاہ کی بیماری

کسی بادشاہ کو ایک ملک مرض نے آگھیرا۔ اکثر یونانی اطباء کی یہ رائے تھی، کہ اس مرض کی کوئی دوا نہیں ہے، ہوا ایسے شخص کے جس میں فلاں فلاں اوصاف پائے جاتے ہوں۔ چنانچہ ایسے آدمی کے لئے جانے کا حکم دیا گیا۔ بڑی جستجو کے بعد ایک نسان کا لڑکا ملا جو ان تمام صفات سے تشبہ تھا۔ اس کے والدین کو طلب کیا گیا۔ اور انکو بے انتہا مال و دولت دیکر رضی کیا گیا۔ قاضی نے بھی فتویٰ دیدیا کہ بادشاہ کی جان بچانے کے لئے رعایا کے ایک آدمی کا خون بہانا واسطے جلاکار کی غریب لگا اس غریب لڑکے کو قتل کیا ہی چاہتا تھا، کہ لڑکا آسمان کی طرف دیکھ کر منہسار بادشاہ نے پوچھا: "اسن بموقعہ منہی کا کیا مطلب؟" لڑکے نے جواب دیا: "کہ بیٹے والدین پرنا ذکر کرتے ہیں قاضی سے شکایت کرتے ہیں بادشاہ سے انصاف چاہتے ہیں لیکن اب والدین نے حیدر و زہمان زمانہ میں کینا طر مجھے موت کے حوالہ کر دیا ہے۔ قاضی میری قتل کا فیصلہ کر چکا اور بادشاہ اس میں ممدودی دکھاتا ہے چنانچہ خدا کے سوا مجھے اب کوئی اور پناہ نظر نہیں آتی جسکے روبرو میں آپکے خلاف شکایت لیجاؤں؟ آپ ہی سے میں پناہ ہی خلاف انصاف کا خواہاں ہوں۔"

یہ سن کر بادشاہ کا جی بھر آیا آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے وہ بولا: "کسی ایسے بلینہ خدا کے جسے کا خون بہانے کی نسبت یہ زار و رہ بہتر ہے کہ میں جانیر نو سکوں پھر بادشاہ نے اس لڑکے کو آزاد کر دیا اور کہا جاتا ہے کہ اسکے بعد وہ بادشاہ بہت ہی جلد تندرست ہو گیا۔

مھراں ارشد از پشاور

ٹیلیفون نمبر ۲۲۱۹

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹۶۱

نرخامہ چندہ

نرخامہ اشتہارات

سالانہ

فی صفحہ

ششماہی

نصف صفحہ

فی پرچہ

چوتھائی صفحہ

تعلیم

ایڈیٹر: سعید انصاری بی اے (جائزہ)

نمبر ۱۱

۷ اپریل ۱۹۳۰ء

جلد ۸

فہرست مضامین

بچوں کیلئے جامعہ کی شائع کردہ کتابیں

- ۱۔ ہمارے نبی: سات آٹھ سال کے بچوں کے لئے سیرت پاک قیت ۲۴
- ۲۔ ہمارے رسول: دوس ۱۸
- ۳۔ مسرکار کا دربار: گیارہ بارہ ۷
- ۴۔ سیرۃ الرسول: بارہ برس سے زیادہ ۱۲
- ۵۔ چار بار خلفائے راشدین کے مقدس حالات: نہایت آسان اور شیریں ۱۲
- ۶۔ ترکوں کی کہانیاں: بچوں بہت اور جرات پیدا کرنے والی ۱۲
- ۷۔ دنیا کے بسنے والے سید بشیر زیدی بی اس کے نسب کی لکھی ہوئی جزا فیہ کی کہانیاں: اس کتاب میں تقریباً پچاس تصویریں ہیں ۲۶
- ۸۔ قوم پرست طالب علم بچوں کے دلوں میں منہوتان کی محبت پیدا کرنے والا ۱۲
- ۹۔ طے کا پتہ: ۱۔ مکتبہ جامعہ۔ قریل باغ۔ دہلی

- ۱۔ دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟
- ۲۔ طلبہ اور سیاست
- ۳۔ راہ عمل
- ۴۔ آکسفورڈ اور کیمبرج
- ۵۔ ردی کہانیاں
- ۶۔ روشنی
- ۷۔ دنیا کی تاریخ کیسے لکھی گئی؟
- ۸۔ کوائف جامعہ
- ۹۔ ایک بیوقوف لڑکا
- ۱۰۔ مناظر فطرت
- ۱۱۔ ایم بی اے اور بی بی اے کا موازنہ
- ۱۲۔ جاو کے سوالات
- ۱۳۔ "اختیار"
- ۱۴۔ رسالہ "جامعہ"
- ۱۵۔ جانا کا نہ جی جی
- ۱۶۔ سید نعیم احمد صاحب دہلی
- ۱۷۔ ملک محمد ظلم صاحب (کیمبرج)
- ۱۸۔ مطیع اللہ صاحب، تعلم جامعہ
- ۱۹۔ پنڈت جواہر لال نہرو
- ۲۰۔ کوائف نگار
- ۲۱۔ سید اشعار سید حسن صاحب بھوپال
- ۲۲۔ سید نور المحدثی صاحب، حیدر آباد
- ۲۳۔ فخر بخش صاحب، ڈیرو دون
- ۲۴۔ محمد طیب صاحب بکھروانی مسلم جامعہ

خبریں

دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

کی تدریش کی جاتی ہے کہیں عورتیں اپنی اپنی چار دیواریوں کو چھوڑ کر اس حق کی فوج میں نام لکھانے کے لئے آتی ہیں لیکن ان تمام تدریج دہائیس میں اور عقیدت و محبت کی اس ساری خریداری میں اس بڑھیا کی تدریب سے بیش قیمت اور گرانبھا ہے جو سیلوں کی مسافت طے کر کے تدریج عقیدت کا دہیہ اپنے دامن میں لیکر آتی تھی۔

ہاں تاہم گاندھی جی کا وہ تاریخی سفر جو تقریباً ۲۲ دن کی مسافت طے کرنے کے بعد اپنی آخری منزل کو پہنچ رہا ہے، موجودہ زمانہ کی تاریخ میں سب سے بڑا واقعہ ہے۔ ہندو کہتے ہیں کہ اب سے ہزاروں سال پہلے رام چندر جی اپنی عصمت مآب سیتا کی حمایت میں اپنے جنگل کے کچھ غیر ضعیف ساتھیوں کو لیکر تنکا کے طاقتور راجہ راون کے خلاف جنگ کرنے کے لئے نکلے تھے۔ مسلمانوں کے ہاں بھی اپنی

لیکن ان سب سے اہم اس جاترے کا سیاسی اثر ہے جو تمام مورخ گجرات میں پھلتا جا رہا ہے اور اس کے توسط سے تمام ہندوستان میں چھ جائیگا جن جن تعلقوں اور گٹاؤں سے یہ قافلہ گزر رہا ہے وہاں کے پھیل، کھیا، مقدم اور تھینے دیہات کے سرکاری ملازمین ہوتے ہیں، وہ سب اپنی اپنی ملازمتوں سے استعفیٰ دیتے جا رہے ہیں،



جوں جوں یہ قافلہ منزل مقصود سے قریب ہوتا جا رہا ہے۔ توں توں حکومت کے اوسان خطا ہوتے جاتے ہیں۔ ایک ہی قسم کے جرم پر کہیں سزا نہیں دی جا رہی ہیں کہیں غرموں سے پنچ پوشی کر لی جاتی ہے۔ بعض جلاؤں کیلئے

جن پر سال سال کی سزا اور ہزاروں روپے جرمانہ ہوتے ہیں، گرفت۔ ادا کی قید محض کافی سمجھی جاتی ہے۔ بنگال میں کلکتہ کارپوریشن کے میئر مسٹر مین گپتا برہما میں تقریر کرنے کے جرم میں پکڑے جاتے ہیں اور صرف دس دن قید محض کی سزا پاتے ہیں۔ ابھی لوگوں کے دلوں سے سزا کی یاد خوبھی نہیں ہونے پاتی کہ وہ چھوڑ کر آ جاتے ہیں۔ شادہ ایکٹ کے متر و کرانے پر مسلمانوں کا مطالبہ ابھی باقی تھا کہ انگلستان کے بڑے بڑے تاجروں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے ٹیٹن بل پاس کیا جاتا ہے اور حکومت کے ایک بڑے منظور نظر پنڈت مالوی جی جی جی ۴۰ ممبروں کی جماعت کے اسمبلی سے نکل آتے ہیں۔ گورنمنٹ کے ایک بڑے مستعد رکن مسٹر کرمان، مہوم ممبر اسمبلی، صدر اسمبلی سے روٹھ کر انگلستان چلے جاتے ہیں۔ اس کے بعد دوسرے جاتیں بھی ایک ذرا سی آدیش پر اپنے عہدہ سے

حالات میں حضرت امام حسن علیہ السلام ۲۲ حق پرستوں کی رفاقت میں یزید کے جیسے جوار لشکر کے روٹنے کے لئے میدان کر بلا میں نکلے تھے شہید اسی طرح آج سا پر حق شہر کا یہ سادھو، رضا کاروں کا غیر متحرک دستہ لیکر اس حکومت سے مقابلہ کر کے نئے پایادہ مسافت طے کر رہا ہے جو راون سے کہیں زیادہ ہندوستان کی حق آبرو کی فائزگر اور یزید سے کئی گنا فائدہ کشوں کی ہلاکت کا باعث ہو۔ کارباج کو صبر نہ یہ قافلہ روانہ ہو نیلوفر، تمام اطراف و اکناف سے ہزار ہا آدمی جوق جوق آکر رات ہی سے آشرم کے دیاروں طرف جمع ہو گئے تھے تاکہ ملی السباح اس سرکیت قافلہ اور سالانہ قافلہ کی آخری وید کا نفاذ کر سکیں۔

صبح کے سائے چھ بجتے ہیں اور ۹، رضا کاروں کی یہ نیتی جماعت غفلت کو لیر نہیں سمجھ جاتی ہے اور سالانہ قافلہ کی سرکردگی میں فوج دسرت کے نعروں کے ساتھ روانہ ہوتی ہے۔ پہلے دن صرف ۵ میل سفر طے ہوتا ہے اور رات ہی سب سے پہلی منزل قرار پاتی ہے اس کے بعد یہ قافلہ دوسرے دن آگے بڑھتا ہے لیکن اسکی شہرت کی لین ڈوری اس سے بھی آگے چلتی ہے اور آگے آہواں بستیوں کے لوگ گردہ گردہ اور ٹولی ٹولی آکر راستہ کے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں اور ان زائرین حق کے پیروں تلے اپنی آنکھیں چپکے ہیں ہر منزل پر گڈاؤں دالوں کی طرف سے ضیافت ہوتی ہے، گھیس دھیسوں

طیعتی کی دھجی دیتے ہیں۔ یہ سب اسی سادھو کے اس جاترے کا نتیجہ ہے کہ ایوان مذہب کو لیکر ایوان انگلستان تک میں ایک درجہ پیدا کر دیکھئے ہر اپریل کے بعد کیا ہوتا ہے۔

موجودہ سیاست اور طلبہ

لوگ اپنے کورسوں ہم قوموں کے مفاد کو نظر انداز کر کے بس اپنی جیبیں بھرنے کو سیاست مکی کی واحد غرض سمجھیں۔ ہندوستان میں بولچ کے معنی ان لوگوں اور مزدوروں کی حق بائی ہونے کو ہے جو اب تک بے لہان تھے اور دنیا کا نام لے لیکر ہمارے تعلیم یافتہ ہندوستانی ایک سفید دفتریت کے بجائے سیاہ یا گندمی دفتریت قائم کرنا چاہتے تھے۔

طریق کار میں عین اس وقت جبکہ تشدد کی قوتیں زور پکڑ رہی تھیں اور بہت ممکن تھا کہ ان قوتوں کی ناقابت انڈیشیاں اور غلبت پسندیاں ملک کو ایک غیر متعین عمر عزمک کے لئے بے نیچوشت و خون اور دلوں کو بے سود دفتریت و حقارت کا آماجگاہ بنا دیں، اس ضمن میں اس وقت کے ہر عدم تشدد اور پراسوسی کے لئے وہ راہ نکالی جو صرف اسی وقت ملک کو ہر ذریعہ تشدد پسندوں کے تجربے سے محفوظ نہ کر لے بلکہ آئندہ کے لئے بھی مسائل کے تصفیہ کا ایک موثر طریقہ بنا کر ملک کو شدید فتنوں سے بچائے گی۔

ہر ملک کے نوجوان آزادی کی جنگ میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ کیا تعجب ہے کہ ہندوستانی نوجوان بھی اس جدید تحریک میں شرکت کے لئے بیاباں ہوں پچھلے دنوں اس قسم کی متعدد خبریں شائع ہو چکی ہیں کہ سرکاری کالجوں کے طالب علموں نے کیس قومی جھنڈا لگا کر کس تنفریروں اور نعروں سے اس تحریک کے ساتھ اپنی ہمدردی کے ثبوت کی کوشش کی اور نادان محلوں نے ان نوجوانوں کے دلوں کو اتھانوں، سددوں، ہاتھنوں کا واسطہ دیکر روکا۔ کاش یہ معلم سمجھتے کہ ان کے سپرد ان نوجوانوں کی روحوں کی پرورش کا کام ہے نہ ان کے قتل کا! تعلیم و سیاست کے تعلق پر بے رعبہ ادراک شریعہ معنی خیالات کا انظار اس نکلن جرم کی نوعیت میں ذرا تیز نہیں پیدا کر سکتا جو نفسیاتِ شباب سے ناواقف معلم سے ایسے موقعوں پر سرزد ہوتے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ اگر عملی سیاست میں شرکت کے مصاحف نفسی کی بنا پر نوجوانوں کو روکا جائے گا تو ہر تھے معلم کا فرض تو ضرور ہے کہ وہ موجودہ تحریک کے مذکورہ بالا دو عناصر

ایک ستمہ ہندوستان کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائیگا۔ اس لئے نہیں کہ اس عینہ میں جو سیاسی تحریک مائتا گاندھی اور رائے سائیتوں نے احمد آباد سے شروع کی ہے، اس کے جلد کامیاب ہونے کی کوئی توقع ہے بلکہ اس لئے کہ کامیابی و ناکامی کو خدا چھوڑ کر ایک کم یوگی نے سیاست ہند میں پھر ایک بار اس راہ پر گامزن فی شروع کی ہے جسے وہ اپنے ملک اور اپنے ملک کے واسطہ سے انھلکتا اور ساری دنیا کے لئے نجات و فلاح کی راہ جانتا ہے۔ آج سے دس سال قبل بھی اس نے اور اس کے ساتھ مسلمانوں کے مقتدر رہنما علی براہو نے اس راہ پر قدم اٹھایا تھا لیکن اس وقت ہندوستان کے سامنے معاملہ اس وضاحت سے نہیں آسکا تھا جیسا اس مرتبہ ممکن ہے۔ ملک میں مختلف گروہوں کو مختلف شکایات تھیں، مسلمانوں سے ترکی کے معاملے میں بدعہدی کی گئی تھی، جنگ کے زمانہ میں ملک سے جو وعدے ہوئے تھے انکی تعبیر حیا نوانہ شیخ میں ملی تھی، ملک کی سیاسی جماعتیں جن میں تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کا تعلق سے حقوق سیاسی کے معاملے میں کونسلوں میں زیادہ نیابت، ملازمتوں میں زیادہ جگہوں کے لئے کوشاں تھیں۔ ان سب کو ساربتی کے ایک ساتھ ملے ساتھ لیا تھا اور عدم تشدد کی شرط لگا کر سب کے دکھوں کی وار و تلاش کرنے نکلتا تھا۔ اس تلاش میں بھی اس نے عدم تشدد کو شرط اول قرار دیکر اور پھر غریب کیوں کی خاطر کھد کر کو اپنے سیاسی لائحہ عمل کا لازمی جز بنا کر سیاست ہند کو باطل نئی راہ پر ڈالنا چاہا تھا اور بڑی حد تک اس میں کامیاب بھی ہوا تھا۔ لیکن تحریک میں عام آفرنگی اور سیاسی فضا میں اس پھر رنگ کی کے بعد جو عدم تشدد کے اصول پر دیا ننداری سے قائم نہ رہنے کے باعث ہوئی اور پھر رنگ دل ساتیوں کی غلطیوں سے اور کوتاہیوں دوستوں کی زبردستیوں سے اس حد کو پہنچی کہ ملک کا ہر سیاسی خواہ اس پر خون کے آسور دتا تھا اس مادھونے پھر سیاست کے میدان میں قدم رکھا تو اس مرتبہ ان دو چیزوں کو (جو حقیقتاً سیاست ہند میں اس کا مخصوص افنا ہے، بالکل واضح کر دیا۔ ان میں سے ایک چیز مقصد سے متعلق ہے دوسری طریقہ کار سے سب ہندوستان کی جدوجہد آزادی میں یہ ممکن نہ ہو گا کہ چند تعلیم یافتہ

آکسفورڈ اور کیمبرج

آکسفورڈ اور کیمبرج؟ تم جکے نیلے کی طرف پوچھا گھرے نیلے رنگ کی طرف؛
 بوٹ برس میں کون جیتتا؟ ایسے سوالات اور ایسے فقرے بہار کے موسم میں ہزاروں
 آدمیوں کے منہ سے سنے جاتے ہیں۔ حقیقت اہل انگلستان ان دونوں
 درسگاہوں کو ایک دوسرے کا حریف سمجھتے ہیں۔

آکسفورڈ اور کیمبرج انگلستان کے ملک میں دو مشہور قصبے ہیں اور اس
 وقت سے مشہور ہیں جب کہ ابھی ان دونوں قصبوں میں یونیورسٹیاں تعمیر
 نہ ہوئی تھیں۔ آکسفورڈ ایک مشہور کوئی (ضلع) کا صدر مقام ہے اور یہاں بہت
 سے گرجے ہیں۔ لٹلے میں ولیم فارغے نے رابرٹ ڈی آئی کو جو ایک مشہور سپاہی
 تھا، حکم دیا کہ وہ ایک بڑا قلعہ وہاں تعمیر کرے۔ اب بھی اس قلعہ کے کچھ آثار
 باقی ہیں۔ اگر آپ جنوب کی طرف سے آکسفورڈ میں داخل ہوں تو آپ کو ایک
 ادنیٰ سے تیل پر ایک چوکور مینار سا نظر آئے گا۔ قلعہ بہت مستحکم تھا اور تاریخ
 میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ کبھی فتح بھی کر لیا تھا، اس
 قلعہ سے ایک مشہور واقعہ بھی وابستہ ہے۔ لٹلے کے خزان کے موسم میں مل گئے
 نے اپنے بھائی بیٹھن سے جان پوچھا کہ اس قلعہ میں پناہ لی۔ سرودی کا موسم تھا
 چند دن بعد خوراک ختم ہو نیکی آئی۔ سرودی اس قدر زیادہ تھی کہ پانی جم گیا
 تھا اور ہر جگہ برف ہی برف تھی۔ ایک تاریک رات کو یہ ملک سفید لباس میں
 لبوس اپنے تین ساتھیوں کی مدد سے کھڑکی کے راستہ سے نکل بھاگی اور دیکھا
 ٹیڑ کو عبور کر کے بارہ میل کے فاصلہ پر ایک اور قلعہ میں پناہ لی، آکسفورڈ کا
 بڑا گرجا شروع میں ایک خانقاہ کی حیثیت رکھتا تھا اور شاہی خاندان کی
 ایک عورت کی ایکٹ میں تھا جس کے متعلق بہت ہی روایات مشہور
 ہیں۔

کیمبرج گو گرجوں کا شہر نہیں لیکن انگلستان کی تاریخ میں ایک خاص
 اہمیت رکھتا ہے اور آدمیوں کے وقت سے مشہور چلا آتا ہے۔ یہاں بھی
 آکسفورڈ کی طرح ایک قلعہ تھا جس کے آثار بالکل معدوم ہو چکے ہیں۔ اسکی نشانی
 رکھنے کے لئے ایک مصنوعی ٹیل بنادیا گیا ہے جسے لکھل لکھتے ہیں۔

مرٹن جکی نیا دسٹریکٹ میں رکھی گئی تھی، آکسفورڈ کے کالجوں میں بہت
 ہی قدیم کالج ہے اور سینٹ پیٹرز جے پیٹرز ہاؤس بھی کہتے ہیں کیمبرج میں سب
 سے پرانا کالج ہے جو سینٹ پیٹرز میں تعمیر ہوا تھا۔
 ڈی مرٹن کے آنے سے پہلے جو کالج کا اصل بانی تھا، تمام طلباء علیحدہ علیحدہ
 رہا کرتے تھے۔ ڈی مرٹن نے محسوس کیا کہ اگر ان نوجوانوں کو ساتھ ساتھ ایک
 ہی محبت کے نیچے اور جذبہ قوانین کے ماتحت رکھا جائے تو ان میں نظام عمل
 اور ادب پیدا کرنا آسان ہے۔ اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر اس نے ایک
 اسکیم تیار کی اور ان لوگوں سے ملازمین کو اس مقصد سے ہمدردی ہو سکتی
 تھی۔ جلد ہی یہ اسکیم کامیاب ہو گئی اور نہ صرف طلباء ساتھ ساتھ رہنے لگے۔
 بلکہ ان لوگوں نے اور کالجوں کی بنیاد بھی ڈال دی اور اس طرح کئی کئی
 بن گئے۔

پیٹرز ہوس کا بانی جو گوڈی ہاشام تھا اور بالکل ڈی مرٹن کی مثال۔
 لیکن اس نے ایک کافی رقم کالج کیلئے وقف کر دی تھی۔
 یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ان بڑے بڑے لوگوں کی تعداد نہ ہوا
 نے دونوں درسگاہوں میں سے کسی ایک میں بھی تعلیم حاصل نہیں کی، بہت
 سے لیکن کیمبرج اور آکسفورڈ نے بھی بڑے بڑے علماء و فضلا پادری و ایڈورڈ
 دکھا، سیاح اور شاعر پیدا کئے۔

چند سال ہوئے آکسفورڈ اور کیمبرج میں عورتوں کے لئے اسکول کھل
 گئے ہیں لیکن فارغ التحصیل ہونے کے بعد ڈگریاں صرف آکسفورڈ سے دیا جاتا ہیں
 تاریخ انگلستان کے بہت سے واقعات کا تعلق آکسفورڈ اور کیمبرج سے
 ہے۔ آکسفورڈ کے گرجے میں وہ جگہ اب تک محفوظ ہے جہاں آری جی، پوپ کو کیر
 سفایہ مقدمہ کا فیصلہ ہوا تھا۔ اور وہ جگہ بھی موجود ہے جہاں چارلس اولی
 نے اس وقت خدا کا شکر ادا کیا تھا جب اسکورامویل کے ساتھیوں پر موقوفات حاصل
 ہوئی تھیں۔ دو سو سال سے شیلڈز میں تیسریں مختلف چانسلر طلباء کو ڈگریاں
 دیتے چلے آئے ہیں

اخلاق

دوستی کہاں تیں

- (۴۳) انسانوں سے آشنی رکھو اور اپنے عیوں سے دشمنی۔
 (۴۴) بھڑے سے دوستی جنگ رکھو گراہنے کھاڑے کو بھی تیز رکھو۔
 (۴۵) شرمیلا سائل ٹھوکرا رہتا ہے۔
 (۴۶) جب سبب نہ ملے تو گاجر کو بھی غنیمت جانو۔
 (۴۷) بھرا پیٹ عقل کی نہیں سنتا۔
 (۴۸) سود دوست کم ایک دشمن کافی۔
 (۴۹) ہر جانور کی اپنی اپنی کھال۔
 (۵۰) گھر میں عقل نہ ہو تو باہر سے نہیں آسکتی۔
 (۵۱) سیانا ماتھی آدھا رستہ ملے۔
 (۵۲) احق کی دوستی رکھو تو ہوشیار بھی رہو۔
 (۵۳) سب حسین کو دو، اور گلاب کا پھول عقلمند کو۔
 (۵۴) ہل کے سامنے ہو تو اس کا دھیان رکھو، گدھے کے پیچھے ہو تو اس کا دھیان رکھو۔ اور اسب کا خیال رکھو جہاں بھی ہو۔
 (۵۵) ہمارا آپس میں رشتہ ہے۔ ہم سب نے ایک ہی دھوپ میں کپڑے سکھائے ہیں۔
 (۵۶) دولت مند کو تحفہ دینا سمندر میں پانی پھینکنا ہے۔
 (۵۷) گدھ جھک کا ایک چھہ شہد کا بھرا برتن بگاڑ دیتا ہے۔
 (۵۸) نیا دوست ایسا ہی جیسے بہار میں مچھندہ می۔
 (۵۹) بڑے چور چھوٹے چور کو سولی پر چڑھاتے ہیں۔
 (۶۰) ہر شخص کو وہ درخت پیار ہے جو اس کو سایہ دے۔
 (۶۱) بچہ روئے نہیں تو اس کی حاجت کو نہیں جانتی۔

ملک محمد مسلم صاحب ایم اے (دیکمبر ۱۹۰۷ء)

- (۶۲) جو بازو چور کا بھولی۔
 (۶۳) بھڑے کو مٹنا چاہو کھلاؤ اسکی نظر پہ خجل ہی کی طرت رہتی ہے۔
 (۶۴) جسکی قسمت میں پھانسی ہو، ڈوب کے نہیں مڑتا۔
 (۶۵) روپیہ ہو تو گاڑی کے پتے چلنے لگے ہیں۔
 (۶۶) بھڑے پکڑتے ہیں لیکن پڑے جاتے بھی ہیں۔
 (۶۷) بھیکتے پھرے سے لوٹ آنا اچھا۔
 (۶۸) مرغی کو زیا نہیں کر مرنے کی اذان دے۔
 (۶۹) بڑے سودے کا اندھا گاہک۔
 (۷۰) چوروہ جو کچر لپکے۔
 (۷۱) جو جڑوٹ نہ توڑے گودا نہیں کھاتا۔
 (۷۲) سور کی ناک لیور نہیں سونگھتی۔
 (۷۳) نگور ریشی چوڑے میں بھی نگور ہی رہتا ہے۔
 (۷۴) ایک سبائی سے پلین نہیں بنتی۔
 (۷۵) باپ ملان گیر۔ بیٹوں کی پانی پہ نظر۔
 (۷۶) آخر سے بہتر پہلی بڑائی۔
 (۷۷) بال بال کر کے ساری ڈاڑھی بچ جاتی ہے۔
 (۷۸) سور کو مٹنا چاہو نہلاؤ کچر میں جا بیٹھو گا۔
 (۷۹) سوداگر کو ایک آنکھ کافی، گاہک کو سو کم۔
 (۸۰) دوست دشمن بنے تو سب سے بڑا دشمن ہے۔
 (۸۱) مست بیدار ہو جاتا ہے۔ اچھی جھینے سوتے ہیں۔
 (۸۲) ستار کا بہت نام بولتی ہے۔
 (۸۳) تنکوں کی آگ سرد در رکھو۔
 (۸۴) خزانہ دوست ہو نہ دوست خزانہ ہوتا ہے۔
 (۸۵) پوچھنا عیب نہیں۔ جواب نہ پانا بد قسمتی نہیں۔
 (۸۶) آشنی پسند بھڑے کو بچھڑے چوتے ہیں۔

سائنس

روشنی

نظر آئیگی۔

جب روشنی ایک ہی سیدھی میں ملتی ہے تو اس سے ہم کچھ نہ کچھ توجہ ضرور اٹھ کریں گے اگر ہم ان تینوں کے دوسری طرف دیکھیں تو ہم کو موم بتی کی تصویر ملنی دکھائی دے گی اس تجربہ کے لئے ایک اور چیز ہوتی ہے حکومت بن ہول کیمروں کے ہیں۔ یہ ایک معمولی سا آلہ ہوتا ہے حکومت خود تیار کر سکتے ہیں۔ یہ دراصل ایک پتھر کی ٹی ہوتی ہے جو اندر سے سیاہ کر دی جاتی ہے اس کے ایک سرے پر ایک سیاہ کاغذ لگا دیتے ہیں اور اس میں پن سے سوراخ کر دیتے ہیں اور دوسرے سرے پر روشنی کاغذ لگا دیتے ہیں، اور جب ہم اس کو موم بتی کے سامنے کرتے ہیں تو موم بتی کے شعلہ کی تصویر ملنی جیتی ہے۔ اور تصویر کو چھوٹا بڑا کرنا موم بتی اور پن ہول کیمروں کے فاصلہ پر منحصر ہے۔

اب اگر ہم پن ہول کیمروں سے سوراخ کر دیں تو ہم دیکھیں گے کہ جتنے سوراخ کئے گئے ہیں، اتنی تصویریں بھی بنیں گی اور ہر ایک تصویر ہر ایک پر چڑھتی جائیگی لیکن ان تصویروں کی تعداد بہت زیادہ ہو جائیگی اور ہم کو یہ تصویریں نہ دکھائی دے گی صرف ایک معمولی روشنی نظر آئیگی۔

جب روشنی خط مستقیم پر گرتی ہے تو سایہ پیدا ہوتا ہے۔ ان سایوں کی ساخت روشنی کے منبع پر منحصر ہے اگر روشنی کا منبع اس چیز سے چھوٹا ہے جو سایہ پیدا کرنے کا باعث ہے تو ہم دیکھیں گے کہ سایہ بالکل سیاہ اور صاف کنارے والا ہوگا اس کو ہم Umbra کہتے ہیں اگر روشنی کا منبع اور وہ چیز جو سایہ کا باعث ہوتی ہے اگر برابر ہے تو سایہ دو قسم کا ہوگا ایک درمیانی حصہ جو کامل سیاہ ہوگا اور اس سیاہ حصہ کے دونوں طرف نیم سایہ ہوگا (Penumbra) کہتے ہیں تیسری صورت بھی ہو سکتی ہے یعنی روشنی کا منبع اس چیز سے جس سے سایہ پڑتا ہے بڑا ہو تو ہم دیکھیں گے کہ سایہ سب کا سب (Penumbra) ہوتا ہے اور بعض اوقات (Penumbra) کے درمیان چھوٹا سا (Umbra) بھی ہوتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ چیز جس پر سایہ پڑا ہو اگر سایہ پیدا کرنے والی چیز سے بہت دور ہو تو تمام (Penumbra) ہوگا لیکن قریب ہو تو یہ صورت میں (Penumbra) کے

فضائیں ایک چیز ایسی ہے جو فرض کی گئی ہے اس کو ہم اٹھارہ کہتے ہیں اور یہ اٹھارہ دنیا کی تمام چیزوں میں پھیلی ہوئی ہے خواہ وہ ظالموں نہ ہو اور اسکی وجہ یہ کہ سورج کی روشنی حاصل ہوتی ہے سورج پتھر میں ایک قسم کی لہر پیدا کرتا ہے ان لہروں کی دو قسمیں ہیں ایک لمبی لہریں اور دوسری چھوٹی لہریں لمبی لہریں مادی چیزوں سے یا ہمارے جسم سے ٹکراتی ہیں جبکہ اشعرات ہوتا کر دے

ہماری آنکھ ہر لمحہ تمام اشعرات پر جب ٹکراتی ہیں۔ تو ہم کو تمام چیزیں روشن دکھائی دیتی ہیں اور اس کو ہم روشنی کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

اہل سائنس روشنی کے متعلق اور ایک نظریہ پیش کرتے ہیں لیکن یہ نظریہ اتنا وقعت نہیں رکھتا جتنا کہ نظریہ مذکورہ بالا کو وقعت حاصل ہے اس نظریہ میں سائنس دانوں نے روشنی کو مادی چیز ثابت کر نیکی کوشش کی ہے اور بعض اہل سائنس کا خیال ہے کہ سورج چاروں طرف نہایت ہی باریک باریک ذرے پھینکتا ہے اور یہ ذرے ہمارے جسم اور آنکھوں سے ٹکراتے ہیں جو ذرے جسم سے ٹکراتے ہیں وہ حرارت پیدا کرتے ہیں اور جو ذرے آنکھ سے ٹکراتے ہیں وہ روشنی پیدا کرتے ہیں۔

اب ہم روشنی کی رفتار کے متعلق کچھ بیان کرینگے اگر ہم روشنی کی رفتار کو خیال کی رفتار سے تعبیر کریں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ جس طرح کہ ہم اپنے خیال کی رفتار کا اندازہ نہیں کر سکتے ہیں۔ اسی طرح ہم روشنی کی رفتار کا اندازہ بھی مشکل سے کر سکتے ہیں۔ مگر بعض اہل سائنس نے اسکی رفتار کا بھی اندازہ کیا ہے اور فی منٹ ایک لاکھ چھاسی ہزار میل بتلایا ہے۔

جب روشنی کسی چیز پر کسی جگہ سے ڈالی جاتی ہے تو اس کا رخ بالکل سیدھا ہوتا ہے حکومت ہم ایک معمولی تجربہ سے بھی ظاہر کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر تین پتھر لے لو اور انکو ایک سیدھی اور متوازی رکھو اور ان کے دو اور ان چھوٹوں میں ایک ہی سیدھی میں سوراخ کر دو اور اسکی دوسری طرف ایک موم بتی روشن کر دو پھر دیکھو۔ موم بتی کے شعلہ کی روشنی تینوں میں ایک ہی سیدھی

درمیان Umbra ہوگا چاند گرہن اور سورج گرہن بھی روشنی کے خط مستقیم میں ملنے کا نتیجہ ہیں۔

دنیا کی تاریخ کیسے لکھی گئی

میں نے اپنے پچھلے خط میں بتایا تھا کہ جو دنیا کی ابتدائی تاریخ کا مطالعہ قدرت کی کتاب سے کرنا چاہیے۔ اس کتاب میں وہ تمام چیزیں ہیں جو تم اپنے گرد پیش دیکھی جو یہی جھوٹی پھاڑیاں اونچے اونچے پھاڑ دیا اور ان کی داویاں، سمندر اور کوہ اقدس نشان۔ یہ کتاب ہمارے سامنے بھڑکھلی رہتی ہے لیکن ہم میں سے کتنے ایسے ہیں جو اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھتے ہیں یا اسے پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ہم اسے پڑھنا یا سمجھنا سیکھ لیتے تو ہم کو اس سے بہت سے دلچسپ قصے معلوم ہوتے۔ اس کے پھر کے صفحوں میں ہم جو قصے پڑھتے وہ جنوں اور پریوں کے قصوں سے کہیں زیادہ دلچسپ ہوتے۔

اسی قدرت کی کتاب سے ہمیں بہت سے حالات اس پڑنے زمانہ کے معلوم ہوئے جبکہ ہماری اس زمین پر نہی انسان کا پڑنا تھا نہ حیوان کا۔ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے ہمیں ابتدائی جانور نظر آتے جائیں گے اور اسی طرح دوسرے بہت سے جانور بھی۔ اس کے بعد مرد اور عورتیں نظر آئیں گی لیکن اس زمانہ کے مرد اور عورت آج کل کے مرد اور عورتوں سے بالکل مختلف ہونگے وہ بالکل عجیب اور وحشی ہونگے اور ان میں اور جانوروں میں بہت کم فرق نظر آئیگا۔ وہ فرق وہ تجربہ حاصل کرنے جائیں گے اور ان میں سوچنے کا مادہ پیدا ہونے لگیگا وہی سوچنے کی قوت انھیں جانوروں سے بالکل مختلف بنائی گی۔ یہی حقیقت میں ایک ایسی طاقت ہوگی جو انھیں بڑے سے بڑے اور خوفناک سے خوفناک جانوروں سے بھی زیادہ طاقتور بنا دیگی۔ آج تم دیکھتی ہو کہ ایک چوہا سا آدمی بڑے سے بڑے ہاتھی کی گردن پر بیٹھا ہوتا ہے اور وہ اس سے جو جاتا ہے، لکڑا کرتا ہے۔ ہاتھی ایک بڑا اور طاقتور جانور ہوتا ہے اس کو جوئے طاقت سے کہیں زیادہ طاقتور ہوتا ہے جو اس کی گردن پر بیٹھا ہوتا ہے۔ لیکن مادیات میں سوچنے کی طاقت ہے اور اسی طاقت کی بدولت وہ اسکا مالک بنا ہوا ہے اور ہاتھی اس کا نوکر۔ جوں جوں یہ سوچنے کی طاقت انسان میں بڑھتی گئی، وہ اور زیادہ ہوشیار اور عقلمند ہوتا گیا۔ اس نے بہت سی چیزیں دریافت کیں مثلاً آگ کو نوکر بنائی جاسکتی ہے، زمین کیسے جوتی اور پانی جاسکتی ہے۔ پینے کیلئے کپڑے اور رہنے کے لئے مکان کیونکر تیار کئے جائیں بہت

جوں جوں شہر بڑے ہوتے گئے، لوگ بہت سے اچھے اچھے فنون سے واقف ہوتے گئے، انھوں نے لکھنا بھی سیکھ لیا لیکن ایک عرصہ تک کوئی کاغذ وغیرہ نہیں تھا اور لوگ جھونچ پتھر وخت کی پھال پر یا کھجور کے پتوں پر لکھا کرتے تھے۔ آج بھی ہم بعض کتب خانوں میں اس زمانہ کی پوری پوری کتابیں کھجور کے پتوں پر لکھی ہوئی دیکھ سکتے ہیں۔ اس کے بہت عرصہ بعد کاغذ ایجاد ہوا اور پھر لکھنا بہت آسان ہو گیا۔ لیکن ابھی تک ملے نہیں تھے اور اس لئے آجکل کی طرح کتابیں ہزاروں کی تعداد میں چھپ سکتی تھیں۔ ایک کتاب مرث ایک رکنی جاسکتی تھی اور پھر نایاب قیمت کا نقاشی کے ساتھ اسکی مختلف نقاشیں ہوتی تھیں۔ یہی صورت میں ظاہر ہے کہ بہت سی کتابیں نہیں ہو سکتی تھیں۔ تو کسی کتب خانہ میں یا کسی کتاب کی دکان میں جا کر کتابیں نہیں خرید سکتے تھے۔ انہیں کسی شخص کو اس کے نقل کرنے کیلئے تلاش کرنا ہوتا اور اس میں بہت کافی عرصہ لگتا۔ لیکن اس زمانہ میں لوگ بہت خوشحال تھے اور آج ہمارے کتب خانوں میں اس زمانہ کی بعض بہت خوشحال اور عمدہ لکھی ہوئی کتابیں ہیں۔ ہندوستان میں اس زمانہ کی لکھی ہوئی سنسکرت فارسی اور اردو کی بہت سی کتابیں موجود ہیں۔ اکثر جو لوگ کتابیں لکھتے تھے، وہ حاشیہ پر پھول پتیاں بھی نہایت عمدہ بنا دیتے تھے۔

شہروں کی ترقی کے ساتھ مالک اور قویں بھی پیدا ہوئی گئیں جو قومیں کہ

کوائف جامعہ

اسلامی پیشوائی اسکول رنگون، متحدہ جامعہ ملیہ کے ایک طالب علم متاثرہ کی شادی ۱۷ جنوری کو ہوئی۔ جامعہ والے اپنی خوشی میں جامعہ کی مدد کا پیش خیال رکھتے ہیں۔ چنانچہ متاثرہ کے بھائی محمد حسین صاحب نے اس موقع پر جامعہ کے تعلیمی مرکز کے لیے تحیر میں امداد کے لئے مبلغ ۵۰ روپے مرحمت فرمائے۔ ہم جناب کا بشکر یہ ادا کرتے ہیں۔

دینا کا یہ ایک عجیب انقلاب ہے کہ کم یونیورسٹی بیگلہ کے سابق پروفیسر چاندرباب ڈاکٹر عبداللہ الدین احمد صاحب جو آج کل اسمبلی کے سلسلہ میں دہلی میں مقیم ہیں، جامعہ تشریف لائے اور طلبائے کالج کی انجمن اتحاد کے زیرِ اہتمام مسلمانوں کے علم ہیئت پر ایک پرمغز بیگلہ دیا ابتداء تقریریں آپ نے مسلم یونیورسٹی کے نائب امین اور اسمبلی کے تعلیمی کوششوں کو مسلمانوں کے لئے غیر مفید بتاتے ہوئے جامعہ کے مقاصد اور اسکے کاموں کی بہت تعریف فرمائی اور اس سے زیادہ شجہ انجاء جامعہ جناب ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب کی بیدار مغزی اور اہمیت کی داد دی جو آپ کے قدیم شاگردوں میں اور تحریک ترک موالات کے زمانہ میں حریف جماعت کے لوگوں میں تھے۔

۲۸ مارچ کو طلبہ کی خاص دعوت پر جناب مولانا شوکت علی صاحب نے انجمن اتحاد کے زیرِ اہتمام ایک تقریر فرمائی جس میں آپ نے دنیا گروہ کی موجودہ تحریک میں مسلمانوں کے شریک نہ ہونے کے اسباب بتائے اور فرمایا کہ مسلمانوں کو سب سے پہلے اپنے گھر کو درست کرنا چاہیے۔

ہماری جامعہ کے ایک لائق استاد جناب برکت علی صاحب کے برادرِ کرم جناب ذاکر فاضل عالمی صاحب، منصفیہ کا بجا رہنہ نوینیہ گزشتہ ۱۰ (پانچ ستمبر) بیگلہ میں منتقل ہو گیا، جہاں آپ کم یونیورسٹی میں سائنس کے پروفیسر تھے۔ لاہور پانچ کو اساتذہ اہل طلبہ کا ایک تعزیتی جلسہ ہوا جس میں مرحوم کے پسماندگان کے ساتھ انھار جہودی کیا گیا۔ ہم بھی جناب موصوف کے ساتھ اپنی دہلی ہجرت کی یادگار کرتے ہیں۔

ایک دوسرے سے قریب رہتی تھیں، وہ قدر شا ایک دوسرے سے زیادہ واقف ہوتی گئیں۔ وہ یہ سمجھ گئی کہ ہم ان قوموں سے بہترین جو دوسرے ملکوں میں رہتی ہیں اور اس حماقت میں بڑا وہ ایک دوسرے سے لڑنے لگیں۔ انھوں نے یہ نہیں سمجھا اور بہت سے لوگ آج بھی نہیں سمجھتے کہ جنگ و جدل کرنا باطل و خون کرنا بڑی حماقت ہے۔ اس سے کبھی کو بھی فائدہ نہیں پہنچتا۔

ان شہروں اور ملکوں کے ابتدائی حالات معلوم کرنے کیلئے ہمیں بعض اوقات پڑانی کتابیں ملتی ہیں، لیکن یہ کتابیں کچھ بہت زیادہ نہیں ہیں۔ دوسری چیزوں سے بھی ہمیں اس بارے میں مدد ملتی ہے۔ پڑانے زمانہ کے بادشاہ اور سلاطین اپنی سلطنت کے حالات تختیوں اور لالٹوں پر لکھوا دیا کرتے تھے۔ لیکن یہ بہت عرصہ تک نہیں بچ سکتی ہیں۔ ان کے کاغذ یا تو مٹ جاتے ہیں یا ان کو کپڑے چاٹ جاتے ہیں، لیکن پھر بہت عرصہ تک قائم رہتے ہیں۔ غالباً ہمیں اشوک کی وہ لاث یاد ہوئی جو قلم نے الہ آباد کے قلعہ میں دیکھی ہے۔ اس لاث پر اشوک کا ایک اعلان کندہ ہے۔ اشوک یکڑوں برس ہوئے، ہندوستان کا ایک بہت بڑا راجہ گورنر ہے، اگر تم لکھنؤ کے عجائب خانے میں جاؤ تو ہمیں بہت سی تحیر کی تختیاں ملیں گی جن پر کوئی نہ کوئی عبارت کندہ ہوتی ہے۔

اگر ہم دنیا کے مختلف ملکوں کی پڑانی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہم کو معلوم ہوگا کہ چین اور مصر میں لوگوں نے کیا کیا بڑے کام کئے جبکہ یورپ کے مالک وحشی قوموں سے آباد تھے۔ ہمیں ہندوستان کے اس روشن زمانہ کا حال بھی معلوم ہوگا جبکہ رامائن اور مہابھارت جیسی بڑی کتابیں لکھی گئیں اور جب کہ مہیشٹان ایک بہت دولت مند اور طاقتور ملک تھا۔ آج ہمارا ملک بہت غریب ہے اور ایک غیر قوم کے لوگ ہم پر حکومت کرتے ہیں۔ ہم اپنے ملک میں بھی آزاد نہیں ہیں اور ہم جو چاہیں وہ نہیں کر سکتے، لیکن ایسی حالت ہمیشہ نہیں تھی اور نہ آئندہ ہمیشہ رہے گی، بلکہ اگر ہم کوشش کریں تو ہم پھر اپنے ملک کو آزاد کر سکتے ہیں اور اس ملک کو دیہاتی قابل رہائش بنا سکتے ہیں جیسے آج یورپ کے بعض ملک ہیں۔

میں اپنے آئندہ خط میں زمین کا دلچسپ قصہ بالکل شروع سے سناتا ہوں گا۔

قصے کہانیاں

ایک بیوقوف لڑکا

بائیں ہمہ اس نے بلا سوچے بچے فوراً یہ رائے قائم کر لی کہ یہ سب میری بُرائی کر رہے تھے۔ اس غلط رائے قائم کر لینے کا اُن بھائیوں کو مطلق خیال نہ ہوا اسلئے کہ دل کی بات جیت۔ کاکسی کو کیا علم ہو سکتا تھا یہ بچاؤ اپنی جائز نشی میں مصروف رہے اور اس سے فانی ہو کر اپنی اپنی جگہ جا بیٹھے۔ اس کے بعد گم اٹھا اور منہ ہاتھ دھو کر منہ پھلکا ہوئے پڑھنے آ بیٹھا۔ سب بھائیوں نے ادب اور محبت سے پوچھا کہ بھائی صاحب چارنی لیجئے ایک دوڑ کر پانی بھر لایا اور سامنے رکھ دی مگر گم بدگمانیوں میں گم تھا یہ سلیقہ شعاری جو کی گئی اور اس طرح ادب و محبت کا برتاؤ جو کیا گیا اس کی قدر گم بھی احمق اور بداندیش کو کیا ہو سکتی تھی اس کے منہ پھلانے میں کوئی فرق نہ آیا متواتر تقاضوں کے بعد چار اُس نے پی لی برسوں گم کی یہی حالت رہی اور یہ ناپاک خیالات بچاؤ قہمت یہاں تک ترقی کر گئے کہ بعض اوقات بھائیوں کو بھی اس ناگوار برتاؤ سے تکلیف پہنچنے لگی اور اکثر بدزئی کی صورتیں رونما ہوئیں والدین کے کان بھی اس سے آشنا ہوئے اور اس سے پہلے جو کچھ سنا تھا وہ سب کچھ انہیں یاد آ گیا اور یہ قیاس کر لیا گیا کہ درحقیقت گم ہی مفید اور بے وقوف شریر ہے کہ بجا بہت اور بلا وجہ اپنی زود رنجی و خود رائی سے لڑتا رہے اور اُسی ذہن میں شب روز رہتا ہے اور جو کام کرتا ہے بے سوچے سمجھے اسی کا نتیجہ ہے کہ بھائی باوجود اس کے کہ محبت کا برتاؤ کرتے ہیں لیکن یہ اُسکو عداوت خیال کرتا ہے۔ کل مدد جانے سے پہلے گم نے ایک اچھی بات کہی تھی کہ بھائی آپ دن چڑھے اُٹھتے ہیں چار خراب ہو جاتی ہے جو چار اچھا کہیں آتا ہے وہ آپ کو نہیں آتا اگر آپ بھی سو رہے اُٹھنے کی عادت ڈالیں تو کیا اچھا ہو سب بھائی مزے سے ساتھ ہی ساتھ چار بیکار ہیں اس پر آپ اُٹھ کر گور ہو گئے اور لڑنے لگے کہ سب میرے پیچھے ہو گئے ہیں اور میری جان کے دشمن ہو گئے ہیں تم نے کہا کہ بھائی صاحب اچھا کیا خیال ہے آپ ہم

شرمناک میں جواب عراق عرب کے نام سے مشہور ہے ایک شخص رہتا تھا۔ اُس کے چار لڑکے تھے۔ جو سب سے بڑا تھا اُس کا نام تم اور اُس سے چھوٹے کا نام گم تھا میرے اور جو تھے کا نام ستم اور گم تھا۔ گم کا نام تھا یہ سب سے چھوٹا مگر نہایت عقلمند ذہین اور تیز تھا۔ اس کی عادت تھی کہ اپنے بھائیوں کی بری باتیں دیکھ کر ہر وقت اُٹھ بیٹھے انہیں ٹوکتا روکتا۔ یہ بات اُس کی اور کسی کو اتنی ناگوار نہ تھی جتنی گم کو تھی وہ اکثر خفا ہوتا اپنی غلطی تسلیم نہ کرتا لیکن سچی بات کا اثر اُس کی سخن پروری و دور نہ کر سکتی تھی اور بھائی جو انصاف پسندی کا مادہ رکھتے تھے گم کی بات کی تائید کرتے جس سے گم اور بھی پیچ و تاب کھاتا اور دل ہی دل میں بجائے اس کے بچ کر دوڑھوٹ میں تیز کر کے لے کر شش کرتا دوسرے بھائیوں کی طرف سے اور بدگمانیاں پیدا کر کے بڑے بڑے خیالات پیدا کر لیتا بھائی چونکہ صاف قلب تھے وہ اُس وقت کے ہوا جب کوئی ایسی بات میں آتی اُن باتوں کو بھول جا کر کرتے تھے بھائیوں کے دل میں گم کی طرف سے کوئی لال مل نہ تھا لیکن گم کے خیالات امتحان نہ تھے وہ سب بھائیوں کی نسبت یہ لئے قائم کر چکا تھا کہ یہ میرے دشمن ہیں۔ باپ بھی اکثر ایسی باتیں جو بھائیوں بھائیوں میں ہوتی تھیں سنتا رہتا تھا باپ کے دل میں بھی یہی خیال نہیں آیا کہ گم اپنے اور بھائیوں کے ساتھ کدورت رکھتا ہے اور کدورت کی بنیاد یہ بات ہے جو میان کی گئی اتفاقاً ایک روز کہ برما کا موسم تھا اور گم بھی بستر سے نہ اُٹھا تھا اور بھائی حواج ضروری سے فانی ہو کر چار کا شغل کر رہے تھے اور گم چونکہ پاس ہی سو رہا تھا اس خیال سے کہ مبادا اس کی نیند میں خلل نہ واقع ہو آہستہ آہستہ پڑھنے لکھنے کی باتیں بھی کرتے جاتے تھے کہ دفعہ گم کی آنکھ کھل گئی اور بستر ہی سے اس نے بھائیوں کو باتیں کرتے سنا کہ کوئی بات پوری اُس کے کان میں نہ پڑی تھی نہ یہ کہ ملتا تھا کہ درحقیقت کیا باتیں ہو رہی تھیں مگر

ایک نہیں جو بات کم نہ کی برمانے کے قابل نہیں نہ دشمنی پر عمل ہو سکتی
 اُسکا دلی جذبہ محبت اور شوق اُلفت یہ نہیں چاہتا کہ آپ تنہا بغیر اور
 بھائیوں کے چاہیں اُسے یہ برا معلوم ہوتا ہے اُسکا بھی خوش نہیں ہوتا
 وہ آپ کی خالی بیانی دیکھ کر بخند ہوتا ہے اور بار بار ملنگ کی
 طرف دیکھتا ہے لیکن استراحت میں قفل نہیں ہوتا باتیں بھی کرتا ہے تو
 آمبتہ آپ کو اس جذبہ کی قدر کرنی چاہیے نہ کہ اظہارِ ملال۔ بیضا بدہ
 اپنا دل جلاتے ہو اور بھائیوں کو بھی ستاتے ہو میں بڑا تھا اگر کوئی بات
 خلافِ ادب ہوتی تو خود گوشمالی کر دیتا، والد صاحب موجود تھے وہ
 تنبیہ کر دیتے یہ ضرور ہے کہ وہ چھوٹا ہے لیکن بزرگی عقل است نہ
 بسال۔ ہمیشہ آپ دن چڑھے اُٹھتے ہیں کوئی کہاں تک چپ رہے
 آپ کو خود ایسا موقع نہ دینا چاہیے کہ چھوٹے آپ کی حرف گیری کریں آپ
 نے خواہی خواہی بھائیوں کی طرف سے دشمنی کا خیال قائم کر لیا ہے اور
 یہ آپ کی محض جلد بازی اور نا مال اندیشی ہے کہ آپ صلاحیت کیساتھ
 کسی بات کو نہیں سوچتے نہ سمجھتے کی کوشش کرتے اور پیلے سے پیلے ہی
 اپنی خودی دشمنی سے ایک برا خیال قائم کر لیا کرتے ہیں ایسے
 کا یہ نتیجہ ہے کہ آپ کو گھر بھر میں کوئی دوست نظر نہیں آتا اسکول میں بھی
 آپ کا یہی حال ہے وہاں بھی کوئی آپ کا دوست نہیں۔ اگر آپ اچھی بات سننے
 سے نفرت کریں گے اور نا صح شفقت کو دشمن سمجھیں گے یا نصیحت کے سخن

پر کان نہ دھریں گے تو جو کام آپ کریں گے وہ کبھی درست نہ ہوگا
 کوئی ماں کے پیٹ سے لیکھ نہیں پیدا ہوتا عقل اس طرح آتی ہے دوسرے
 کی بھی باتیں سننا اور اُن پر عمل کرنا اور بُری باتوں سے بچنا
 اور بُری باتوں کے نتائج سے عبرت حاصل کرنا انسان کو اُسا
 بنا دیتا ہے اس کے علاوہ ہر شخص کی طرف نیک گمان رکھنا ہر
 شخص کے ساتھ ہمدردی کرنا چاہیے بڑے بھائیوں کا ادب
 چھوٹے بھائیوں پر شفقت کرنا شیریں زبانی سے پیش آنا از یاد
 محبت کا باعث ہے شرافت اور انسانیت اسی کا نام ہے یہی وہ
 جو ہر ہے جس سے غم اپنے ہو جاتے ہیں اگر آپ اس پر عمل کریں
 تو آپ دیکھیں گے کہ کس لطف سے گزرتی ہے اور کتنے آپ خوش
 رہتے ہیں قہر کی یہ بات کم کے دل میں اُتر گئی اور غم نے کچھ اس طرح
 کہی کہ کارگر ہو گئی اُسدن کا دن ہے کہ گم جیسے تندہ خواہ اور بد گمان
 ارد کے نے پھر بھائیوں کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کیا نہ اس عادت
 کے چھوڑ دینے کے بعد اُسکو بلا وجہ غصہ اُٹھانا پڑا نہ بھائیوں میں پھر
 کبھی ان براہی ہوئی باپ چونکہ شاعر تھا اُس نے اس قضیہ کے طے
 ہو نیکی مسرت میں ایک نظم لکھی جو خصوصیت کے ساتھ اس
 کمائی سے تعلق رکھتی ہے اگر ارد کے اسکو یاد کریں گے تو یقیناً فائدہ
 اُٹھائیں گے اور اس بُری عادت سے محفوظ رہیں گے۔

بدگمانی

بے سبب دل میں بھی رنج نہ اپنے لاؤ بات جو رنج کی ہو پاس نہ اُس کے جاؤ
 بدگمان ہونے کسی سے، یہ بُری عادت ہے بدگمانی سے زمانہ کو بڑی نصرت ہے
 دوست ہو جاتے ہیں دشمن اسی عادت کو طفیل دل میں احباب کے آجاتا ہے ایسے ہی سیل
 یہ مرض وہ ہے کہ شکلِ عداوتی اس کا کرنیں سکتے کوئی چہ راہِ مباح اس کا

یہ وہ آتش ہے کہ جس سینہ میں روشن ہو جائے
بھڑک اٹھے تو گھڑی بھر میں وہ گھن ہو جائے
عشق بے لطف ہے بے کیف محبت اس سے
اُٹھتی رہتی ہے شب و روز قیامت اس سے
دل کے ارمانوں کو مٹی میں ملا دیتا ہے
متوقع کو یہ مایوس بنا دیتا ہے
امن و راحت کا وعدہ ہوش و خرد کا دشمن
غضب و غیظ سے خوش عیش و خوشی کی بطن

اس سے اللہ بچائے یہ بلا رحمت ہے

اس سے ہر کام میں دنیا کے پڑا کھٹت ہے

از سید الشہداء سید حسن مجتہد نائب تحصیلدار بھوبال

مناظرِ فطرت

ہماتے ہیں۔ دریا دے پاؤں اُن پہرے اور مرغزار وادیوں سے ہو کر
گزرتا ہے۔ جبکہ کنارے جاگور بیٹھے شفاف پانی سے اُنکھ چوبیاں
کرتے ہیں۔ اور جب خوشی کی لہر اُن میں دوڑ جاتی ہے تو پرندوں کی میٹھ
دیوانہ وار ہوا میں پرواز کرتے ہیں اور فضا سے بیٹھیں ماگ چھیڑ
کر دھجھکاری کرتے ہیں۔

پھر آئیے اور اس کا دیرسرا رخ ملاحظہ فرمائیے۔ سورج دن
کا تھکا لاندہ جب اپنے اُشیائے کو سستانے جاتا ہے تو اپنے سرخ
اور ملائم کربوں سے آسمان کو سرخ نئی لباس پہنا تا ہے۔ پرندے
جنہوں نے قوتِ لایوت کی تک و دوز میں سارا دن صرف کیا۔ تیکے
ماندے اپنے اُشیائوں کو لٹٹے ہیں بعض گھینسیوں میں تو خوشی رچائی
جاتی ہے اور بعض اُچھے ہم جنس کی گھنڈگی برپا ہو جاتے ہیں۔ وہ

فطرت اپنی گونا گوں بچپیوں سے انسان کو مجذوب کر تی ہے
فطرت کے راز اور کرشمہ سازی انسانی تخیل سے بالا ہیں۔ فطرت
اُن دن ہماری بچپیوں کے سامان پیدا کرتی ہے۔ لیکن انسان
اسکی قدر نہیں کرتا اور اپنی بلند پروازیوں کے آگے پیچ بھٹتا ہے۔
صبح کا وقت کتنا لطف اندوز ہوتا ہے۔ پرندے اپنے گھونسلوں
سے بچھٹک کر باہر نکلتے ہیں اور بناورا اپنے غاروں سے دم ہلا کر
خجل کی راہ لیتے ہیں۔ سورج اپنے اُشیائے سے سر باہر نکالتا ہے اور
اپنے رخ روشن کی نرم نرم شعاعیں اُن بلبھاتے سبزوں پر ڈال کر
سرخ کے قطرہوں کو نمود کرتا ہے۔ گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سبز نے
موتیوں کا بار بنا ہے۔ خُشک میں بڑے بڑے ساپل فکُن اُتھا کر کھڑے
ہیں اور اپنی بنیوں اور پتوں کو ہلا کر پرندوں کو اپنے آغوش میں

میم صاحبہ و بیوی صاحبہ کی گفتگو

میم صاحبہ بیوی صاحبہ سے کیوں بیوی صاحبہ یہ کیا بات ہے کہ تم اپنے گھر میں دن و رات مثل قیدی کے قید خانہ میں بند رہتی ہو۔ او سوائے اپنے آپ کے آدمی سے اور کسی باہر کے آدمی سے بات چیت بھی نہیں کر سکتی ہو۔ اور نہ کسی باہر والے کے سامنے ہو سکتی ہو (واہ رے پردے) اور کپڑوں کو رنگ کر پینے کو خوبصورتی اور چمک دکھانے کے لئے گوڑ کو استعمال کرتی ہو۔ اور بانی کو بھی ایک عجیب غذا کی طرح کھاتی ہو۔ تم کو دیکھو کہ ان میں سے ایک بات بھی تم نہ پاؤ گی میں ہر شخص سے ہر طرح کی بات چیت کرنے کے لئے کوئی بندش نہیں۔ تم ہر آدمی سے بات چیت کر سکتے ہیں۔ اور جہاں چاہیں وہاں آزاد ہو کر جا سکتے ہیں۔ کوئی بکوروک نہیں ملتا۔ تم راہ چلتوں سے ہاتھ ملاتے ہیں۔ تم ہماری طرح ناچنا اور گانا بھی نہیں جانتی ہو۔ تم ہر وقت مثل میل گئے چلتے رہتے ہیں یعنی ہر وقت خوش رہتے ہیں۔ تم ہر وقت بخندہ۔ ہاں اگر تم پر وہ بھوڑ دو تو یہ سب شکلیں تمہارے پاس سے مٹ جائیں اور ہماری طرح تم بھی اُن جس میں آزاد ہو کر پھرنے لگو۔ افسوس۔ واقعی یہ سب خرابیاں تمہارے اوپر پردے کے سبب سے ہیں۔

بیوی صاحبہ میم صاحبہ سے: بھئی میم صاحبہ تم تو بہت چڑچڑا پس اور ہم کو ایک کی دس مثالیں۔ اب میری باری آئی ہے غور سے سنو کہ تم بادشاہ وقت ہو جو چاہو سو کرو۔ تمہاری ہماری کوئی ریس نہیں ہے اور نہ ہو؟ اگر تمہارا دل چاہے تو اپنے خاوند کے سامنے ہی دوسرے سے ہاتھ ملاؤ۔ تمہیں کوئی شرم نہیں۔ اور یہ تمہارا آزاد ہو کر سیریاک سے ملنا بھی عجیب بات ہے تمہارے ہاں عرم اور غیر حرم کی کوئی قید نہیں تم جس سے چاہو، اور جس وقت چاہو مل سکتی ہو جو بوقت تم منہ پر پوڈر لگاتی ہو اس وقت مثل بھانڈا یا بھینسر کے ایکڑ یا مثل سادھوؤں کے جو کہ تمام جسم پر راکھ ل کر نکلتے ہیں۔ معلوم ہوتی ہو۔ ہمارا چہرہ قدرتی اُجلا اور گورا بنا ہوا ہے۔ ہم کو خدا کے پاک کی قدمت سے پوڈر کی ضرورت نہیں۔
نوٹش: دہرہ دون

بھارے یا تو مصیبت یا دکے جال میں پھنس کر قید میں اپنی تمام عمر کاٹتے ہیں اور ان کے منھے بچے آشیانوں میں جھوک کے مار کر داؤ پایا کرتے ہیں۔ درندے جنوں نے کئی معصوم اور یتیمہ جانوروں کو مار مار کر اپنے شکم کو سیر کیا ہوا اور ان کے خون سے اپنے دانتوں کو رنگا ہے۔ غار میں مست پڑے ہیں۔ تاریکی و رختوں اور سینوں کو اپنے آغوش میں بھاپتی ہے اور ب کوغنی اور خوشی کی لوری دے کر تھکاتی ہے۔ ندی بھی تاروں کی روشنی میں آہستہ گزرتی ہے اور اپنا رنگ مختلف گزرگا ہوں میں مختلف گاتی ہے۔
ترجمان حقیقت ڈاکٹر سر محمد اقبال کے حب ذیل چند اشعار سے مناظر فطرت کی سچی ترجمانی ہوتی ہے۔

لذت سروذی ہو چڑیوں کے چھو میں
چٹنے کی شورشوں میں باجبا سانج رہا ہو
توں کا ہو نظارہ میری کتاب خوانی
دفتر ہو معرفت کا جو بگل کمل رہا ہو
صف ہاندے دونوں جانب پوئے ہرے ہرے ہو
ندی کا مصاف پانی تصور برے رہا ہو
ہو دل صرب ایسا کسار کا نظارہ
پانی بھی موج بن کر اٹھ اٹھ کے دیکھتا ہو
آغوش میں زمیں کے سویا ہوا ہوسیزہ
پھر پھر کے جھانڈیوں میں پانی جھک رہا ہو
پانی کو بھو رہی ہو جھک جھک کے گل کی ہنی
جیسے حسین کوئی آئینہ دکھیتا ہو

اقبال

یہ نور الہمدیٰ متعلم کلیہ جامعہ عثمانیہ
حیدرآباد (دکن)

جادو کے سوالات

دیکھئے! ایک پونڈ کا سوال دیتا ہوں آپ اپنے کاغذ پر کچھ پونڈ
 شنگ نہیں لکھ لیجئے مگر دیکھئے کوئی عدد ۱۱ سے زیادہ نہ ہو۔ اچھا تو
 آپ نے کاغذ پر لکھا؟ اب اس رقم کو الٹ دیکھئے اور بڑی رقم سے
 چھوٹی رقم گھٹا دیجئے۔ اب اس جواب کی رقم کو پھر الٹ دیجئے اور
 ان دونوں کو آپس میں جمع کر دیجئے۔ جواب آگیا بتاؤں کیا جواب
 ہے؟

نہیں۔ ٹنک۔ ۱۸۔ پنڈ ہے
 مثلاً آب نے نہیں۔ ٹنک۔ پنڈ لیے اس رقم کو الٹ دیکھو۔
 نہیں۔ ٹنک۔ ۸۔ پنڈ ہوئے بڑی رقم میں سے چھوٹی رقم گھٹا دیکھو
 نہیں۔ ٹنک۔ ۸۔ پنڈ
 ۲ ۸ ۶

ہوئے ان دونوں کو جمع کر دیجئے۔

شنگ و ہر
۱۹-۳

8-19-72

11-1A-12

دیکھئے دی جواب ٹوٹ ٹوٹا۔ ہنس آگیا کوئی مہندس لے لیجے یہی جواب آئے گا۔

محمد طیب صاحب بکھریونی متعلم جامعہ

اپنے ساتھی سے کیئے کہ وہ کوئی مہندہ اپنے دل میں سوچ لے کر وہ مہندہ ۳ عددوں سے زیادہ نہ ہو یعنی ۹۹۹ سے لے سکتے ہیں اگر اس سے ایک بھی زیادہ لیں گے تو م عدد ہو جائیں گے۔ خیر تو جو مہندہ آپ نے سوچا ہے وہ ایک کاغذ پر لکھ لیجئے اور جیسے جیسے میں کہوں دیے کرتے جائے اول اس مہندہ کو ۲ سے ضرب دیجئے اور پھر اس میں ۵ جمع کر دیجئے پھر اسے ۵ سے ضرب دیجئے اور اس میں ۳ جمع کر دیجئے اب اسے ۱۰ سے ضرب دیجئے اور ۳ جمع کر دیجئے اب جو کچھ جواب آیا ہے اسے ایک کاغذ پر لکھ کر مجھے دیدیجئے میں بتا دیتا ہوں کہ آپ نے کونسا مہندہ لیا تھا۔ اسکا حل بہت آسان ہے حل اسکا نیچے لکھتا ہوں۔

جواب ہے اس میں سے ایک سو پچاس نفی کر دیجئے نفی کرنے سے انہیں یعنی اکائی، دوہائی، ہیکڑ، دس جتنے تین ہوں وہ کاٹ دیجئے اور جو بچے اُس میں سے ایک ٹھنڈا دیکھئے پہلا ہندسہ آجائے گا۔

مثلاً ایک عدد ۳۲۳ نے ۲ سے ضرب دیا تو ۶۴۶ ہوئے
اس میں ۵ جمع کئے ۶۵۱ ہوئے اب پھر اسے ۵ سے ضرب دیا ۳۲۵۵
ہوئے اس میں ۳ جمع کئے ۳۲۵۸ ہوئے اسے ۱۰ سے ضرب دیا
۳۲۵۸۰ ہوئے اس میں پھر ۳ جمع کئے ۳۲۵۸۳ ہوئے اب
اس میں سے ۵۰ انفی کر دیجئے ۳۲۵۳۲ بچے آخر کے جتنے ۳ ہیں وہ
کاٹ دیجئے ۳۲۳ رہے اس میں سے اگھٹا دیجئے۔ ۲۲۳ جواب
آیا۔ کہئے یہی ہندسہ لیا تھا

$$L_2 = 50 - 2 + 10 \times 2 + 0 \times 0 + 2 \times 2 \times 2$$

بعد ۔ جواب آگیا۔

ہر بچہ کے پاس ایک علیحدہ کتب خانہ ہونا چاہیے

پیامِ سلیم یا کوئی دوسرا اخبار آتا ہو اور ہر مہینہ تین نئی کتابوں کا اضافہ ہوتا ہو

(۱) اس فہرست کی سب کتابوں کی قیمت تو عمدہ ہے جو ایک عدم حرف خاص خاص بچے خرید سکیں گے لیکن یہ عالمانہ کی کتابیں سب ہی خرید سکتے ہیں۔
(۲) اگر کوئی بچہ یہ بھی کم کی کتابیں لینا چاہتا ہو تو ایک کارڈ میں اپنی پسندیدگی کتابیں لکھ کر ہم سے دریافت کرے کہ کتاب کی قیمت کے علاوہ کٹ پر کتنے پیسے ادا خرچ ہوئے۔ ہر ایسی دن اس کو جواب دیں گے۔

نظمیں	اسکاؤٹ کی تین ضروری چیزیں	کہانیاں
۱۔ بچوں کے گیت	۱۔ فرست ایڈ چارٹ - یہ دیوار پر لٹکا کر دلائیات عمدہ	۱۔ پڑیا پڑے کی کہانی
۲۔ سنہری گیت	۲۔ نقشہ جس میں فرسٹ ایڈ کے متعلق مفصل معلومات ہے	۲۔ چوہ بلی نامہ
۳۔ پھول باغ حصہ اول	۳۔ ضروری معلومات - یہ اسکاؤٹ پر بڑی اچھی کتاب ہے	۳۔ کروڑھوں سو
۴۔ حصہ دوم	۴۔ اسکاؤٹ کے پاس رہنا ضروری ہے	۴۔ نفسی شہزادہ
۵۔ راکہ بیگم	۵۔ سنڈرلٹ فرسٹ کارڈ - پہلے امتحان کی تمام باتوں کو	۵۔ گدھے کی سرگزشت
۶۔ بیاض رنگین مغور	۶۔ ایک جگہ جمع کرو یا ہے چھوٹا سا کارڈ ہے جو ہر وقت جیب	۶۔ بڑوں کی کہانیاں
۷۔ مشاجات ذکا	۷۔ میں رکھا جاسکتا ہے - قیمت ۲	۷۔ نعیم بچہ
۸۔ رباعیات حالی		۸۔ ذرواد
۹۔ حب وطن		۹۔ لنگڑا ماموں
۱۰۔ مشاجات بوجہ		۱۰۔ شہر شہری اور شہریت
۱۱۔ چپ کی داو	۱۱۔ عربی کی پسلی مصنفہ احمد شاہ صاحب	۱۱۔ کدھی
۱۲۔ درس محسن	۱۲۔ دوسری	۱۲۔ حکایات شیریں حصہ اول
۱۳۔ خزا بھویا	۱۳۔ تیسری	۱۳۔ دوم
۱۴۔ بیاض محفل	۱۴۔ عربی بول چال حصہ اول مصنفہ حافظہ عبدالرحمن صاحب	۱۴۔ سوم
۱۵۔ آغوش مادر	۱۵۔ حصہ دوم	۱۵۔ چارم
۱۶۔ پھیلاں		۱۶۔ سولہ کہانیاں

مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

ٹیلیفون نمبر ۲۲۱۹

نرخنامہ چندہ

سالانہ ۷۸

ششماہی ۷۸

نی پرچم ۷۸

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹۶۱

نرخنامہ اشتہار

فی صفحہ ۷۸

نصف صفحہ ۷۸

چوتھائی صفحہ ۷۸

پیام

اڈیشہ: سعید انصاری۔ بی اے (جامعہ)

نمبر ۱۲

۲۱ اپریل ۱۹۳۳ء عیسوی

جلد ۱

بچوں کیلئے جامعہ کی شائع کردہ کتابیں

۱. ہمارے نبی رات آٹھ سال کے بچوں کے لئے سیرت پاک قیمت ۴۰
۲. ہمارے رسول - نو سو ۸۰
۳. سرکار کا دربار - گیارہ بارہ ۸۰
۴. سیرۃ الرسول - بارہ برس سے زیادہ ۱۳
۵. چار یا رشتہائے راشدین کے مقدس حالات نہایت آسان اور شیریں زبان میں ۱۲
۶. ترکوں کی کہانیاں بچوں میں محبت اور جرأت پیدا کرنے والی کچھ کہانیاں
۷. دنیا کے بننے والے - سید شیر زیدی بی اے کی تصنیف، کی کمی ہوئی حجازیہ کی کہانیاں
۸. اس کتاب میں تقریباً پچاس تصویریں ہیں۔
۹. قوم پرست طالب علم بچوں کے دلوں میں ہندوستان کی محبت پیدا کرنے والا۔ ۴۰

فہرست مضامین

۱. دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ "انجاء"
۲. اردو کا قاعدہ اور اس کی شکلات
۳. کو آلف جامعہ
۴. رمضان اور اس کے روزے
۵. جامعہ میں قومی ہفتہ کا آخری دن
۶. نیلسن
۷. بگڑے نواب
۸. یہ بھی گیا اور وہ بھی گیا
۹. کیس کا کیس اور ہنس کا ہنس
۱۰. انعامی سنے
۱۱. اشتہارات
۱۲. جناب اکبر علی صاحب باق، ریجنل سیکریٹری
۱۳. "کو آلف" نگار
۱۴. جناب الم عمر صاحب گوئڈہ
۱۵. پورٹر
۱۶. محمد عمر صاحب معلم جامعہ
۱۷. جناب وصفت صاحب نشی فاضل
۱۸. میر اصغر علی بیاض طالب علم جامعہ
۱۹. مسعود اختر صاحب معلم جامعہ

مکتبہ جامعہ - قزول باغ - دہلی۔

دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ ہندوستان کے اندر

گوارا کر سکتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خود گیسرات اور اس کے گرد و نواح کے دوسرے علاقوں میں گرفتاریاں اور پولیس کی طرف سے سختیاں کی جانے لگیں اور کچھ زیادہ وقت نہ ہو کر گوارا کے سپریم کورٹ کے بجائے لال کھاری کے ایف ٹریان۔ راماس گاندھی، جیسے لوگ پکڑے گئے جو کجرات اور بمبئی کے صوبوں میں بہترین کام کرنے والے تھے۔ اسی کے ساتھ کلکتہ میں مسٹر سین گپتا جو اچھی حیدر بن ہوئے، دس روز کی قید کاٹ کر چھوٹے تھے، پھر گرفتار کر لئے گئے۔ دہلی میں دیو داس جی گاندھی، مولانا عارف سہوی، لال شنکر لال، اور بہت سے دوسرے لوگ پکڑے گئے۔ اسی طرح بنارس، لکھنؤ، آگرہ، رائے بریلی، کراچی اور تمام دوسری جگہوں پر جہاں جہاں مقامی کامیونے کرنے والے سرگرم کار تھے، ان سب کو پولیس نے گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح ملے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پچھلے چھوٹے چھوٹے کام کر رہے ہیں۔ کو پکڑ لینا چاہتی ہے، پھر اس کے بعد گاندھی جی کی گرفتاری پر بھی جی جوت سانی سے ہو گئی۔ اس طرح اس کے خیال میں ہما تاجی کی گرفتاری پر نہ کچھ صحیح و بیکار ہوگی۔ اور ان کے جیل جانے سے تحریک کا بھی فائدہ ہو جائیگا۔ لیکن حکومت کو معلوم نہیں کہ اس کا مقابلہ تم و تدبیر میں سے اس سے کچھ نہیں رہتا۔ گاندھی جی نے جب یہ رنگ دکھا تو انھوں نے لیڈری کے قصہ ہی کو ڈھونڈا دیا اور یہ کہہ دیا کہ اب سے ہر کام کرنا لاپرواہ ہے، اسے کسی دہرہ درہنا کا انتظار نہ ہونا چاہیے۔ راستہ بالکل صاف ہے۔ نمک بناتے جاؤ اور جیل جاتے جاؤ۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ کھر کھر نمک بننے لگا۔ ہر ہر گاؤں اور ہر قصبہ میں جہاں جہاں اس کا امکان ہے، نمک بن رہا ہے۔ رشیدہ والے ضلعوں پر نمک بننے جا رہے ہیں۔ جیل کے اندر کم از کم سانی کے جرم پر مقدمہ کی کارروائی ہو رہی ہے اور جیل کے باہر خونریز دروازہ میں نمک بن رہا ہے پولیس دیکھتی ہے اور نظر پکڑ جاتی ہے حکام کو خبر تھی ہے اور کانوں میں تیسل ڈالے ہوئے ہیں۔ غرض نمک کا قانون تو ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔

۱۱ مارچ ۱۹۳۱ء ہما تاجی جی کا ساہتی، انڈیا سے بھاگ گیا ہوا اس وقت سے سوائے ان کی تحریک کے اور کوئی واقعات ایسے پیش ہی نہیں آئے جو لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ سکیں۔

۵ اپریل کو ہما تاجی مع اپنے ۸۰ بانیوں کے منزل مقصود یعنی ڈانڈی پہنچ گئے اور اس روز آرام کر کے اگلے دن نمک کے قانون کو توڑا۔ تمام لوگوں کی نظر لگی ہوئی تھیں۔ ہما تاجی دوسرے روز کس طرح قانون شکنی کرتے ہیں اور حکومت انکو کیا کرتی ہے؟ صبح کے ٹھیک ساڑھے چھ بجے ہما تاجی مع اپنے ۸۰ ساتھیوں کے سمندر کے کنارے آئے۔ سب سے پہلے آپ نے سمندر کے اندر غسل کیا اور اس کے بعد پانی سے باہر نکلے اور اپنے انھی گیلے کپڑوں کے ساتھ اس جانب روانہ ہوئے جہاں نمک بنایا جاتا تھا۔ آپ نے قانون شکنی کی ابتدا کرنے سے پیشتر سب سے پہلے اس تم گلیں کی بلگا میں لٹھار غمزہ دینا کیا جیکے قانون کی پابندی آپکا سب سے بڑا دھرم ہے اور جیکے حکومت آپ اس دہس میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے نمک کے ذخیرہ میں قدم رکھا اور دونوں ہاتھوں سے نمک اٹھا کر باہر لائے۔ آپ کے نمک بننے ہی جتنے ساتھی تھے، سب نے یکبارگی نمک بنانا شروع کیا اور لوگوں کی امیدوں کے خلاف کسی نے آکر پوچھا نہ کہ بھی نہیں کرتے کیا کرتے ہو؟ حکومت بمبئی کی طرف سے اتنے عرصہ سے جو تیاریاں ہو رہی تھیں، وہ سب کی سب طاق پر دھری کی دھری رہ گئیں اور اس نشتہ کمزور انسان بنے دنیا کی سب سے طاقتور اور جنگی ساز و سامان سے بھرپور سلطنت کے قانون کو اسکی آنکھوں کے سامنے پاؤں تلے روند کر رکھ دیا۔

اس خبر کا ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلنا تھا کہ ہر جگہ نمک بنانے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ حکومت ہما تاجی جی اور ان کے ساتھیوں کو توجہ نہ دیتی تھی۔ لیکن تمام ہندوستان میں کیجے اس گگن کو بڑے اور پھیلنے دینا

والدین اور اُستادوں کا صفو

اردو کا قاعدہ اور اسکی مشکلات

پیامِ تعلیم نے اردو کی ابتدائی تعلیم کے متعلق جو بحث اٹھائی ہے، بھلائی کہ اس پر کافی توجہ ہو رہی ہے۔ نئی مبدعیتوں کا اظہار کے مضمون "اردو کا نیا قاعدہ" شائع ہونے کے بعد جناب اکبر علی صاحب نے ایک اور مضمون آج بدھ ناظرین کیا جا رہا ہے جو ابتدائی تعلیم سے بہرہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک انقلابی قاعدہ کے مصنف بھی ہیں۔ امید ہے کہ اس بحث سے کچھ نئے داسے دیگر حضرات

(ادھر)

ہوں اور اردو زبان میں ہر ایک علم کے دریا بہا دیں۔ اسے ہر طرح سے مکمل اور وادستہ کریں اور اسکی تعلیم کے راستے سے مشکلات کے کاٹنے کے دور کر کے اسے مقبول عام بنا ڈالیں۔ ہر ایک زبان کی ترقی کا انحصار زیادہ تر اسکی اپنی ہی صوبہ و معنوی خوبیوں پر ہو کر کرتا ہے۔ اردو زبان کی سادگی، شیرینی، سلاست و روانی مسلم و ضرب النسل ہے۔ ابتدائی مراحل اللہ کے شکر میں چنانچہ میر سے اس مضمون کا موضوع جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے اردو قاعدہ کی مشکلات پر روشنی ڈالتا ہے تاکہ جو شخص بچے کی زبان پر تعلیم کے لئے مجبور کرے جا رہے ہیں ان مشکلات کی پیچھے سے تعلیم سے عوامی رہ کر خسرال دنیا والا آخر کے مصداق نہ بنیں بلکہ جلد از جلد تحصیل علم کر کے اپنی عاقبت کی فکر کریں، اچھے شہری بنیں ملک و قوم کی خدمت میں مشغول ہوں اور اقوام عالم کے دوش بدوش کھڑے ہو کر کام کر نیکیے نایاب بن جائیں کیونکہ تعلیم کی اسی غرض و غایت یہی ہے۔ لہذا میں اس مضمون میں اپنے خیالات کو اسی سلسلہ تک محدود رکھوں گا کیونکہ مکمل اصول یہی ہے اگر جلد دست ہوگی تو شاخص خود بخود نشو و نما پاتی رہے گی۔

جہاں تک میرا ذاتی تجربہ ہے، ہمارے میں اردو کا قاعدہ پڑھنا بڑی قوت کا سامنا ہے جبکہ وجہ غالباً یہ ہے کہ اول تو ہندوستان کی دیگر مروجہ زبانوں کے مقابل میں اردو حروف تہجی کی اس شکل مجردہ اور ترکیب لفظی میں ہر ایک حرف کی مختلف تبدیلیاں ایک یا دو گونہ دھندلاہیں جس سے بچہ کو تفصیلی راستہ میں پہلے ہی قدم پر دوچار ہونا پڑتا ہے جو حرف کی شکلیں جو پڑھانی جاتی ہیں وہ کچھ ہیں اور جہاں ان سے کوئی لفظ بنا، وہ کچھ سے کچھ ہوتی ہیں۔ دوسری زبانوں میں یہ بات نہیں۔ ان میں جو حروف پڑھائے جاتے ہیں انہی

بھی اپنے خیالات سے ناظرین کو مستفید ہونے کا موقع دیں گے۔ اردو قاعدہ کی طرف انہوں نے بہت کم توجہ کی گئی ہے حالانکہ تعلیمی نقطہ نظر سے یہ خاص توجہ کا محتاج ہے اور قاعدہ کشایان تعلیم کے نزدیک یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ بالخصوص دور حاضر میں جبکہ اردو و ہندی کا مسئلہ بڑی شد و مد کے ساتھ لیڈران اور زعمائے ہند کا خاص مبحث ہے جو اصحاب اس بات کے خواہشمند ہیں کہ تمام ہندوستان کی عام زبان ایک ہی تسلیم کی جائے ان پر لازم ہے کہ اس طرف خصوصیت کے ساتھ متوجہ ہوں جو لوگ اردو زبان کے حامی ہوں انہیں چاہیے کہ اردو زبان کو ہر پہلو سے ہندی زبان کے برابر ہی نہیں بلکہ بہرہ و جود افضلتر اور مفیدتر ثابت کر کے قائل کر دیں کہ یہی زبان ہندوستان کی بہترین و مقبول ترین زبان ہو سکتی ہے۔ اسے صوری و معنوی عیوب کی پڑتال کریں اور جو نقائص معلوم ہوں اور اصلاح پذیر کیجے جائیں انکی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں اور زندہ قوم کی زبان کو اگر زندہ رکھنا چاہتے ہوں تو اسکی بھی ضروریات زمانہ کے مطابق زندگی و تازگی بخشنے میں اور اسے بھی مندرجہ بالا کی واحد قومی زبان بنانے میں جی الامکان کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کریں کیونکہ کسی قوم کی موت و زبست کا انحصار اس قوم کی زبان کی موت و زبست پر زیادہ تر ہوتا ہے۔ چنانچہ زبان کی خدمت کسی ملک و قوم کی بہترین خدمت ہو سکتی ہے۔ علاوہ ازیں فی زمانہ تعلیم کا چرچا عام ہو رہا ہے ہر طرف تعلیم کی کھج پکار بلند ہے۔ ہر قوم کا نصب العین تعلیم ہے یہاں تک کہ گورنمنٹ کو بھی مجبور کیا جا رہا ہے کہ اشاعت تعلیم کے لئے پرائمری تعلیم کو لازمی ہونا ضروری قرار دے چنانچہ جبراً پرائمری تعلیم تیار کر کے ملک میں پھیل رہی ہے۔ اگر اندیشہ حالات ہی خواہاں ملک و قوم کا اولین فرض یہ ہے کہ اس طرف متوجہ

القیاس جب کئی حروف ملا کر ایک لفظ بنانا اور بجا کر کے ساتھ معاً اعراب وغیرہ بچو کر پڑھنا پڑتا ہے اس وقت اس بجائے معصوم کی مصیبت کا اذکار کیجئے مثلاً غرض نہ حرفی لفظ، کاج ہی لکھو۔ اسکو یوں پڑھایا جاتا ہے کاف غرض نہیں کاج، موقوف یا مانکن کاج آخر سوچئے تو سہی کہ اس موقوف سے اس نادان موقوف بچ کر کیا اور قوف اور مانکن سے کیا سکون حاصل ہوتا ہوگا۔ بچ رہے سب کچھ دیکھنا اور منتظر ہے اور بدل ہی دل میں حیران ہے کہ کیا اثر نشان اپنے کیا مصیبت کچھ پر سبھ ہے لیکن غرض کہ وہ اپنی حیرانی بیان کرنے سے قاصر ہے کیونکہ معصوم ہے زبان ہے اور ایک عالم، جاہل، زمانہ زور مند توڑا ستار کے تانے بیٹھے ہے جہاں ذرا مکی تو ہاتھ کان کان کی خیر نہیں، استاد صاحب اپنی کھم کے مطابق جو کچھ لکھنا چاہیں بچ کا فرض ہے کہ بلا چون چسپا ایک رٹ لگائے جائے۔ کائن کوئی بچ زبان کھول سکتا تو استاد صاحب کو حقیقت کا پتہ ملتا اور اس کے اعتراض کا معقول جواب دے دیکر بدل میں کھینے ہوئے اور ضرور ہوتے اور آئندہ اس سے ذرا سوچ کھم کر بات کرتے۔

اب قدرنا دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان باتوں کی اصلاح غیر ضروری ہے یا یہ سب باتیں ناقابل اصلاح ہیں؟ اگر ضروری ہیں اور اصلاح پذیر بھی ہیں تو اس قسم کی تفصیل اور ناجائز رکاوٹیں بچوں کے راستہ میں کیوں دروازہ لگتی ہیں؟ کیا محض اس لئے کہ بچارے بچے بے زبان ہیں۔ کوئی انکا منہ نہ نہیں، حمایتی نہیں، خیر خواہ نہیں۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ قاعدہ کا پڑھنا بطور آزمائش ہے یعنی جو بچہ امتحان میں ان نا جائز مشکلات پر حاوی ہو سکے وہی آئندہ تعلیم کا حق سمجھا جائے۔ ورنہ وہ کسی دوسرے کام میں لگے۔ قدیم زمانہ میں ممکن ہے یہ ضروری سمجھا جاتا ہو جبکہ حصول تعلیم خاص خاص افراد کا استحقاق سمجھا جاتا تھا لیکن دورِ حاضرہ میں جبکہ بچہ بچہ کو تعلیم دینا نہ صرف ضروری بلکہ لازمی قرار دیا جا رہا ہے، اس معاملہ میں قدامت پسندی کا پابند رہنا، لکیر کا فقیر بنے رہنا، مشکلات کو مشکلات سمجھنے کے باوجود اس طرف متوجہ نہ ہونا، خفے بچوں پر یہ ظلم روا رکھنا، انکو ظلم شقی القلب اساتذہ کا نغمہ ششِ مبارک ہے۔ جدید و از تعلیم کی سولتوں سے محروم رکھنا کہاں تک حق بجانب ہو سکتا ہے۔ جدید و از تعلیم نے ہر شے تعلیم میں روشنائیاں کی ہیں لیکن اگر محروم ہے تو صورتِ اردو کا قاعدہ اس کی تعلیم میں سرسوزی نہیں

کو جو کہ لفظ بتاتے جاتے ہیں اور یہ بات تو غصت و دھوا نہ دونوں میں موجبِ ثبات ثابت ہوتی ہے۔ اسکی نسبت یہ کہا جاسکتے ہے کہ یہ بات اردو کی ان خصوصیات میں ہے جو ناقابلِ اصلاح ہیں۔ ہر کسفِ تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ ایک رکاوٹ ہے جہاں یہ پہلے ہی قدم پر لڑکھڑایا جائے۔ اگر کسی نے کسی طریقے کے تحت سمجھا جائے تو ایسی بڑی رکاوٹ نہیں مہیا کہ بادی النظر میں معلوم ہوتی ہے۔

دوسری رکاوٹ جو بچہ کی تعلیم میں سنگ راہ بنتی ہے وہ حروف تہجی کے اسماء و اصوات کی باہمی پیمائشیں ہیں۔ آپ ہندوستان کی قریب کسی زبان کو لے لیجئے اس کے حروف تہجی کے قریب قریب وہی نام ہوئے جو ان کی آوازیں ہیں یعنی اسماء و اصوات متفاوت نہیں لیکن برعکس اس کے اردو زبان میں حرف کا نام زمین ہے تو آواز آسمان ہے۔ (الف ح (جیم) د (ڈال) ڈ (ڈال) ذ (ذال) س (سین) ش (شین) ص (صاد) ض (ضاد) ط (طوئے) ظ (ظوئے) ع (عین) غ (غین) ک (کاف) ق (قاف) گ (گات) ل (لام) م (میم) ن (نون) و (واو) وغیرہ حروف کی مستعملہ اصوات و اسماء پر ذرا غور کریں تو دونوں میں بعد از تفریق یہ معلوم ہو گا کہ ہم بچہ کو حرف کا نام کچھ بتاتے ہیں اور اس کی آواز کچھ بتاتے ہیں۔ معاملہ اگر ایسیں ختم ہو جاتا تو بھی چند ادا انصاف کی بات نہ تھی کیونکہ ایک حرف کا معاملہ تھا لیکن مصیبت و مصیبت تو ہے کہ جوں جوں بچہ آگے قدم رکھتا ہے، بھاری سے بخاری پتھر اس کے سامنے رکھ کر اس پر چالے مصعوم کی نازک کمر مت کو ناحق توڑا جاتا ہے مثلاً ہم لفظ (کج) ک (کاف) ا (او) ج (جیم) ملا کر پڑھا رہے ہیں اور بلا سمجھائے بچوں سے تقاضا کرتے ہیں کہ ترکیب لفظی میں محض ک ک ا (او) ج آواز نکالو۔ حالانکہ کاف اور جیم میں علاوہ حروف حرکت کی آوازیں کے کہ (کھ) ت (ٹھ) ج (جھ) اور م (مھ) چا مستقل آوازیں شامل ہیں۔ اب بتائیے بچہ کو کیا معلوم کہ ان میں کونسی آوازیں ہونے وقت چھوڑنی ہیں اور کونسی آواز کرنی ہیں اور کیوں؟ لیکن ہم اسی پرس نہیں کرتے لفظ "کج" کی بجائے وقت اس پر آخر کوئی اعراب بھی لکھیں گے۔ مثلاً کاف۔ جیم۔ زبر۔ کج۔ سوچئے کہ بچے سے لفظ زبر کھانا ہماری زبر بستی نہیں تو اور کیا ہے؟ ہماری سمجھ میں تو یہ بات آتی نہیں کہ حروف اور اعراب کے نام تو بچہ کو کھلائے جائیں اور ان سے مراد کچھ اور ہی لی جائے، جلی، لڑا

کوالیف جامعہ

۸ مارچ ۱۹۳۲ء کو عالیجناب نواب اکبر یار جنگ صاحب، ہوم مینسٹری ریاست حیدرآباد، شیخ ایچامہ صاحب کے یہاں تشریف لائے اور شام کا کھانا تناول فرمایا۔ اس سلسلہ میں آپ نے جامعہ کی دو تربیت گاہوں پر خاکسار منزل اور بشیر منزل کا معائنہ بھی فرمایا۔ آپ ہر دو اوقات گاہوں پر کی صفائی، سہرائی، خوش بلیٹی اور حسن انتظام سے بہت خوش ہوئے اور لوگوں کے کھانے پینے اور رہنے سنے کے طریقے اور انتظام کو بہت پسند فرمایا۔ اور تاریخ کو آپ جامعہ تشریف لائے اور کتب خانہ اور بعض دوسرے شعبوں کا معائنہ فرمایا۔

آپ شیخ ایچامہ صاحب کے عزیز ہوتے ہیں۔ دولت آصفیہ حیدرآباد کی طرف سے جو عطیہ جامعہ کو ابھی منظور ہوا ہے، اسکی منظوری میں آپ کی کوششوں کو بہت دخل ہے۔

تحریک ستارگہ کے سلسلہ میں آج کل ملک میں جو گرفتاریاں ہو رہی ہیں، ان میں دو اشخاص ہماری جامعہ سے تعلق رکھنے والے بھی ہیں۔ ان میں ایک سیّدہ جنالالہ بی بی حاج اور دوسرے دیویداس جی گاندھی ہیں۔ ہم دونوں صاحبان کی خدمت میں اپنی دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اول الذکر صاحب "انجمن مسلمین کے خازن تھے جنہوں نے انہی اختیارات اپنے جانے کے بعد اپنے دل کو منتقل کر دئے ہیں۔ ثانی الذکر صاحب ہاتما گاندھی جی کے صاحبزادے ہیں اور جامعہ میں چرچہ اور مہدی کی تعلیم دیتے تھے تاکہ ان کو پچھلے بدلے بعد دوسرا انتقام ہو گیا ہے۔

جناب مولوی مسعود علی صاحب ندوی جو انجمن تعلیمی کے معاون رکن بھی ہیں، اور خراج میں جامعہ تشریف لائے تھے اور جناب شیخ ایچامہ کے کہنا ہے آپ کوئی ایک مہینہ تک جامعہ میں مقیم رہے اور اس عرصہ میں آپ نے جامعہ کیلئے زمین کے انتحاب کے سلسلہ میں بہت کوشش فرمائی آپ کی توجہ سے یہ مسئلہ جو کچھ دب سگیا تھا، اب سرور ہوا ہے۔

آیا باوصف ان تمام باتوں کے اس روشنی اور نئی کے زمانہ میں بھی اکثریت ان اصحاب کی جہی جو اس قسم کی کوئی تبدیلی کرنا نہ کریں گے لیکن ان اصحاب سے میری دست سب یہ گزارش ہے کہ تعلیم کے معاملہ کو معمولی نہ سمجھیں آئندہ نسل کی دوست درمیت کا سوال تعلیم کے حصول میں مضمر ہے۔ قدیم زمانہ میں مسلم سے محرم رکھ کر بہت سی نہیں تباہ و بربادی کا چل چلی ہیں۔ بعض طباع، ذہین اور خوش قسمت بچے ان دشوار گزار تعلیمی گھاٹیوں کو عبور کریں کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ تعلیم یافتہ لوگ خال خال ہوا کرتے تھے مگر موجودہ زمانہ اس کا تحمل نہیں ہو سکتا۔ بالکل بچہ بچہ کے لئے ایک حد تک تعلیم حاصل کرنا لازمی ہے لہذا ہر ایک نا جائز کاٹ کا ان کے تعلیمی راستہ سے دور کرنا، ہر ایک محبت قوم کے اہم ترین فرامین میں سے ہے، بس میں فی زمانہ بے اعتنائی گناہ کبیرہ سے کہیں نہیں۔ ہماری تعلیمی سبستی میں ہمارے اساتذہ کی سستی و غفلت بھی ایک حد تک فاسد میں جنہوں نے نہ خود اس طرف توجہ کی اور نہ کسی دوسرے کی توجہ اس طرف منعطف کرائی۔ معاف فرمائیں اگر میں یہ کہوں کہ بچوں کے پیچھے اور اپنی عقل کے بچھو ہمیشہ ڈنڈا لے ہی پھرتے رہے۔ لیکن نظریات سے دیکھا جائے تو ان بچاروں کا بھی چہرہ ان تصور نہیں۔ ایسے اہم کام کے لئے برائے نام معاذ پر کام کرنا ہی لوگوں کا دل گردہ ہے۔ کمال! دھیر کر ہی سہی آخر کچھ تباہی دیتے ہیں ایسی حالت میں ان اساتذہ سے اس سے زیادہ توقع رکھنا ہماری زیادتی ہے۔ لیکن اب تنظیم اور عقدہ کشائی تعلیم پر واجب ہے کہ بچوں کی تعلیم پر ایسے اساتذہ کو کام مامور کئے جائیں جو کافی تنخواہ دار ہوں، بینک چین ہوں، علم انفس کے پورے پورے ماہر ہوں، بچوں کی ذہنیت کو فروغ فراخ و خوب سمجھ سکتے ہوں، درمجم ہوں یعنی والدین کی طرح محبت اور شفقت رکھنے والے ہوں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تعلیم کے دلدار ہوں اور اشاعت تعلیم کے جذبہ سے ان کے قلوب معمور ہوں۔ جب تک یہ نہ ہوگا کہ کسی قسم کی کوئی اصلاح یا کوشش کا حق کارگر نہ ہوگی۔ بایں تعلیمی انقلاب رد و ناہوگا اور یہ سب دیاں ہو کر رہیں گی اور میں آج نہ سہی کل اس لئے مسلمین کو حرم کرنا ہوگا۔ آئندہ کی اشاعت میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی جائیگی کہ اردو قاعدہ کی نئی ترتیب میں کن باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ ایک قاعدہ بھی طریق جدید پر انقلابی قاعدہ کے نام سے مرتب کیا گیا ہے جس میں بلا حروف و اعراب کا نام لے لے اور بلا لے اور پی کے تعلیم دینے کا احرام ٹوڑ دیا گیا ہے۔ اب ہر علم صاحب، سائنس، کوشش کر مین، ملگوں کا فیادار، تعلیم کمال میں فی

مذہب

رمضان اور اسکے روزے

گزشتہ ماہ رمضان میں ایک مضمون عنوان بالا سے جناب مولوی خلیل احمد صاحب
کا شائع ہوا تھا جس میں ماہ رمضان اور اسکے روزوں کا تعلق بتایا گیا تھا۔ اسی کو نظر
دیکھ کر اہم مسلم فرما صاحب نے بھی ایک مضمون لکھا ہے جس میں رمضان اور اس کے
روزوں میں یہ تعلق دکھائی ہے۔ مضمون اپنی دوسری طرفوں کے لحاظ سے بھی
مفید ہے اس لئے ہم اسے پورے شائع کرتے ہیں۔

لفظ رمضان سے روزوں کا تعلق کچھ نہیں ہے۔ زمینوں کے عربی نام
رکتے وقت موسم کے لحاظ سے ایک کا نام رمضان بھی رکھا گیا۔ غارتگری میں سال کا آب
پر کام الہی کا نزول جب شروع ہوا تو وہ زمانہ آخر ماہ رمضان کا تھا۔ روزے اس
وقت تک فرض نہیں ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو جب یہ عبادت اپنے مسلم بندوں پر
فرض کرنا منظور ہوئی تو اس نے اس کے لئے رمضان مبارک کے دن پتہ فرمائے
چینا اس لئے کہ اس کا ایک امتیازی غلغٹ اسی کی مرضی سے حاصل ہو چکی تھی۔
”انزل فیہ القرآن“ روزہ کی فرضیت سنہ ۱۰ میں نازل ہوئی جب کہ
دوں میں توحید پوری طبع رائج ہو چکی تھی، نازکی عادت پڑ گئی تھی، قرآن اور
احکام قرآن سے اس پیدا ہوا تھا اور مسلمان راہ خدا میں بیوک پیاس کی تکلیف
کے لئے تیار ہو چکے تھے۔ یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام
لما کتب علی الذین من قبکم..... فمن کان منکم مریضا
ادعی مرضاً فعدہ من ایام اخر و علی الذین یطیقونہ
فدنیہ طعام مسکین..... شہرم رمضان للذی
انزل فیہ القرآن ھدی للناس و بینات من الھدی
والفرقان فمن شهد منکم الشھ فلیصمه و من کان
مریضاً..... میرید اللہ بکم الیسر ولا یعید بکم
العسر۔ بخاری میں ایک روایت ابن عمر سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اور دوسری ابن عباس سے اس کے منوع نہ ہونے بلکہ بہت بڑی ہو گئی
کے متعلق ہو چکی ہے۔

اختلاف کی اصل وجہ مرت ہے کہ جو جڑگ اس آیت کو دوسری کے ساتھ

تطبیق نہیں دے سکے انہوں نے اسے منوع سمجھا اور شکار و کھیل و طبع و گوشت
انہوں نے غیر منوع سمجھا۔ دراصل قرآن مجید میں کوئی آیت منوع نہیں صاحب
قرآن نے کسی ایک آیت کی بابت بھی ایسا نہیں فرمایا پس جس نے قرآن کی
آیات بتائی اور لکھوائی ہیں جب اس نے کسی آیت کی تفسیر میں فحاشی تو کوئی
آیت منوع نہیں ہو سکتی۔ یہ لوگوں کی اپنی رائیں ہیں اور اسکی وجہ وہی ہے جو
اوپر لکھی گئی۔ منوع کسی جانور کی آیت میں پانچوں پانچ تک فرق و اختلاف ہے
علامہ سیوطی اکیس کو منوع کہتے ہیں۔ علامہ ذی اللہ عرف پانچ کو۔ جس جب
کئی سو سے اکیس اور اکیس سے پانچ ہو سکتی ہیں تو پانچ سے ایک بھی نہ رہنا
زیادہ آسان و صحیح ہو سکتا ہے۔

یطیقونہ کی تفسیر کا اسی طرف تانا زیادہ صحیح ہے جسکا ذکر پہلے ہو چکا
ہے۔ طاقت اس مقدار کا نام ہے جس میں سخت مشقت کی ضرورت ہو لیتا
الذین یطیقونہ کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ سخت مشقت سے روزہ
رکھ سکتے ہوں۔ اس کی دوسری قرائت بھی اسی معنی کی تائید کر رہی ہے
پس صاف اور جامع نثر و حفظ قرآنی کا یہ ہے کہ چار دس افراد کو روزے
رکھ لیا کریں لیکن جن لوگوں کو اس میں بھی مشقت پڑے وہ فدیہ دے دیا کریں
اسی لئے حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں بھی اس حکم میں رہ گئی ہیں۔
جب کہ امام احمد اور اصحاب السنن نے روایت کیا ہے۔ نیز اسی جماعت میں
مکروہ روئے، اور صدایا رجمی داخل ہیں۔ ہمیشہ سفر کی رخصت میں دیکھو
اور وہ حود و شکار پر مشتمل رخصت کا ہے بلاشبہ اسی گروہ میں داخل ہونے
آیت مقدس کا مفہوم اسکا مکمل ہے۔ یہ دقیقہ وہ ماہ صیام بھر اپنے کام کو بہت
ترک نہ کر سکتے ہوں پس رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت دو قسم کے
لوگوں کو ہے ایک معمولی زمین و سفر جو بعد کو نقصا کریں گے دوسرے وہ
جنگلے روزہ دشوار ہے اور اس لئے وہ فدیہ دیں گے۔

سفر میں فدیہ رسالت میں معمول تھا کہ جنگل یا ویاں روزہ رکھتا جو
چاہتا نہ رکھتا پانچ جماعت میں دونوں قسم کے لوگ رہا کرتے تھے اور کوئی

جامعہ میں قومی ہفتہ کا آخری دن

سچی خدمت اور مساوات کی عملی مثال

جامعہ میں ۱۲ اپریل سے یکم اپریل تک ”قومی ہفتہ“ ایک خاص نوعیت سے منایا جاتا ہے۔ اب تک یہ مناجارہا ہے کہ ہفتہ کے آخری دن یعنی ۱۳ اپریل کو چھٹی ہوتی تھی اور تمام طلباء اور اساتذہ ملکر اس دن چھوٹے بڑے جتنے کام ہوتے تھے وہ سب خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ بھنگی، بھشتی، اداچی اور تمام دوسرے ملازمین کو باطل چھٹی دہا کرتی تھی۔ دو پر تک یہ سب کچھ کر کے فارغ ہونے کے بعد کھانا ہوتا تھا جس میں وہ تمام ملازمین بھی نہادھو کر ساتھ کھلنے میں شریک ہوتے تھے اور اس طرح اہل جامعہ آپس کی حقیقی مساوات اور سچی محبت کا ایک عملی ثبوت پیش کرتے تھے۔ شام کو ایک بلکہ ہوتا تھا جس میں اس ہفتہ کے واقعات اور ان کی اہمیت کو بتایا جاتا تھا۔

لیکن اس سال تھوڑی سی ترسہ مٹی ہے اور ایک قدم آگے بڑھایا گیا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ ایسا کرنے کے لئے صرف ایک دن کافی نہیں ہے بلکہ ممکن ہو سکے تو اس کا سلسلہ پورے سال بھر جاری رکھنا چاہئے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے جامعہ والوں نے دو کام اپنے ذمہ لئے ہیں، ایک تو پورے قریب باغ میں صفائی و صحت کا انتظام دوسرے بیکار لوگوں کو تھوڑا بہت کام ہم سپونجنا۔

طلبہ کی محنت اور جانفشانی

ہر حال ۱۲ اپریل کو تمام دارالافتاحوں میں صبح ہی سے لڑکوں نے تمام کالوں کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ان میں سب سے اہم کام صفائی کا تھا۔ ہر ہر دارالافتاح میں ہر کام کے لئے مختلف ٹولیاں، ٹنگیں، ایک لے تالیوں اور پاخانے کی صفائی کا کام اپنے ذمہ لیا، ایک لے کمروں میں جھاڑو دینے کا، ایک لے گواڑوں اور ٹینوں کے صاف کرنے کا، ایک لے دارالافتاحوں کے باہر تالوں اور راستوں کی دھتکی کا۔ غرض اس طرح کوئی ۱۲ بجے تک ہر ایک دارالافتاح اور مرکزی کوشیاں تینوں کی طرح چلنے لگ گئیں۔ روتے، ٹھک کر اگرچہ جوڑہ جوڑے گئے

تھے لیکن نورانی نہادھو کر گلشن منزل میں جمع ہوئے، جہاں دن کا کھانا ایک ساتھ ہونے کو تھا۔ اس کھانے کی خاص خصوصیت یہ تھی کہ اس کی تیاری میں سب طلبہ کا بہت حصہ شامل تھا اور سب بڑی بات یہ کہ کھانے میں تمام ملازمین بھنگی، بھشتی، خدمت گار اور چاچی سب شامل تھے۔ نیز اساتذہ بھی مدعو تھے۔ اور ایک نوادار کے لئے یہ دیکھ کر سخت تعجب ہو گا کہ اساتذہ کی صف میں بائیس طلبہ کی صف میں ملازمین اور خدمت گار بھی نظر آتے ہیں اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ کم از کم ایک دن تو ہم اور وہ دونوں یہ محسوس کر سکیں کہ جیتا انسان ہم سب برابر ہیں اور جامعہ کی اچھی معنی سی برادری میں اوچھڑچڑ اور ادنیٰ ادنیٰ کا کوئی پیداہی فرق نہیں۔

کھانے کے بعد جلسہ ہونے کو تھا لیکن اس میں تاخیر ہ جانے کی وجہ سے جلسہ شام کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔ چنانچہ بعد مغرب جناب شیخ الجامعہ کی صدارت میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں دو ایک پرورد گلیں بیٹھے جاتے کے بعد چند تقریریں ہوئیں۔ ان تقریروں میں شفیق الرحمن صاحب قدوائی کی تقریر قابل ذکر ہے جس میں آپ نے جامعہ سے ملیدہ ہوئے اور تحریک ستر گز میں شریک ہونے کا اعلان کیا، اسکے بعد مولوی سید انصاری صاحب نے تقریر کی جس میں آپ نے اپنی بعض مجبوریوں کا ذکر کر کے یہ ارادہ ظاہر فرمایا کہ اگر جناب شیخ الجامعہ نے اجازت دی تو میں بھی اپنے اس فرض کی ادائیگی میں پیچھے نہ رہوں گا۔ عبدالکریم خان صاحب نائب صدر انجمن اتحاد نے قرآن کی آیت ”لَیْسَ الْبِرُّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْہَکُمْ لِلْمَدِیْنَةِ“ پڑھ کر کام کی اہمیت پر زور دیا۔ اس کے بعد سب نے انجمن میں جناب صدر نے اس قومی ہفتہ کی اہمیت بتاتے ہوئے بعض تقریروں پر اپنے قیمتی خیالات کا اظہار فرمایا جو تقریر آپ کے الفاظ میں ذیل میں درج کی جاتی ہے:-

جناب شیخ الجامعہ کی تقریر

”میں آج آپ لوگوں کے سامنے کوئی بڑی تقریر کرنا نہیں چاہتا۔ آپ سب جانتے ہیں کہ یہ ہفتہ جسکی یاد دہانہ سندھوستان میں منائی جاتی ہے اس کو شش کے آغاز کی یادگار ہے جو سندھو سندھوستانوں اور سب سندھوستانوں نے ملکر اپنے ملک کی

کروروں انسان دنیا سے بلا ایک مرتبہ بھی پیٹ بھر کھا کھائے چلے جاتے ہیں اور کوئی نہیں چوان کے افلاس اور انجی جری بیکاری میں ان کو سہارا دے وہاں سچی خدمت کے مواقع کی کیا کمی ہے؟

”جامعہ میں ایک جس طرح کوئی ہفتہ منایا جاتا تھا اس میں اس کی خوش پیش پیش تھی کہ سب کام کرنے والوں کو مسادات کا سبق دیا جائے لیکن سال میں ایک مرتبہ ایسا کر لینے سے ہم بس اپنے نفس کو دھوکہ دے کر بچتے تھے۔ اسلئے مجھے پڑی خوشی ہوئی جب طلبہ کے نمائندہ عبدالکریم خاں صاحب نے مجھے اس طرف توجہ دلائی کہ ایسا کرنا بیکار رہے اور دکھاوا۔ میں نے اپنی فطری کوتاہی کو اور بعض اساتذہ کے مشورہ سے اس سال کے لئے میں نے یہ تجویز کیا کہ ہم آج سے قربانِ باغ کے لئے دو کام شروع کریں۔ قربانِ باغ میں صفائی اور اس کے باشندوں کو اصولِ صحت سے آگاہ کرنا اور یہاں کے مفلس اور نادار لوگوں کے لئے بیکاری میں کام فراہم کرنا۔

”یہ کام آپ آج شروع کئے ہیں اور صبح سے جس طرح آپ نے ان میں انہماک کا ثبوت دیا ہے اس پر میں آپ سب کو مبارکباد دیتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ پورے سال بھر ان کاموں کو جاری رکھیں گے۔ اساتذہ اور طلبہ میں سے جو لوگ اس میں شرکت کرنا چاہیں وہ براہِ دم مجھے ایک ہفتہ کے اندر نامدِ مجلس کریں کہ وہ ان کاموں کے لئے مہینہ میں کتنے گھنٹے وقف کر سکیں گے۔

جامعہ کا نصب العین

”اس کے بعد میں شفیق صاحب کی تقریر کے متعلق چند جملے کہنا چاہتا ہوں خوش نصیباً نے ابھی ابھی جو اعلان کیا کہ وہ جامعہ سے الگ ہو کر سیاسی کام میں وقت صرف کریں گے وہ تھوڑا سا قبل از وقت ہے۔ اسلئے کہ جامعہ نے ابھی انہیں الگ ٹھونے کی اجازت نہیں دی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ اجازت بلحاظِ ایگزیکیوٹوین صاحب جس کام کو اپنا فرض سمجھ کر کرنا چاہتے ہیں اس ضرورت کو سکھیں گے۔ اس بارہ میں میں پہلے بھی کہ چکا ہوں اور اس وقت پھر وضاحت کتنا ہول کہ جامعہ تعلیم گاہ ہے اور تعلیم گاہ ہی رہے گی۔

اس نے اپنے ذمہ جو تعمیری کام لیا ہے اس کو کیسویں اور انہماک سے انجام دینا ہمارا فرض ہے۔ اور یہ فرض ادا کیا جائے گا لیکن جامعہ کے جو لوگ اپنے عقیدہ اور یقین کی بنا پر یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں اس سیاسی جنگ میں جو آج ملک میں پا رہے ہیں حصہ لینا چاہئے وہ جامعہ سے الگ ہو کر اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔ بلکہ

آزادی کے لئے آج سے دس سال پہلے شروع کی تھی اور سچی اول منزل یہ تھی کہ ان سب کا خون بلا امتیاز مذہب مل کر کلیاں لالہ باغ میں بہا تھا۔ ہم اس تاریخی واقعہ کی یاد کو تازہ رکھنے میں لیکن اس کی مختلف طریقوں سے تازہ نگاہی جاسکتی ہے۔ بطرح بھی یہ واقعہ یاد رہ سکتا ہے کہ ہم اپنے دونوں میں انگریزی قوم کی طرف سے نفرت و انتقام کے جذبات کی پرورش کریں اور ان ہی جذبات کو دوسری نسلوں تک منتقل کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ طریقہ ہم سب کے لئے بہت مضر ہے۔ نفرت کی زمین میں نیکی کا بودا کھلا جاتا ہے اور غمخوار انتقام کی ہوا خدمت کے پھولوں کو مسموم کر دیتی ہے۔ نفرت تخریب ہے، محبت تعمیر۔ اسلئے جامعہ جو تعمیری کام کو اپنی خصوصی حیثیت بنانا چاہتی ہے نفرت کی پرورش نہیں کر سکتی۔

”اس مہنت کی یاد اس طرح بھی سنائی جاسکتی اور بڑے وسیع پیمانہ پر سنائی جاتی بھی ہے کہ نوجوانوں کے سامنے ملک کی حالت بیان کر کے ان میں حکومت کی ذلت کا احساس پیدا کیا جائے اور اس سے نجات پانے کے لئے سعی و کوشش برپا کیا جائے۔ یہ کام تقریروں اور تحریروں سے لیا جاتا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے لئے یہ بھی کافی نہیں۔ ہم تقریروں سے جذبات کو برائے غصہ کر سکتے ہیں، وقتی نتائج حاصل کر سکتے ہیں، لیکن ہمارے لئے یہ کب کافی ہو گا کہ ہم ایک دفعہ جوش میں آکر اپنی آزادی تک حاصل کریں۔ آزادی کو حاصل کرنا مشکل ہے لیکن اسے قائم رکھنا مشکل تر۔ یہ بھی یاد رکھو کہ آزادی اس کو ملتی ہے اور اسی مذہک ملتی ہے جس مذہک کوئی شخص یا جماعت اسے قائم رکھنے کی اہل ہو۔ آزادی ایک مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہ روزِ حاصل کرنے کی چیز ہے۔ اور اس کے لئے وقتی جوش یا جذبہ کارگر نہیں ہوتا بلکہ مستقل عادتوں کی ضرورت ہے یعنی اچھی سیرت کی۔ اور اچھی عادتیں مشق سے پیدا ہوتی ہیں۔

سچی خدمت کیا ہے؟

”میری آرزو ہے کہ اس قومی مہنت کی یاد ہم اس طرح سناؤں کہ اپنے اندر اپنی قوم اور اپنے ملک کی سچی خدمت کے جذبہ کو وقتی اور عارضی اہال میں ضائع نہ کرو بلکہ اسے ایک مستقل عادت کے طور پر اپنی سیرت میں محنت و مشقت سے اس طرح راسخ کرو کہ وہ تمہاری فطرتِ ثانیہ بن جائے۔ جس ملک میں ہزاروں نہیں لاکھوں لاکھوں نہیں کروڑوں انسان یادوں میں پھردور کھی کی طرح مر جائے ہیں اور کوئی نہیں جو انہیں صفائی اور حفظانِ صحت کے اصول سکھائے اور جس ملک میں

بقیہ مضمون صفحہ (۶)

کسی پر معترض نہیں ہوتا تھا، لیکن دشمن کے مقابلہ پر یعنی جنگ کی حالت میں روزہ نہ رکھنے کا حتمی حکم دیدیتے تھے۔ جبکی خوبی و ضرورت ظاہر ہے۔

شہر رمضان والی آیت میں اس کے دوہرائے نہ جانیے اس کو فرعون سمجھا صحیح استدلال نہیں۔ یہ فرض ایک رخصت ہے۔ اس کو دوبارہ بیان کے جائزگی بالکل ضرورت نہ تھی۔ فمن شهد منكم الشهر فليصمه ان الفاظ کی رو سے وہ مقامات خارج ہو جاتے ہیں جہاں میت لپے دنوں کی وجہ سے بارہ مہینوں کی قیام نہیں ہوتی نہ ہلال کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ نیز اسی آیت سے ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ہم ماہ رمضان کے روزے رکھیں بیمار وغیرہ کے بعد کو گنتی پوری کر لیں تاکہ اس لئے دوہرا دیا گیا ہے کہ رمضان کی خاص برکات کے ذکر کی وجہ سے لوگ شدید تکلیف اٹھاتے ہوئے روزہ رکھنا اچھا سمجھ لیں۔ اگلی آیت میں ہدیکم اللہ..... سے اللہ تعالیٰ اپنے اس نشانہ کو واضح کر دیتا ہے۔ مریضوں وغیرہ کے لئے اس رخصت سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے۔ روزہ سے مقصود صحت جسمانی کی بھی بڑی درستی پس جہاں تیمم اس کے برعکس ہو نیکاح احتل ہو، اس شخص کے لئے روزہ پر اصرار کرے میں کوئی خوبی و ثواب نہیں۔ عقل اور ہمارا عقل والا مذہب دونوں ایسے شخص کو قضاے صیام کی رخصت بلکہ حکم دیتے ہیں۔

(ماخوذ از بیان القرآن و ترجمہ زاد المعاد)

تصحیح

پیام تعلیم مورخہ مہر ماہ ۱۳۸۷ھ میں ایک مضمون "بحری تار برقی کے عنوان" شائع ہوا تھا اس کے مضمون نگار صاحب کا نام غلطی سے "عبدلطیف دادا بھائی" چھپ گیا ہے۔ پورا اور صحیح نام "داؤد عبداللطیف دادا بھائی" ہے۔ ناظرین تصحیح فرمائیں۔

(اڈیٹر)

خود شفیق صاحب نے اس دیانت کی وجہ سے جو اپنی خصوصیت ہے یہی راہ تجویز کی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ وہ جامعہ کے تعلیمی کام اور ملک کے سیاسی کام کو سائنسدانہ ایک وقت میں انجام نہیں دے سکتے۔ اس لئے انہوں نے جامعہ سے الگ ہو کر اس کام کو کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ مجھے یقین ہے اور ہر شخص جو شفیق صاحب کو جانتا ہے اسے یقین ہوگا کہ شفیق صاحب جو کچھ کرینگے سچائی، خلوص، انیک یعنی کے ساتھ کرینگے اور اپنے عمل سے اپنی مارعلی کے نام اور اپنی شہرت کو جہاں چاند لگائیں گے۔ مجھے جامعہ کے سب طلبہ سے یہی توقع ہے کہ وہ زندگی کے کسی شعبہ میں نوبل ایسٹ کی کسی ٹولی سے انکا تعلق ہو وہ اپنی قوم اور ملت کے مفاد کو اپنی شخصی شہرت اور منفعت پر ترجیح دینگے اور جامعہ کی تعلیم کا اچھا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کریں گے۔ اگر جامعہ کا کوئی طالب علم کل "اؤٹ کال" کا نفرین میں حکومت سے سمجھوتہ کی گفتگو کرتے جاتے تو اس پر اس کی نیت کی باکی اس کی بے نفی اور خلوص پر سب کو ایسا ہی اعتماد ہو جتنا شفیق صاحب کے ایثار اور خود غرضی و مشائے جذبہ قربانی پر ہے۔ میں آخر میں شفیق صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں کہ وہ اپنے یقین اور عقیدہ کا احترام عمل سے کرتے ہیں اور انہیں اپنے آرام و آسائش تک کا خیال نہیں کرتے۔ خدا انہیں ایسے مقاصد میں کامیاب کرے۔

اس کے بعد جلد ہی تم ہوا اور لوگ اپنے اپنے دارالافتاؤں کو چلے گئے۔

بقیہ مضمون صفحہ (۱۰)

پرکھا ہوا تھا۔

"انگلینڈ" امید کرتا ہے کہ ہر شخص اپنی ذمہ داری کو پورا کرے گا اس طرح اس نے اپنے ساتھیوں میں محبت اور جوش و خروش پیدا کر دیا۔ مقابلہ بہت زبردست ہوا لیکن نے پوری طاقت صرف کر دی۔ اٹانے جنگ میں بد قسمتی سے ایک گولی اس کے آگ لگی اور وہ خطرناک طریقہ پر زخمی ہو گیا لیکن اس کی روح نے ۱۸۸۵ء میں قفسِ عنصری سے اسی وقت پرواز کیا جبکہ اس نے اپنی فوج کو کامیاب دیکھ لیا اس کے آخری الفاظ یہ تھے۔

"خدا کا شکر ہے کہ میں نے اپنا فرض پورا کیا"

مددِ صاحبِ مکتبہ ثانی سوم (جامعہ)

سیاح

نیلین

بارہ سال کی عمر میں وہ اپنی دادی کی اجازت سے ایک جاز پر ملازم ہو گیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں وہ ایک جوشیلا ملاح ہو گیا حتیٰ کہ رفتہ رفتہ ترقی کرتے کرتے وہ ایک دن بحری بیڑہ کا کپٹن بنا دیا گیا۔ اسے فرانسیسیوں کے مقابلہ میں متعدد بار جنگ کرنی پڑی اور ہر دفعہ اسے شاندار کامیابی ہوئی، انہیں لڑائیوں میں اسکی ایک آنکھ اور ایک ہاتھ بھی ضائع ہو گیا لیکن ان جسمانی نقصانات کی وجہ سے اس کے عزم و استقلال میں ہرگز فرق نہ آیا بلکہ اس نے اس وقت جا کر دم لیا جب دشمن کو شکست ہو گئی۔

فرانسیسیوں کے علاوہ ایک دفعہ اسے اہل ڈنمارک کے مقابلہ بھی کرنا پڑا اس وقت بھی وہ ایک بیڑہ کا کپٹن تھا۔ اس وقت موقع کچھ ایسا آٹا تھا کہ انگریزی امیر البحر دشمن کے مقابلہ کرنا ہلاکت کے مترادف سمجھا جاتا تھا۔ اس نے فوراً نیلین اور دوسرے سرداروں کے پاس جا کر لڑائی بند کرنا حکم دیدیا لیکن نیلین نے اس حکم کا کچھ خیال نہ کیا اس کے دوسرے ساتھیوں نے بھی اسے روکا مگر وہ پھر بھی نہ رکا اس لئے کہ اس نے اپنے دشمن کی طاقت کا اندازہ اچھی طرح کر لیا تھا۔ اس نے کہا میں اسی وقت لڑائی بند کروں گا جبکہ اپنے ملک و قوم کے جھنڈے کو بیاں لہراؤں گا۔ لڑائی چلتی چلتی تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے میدان سر کر لیا۔ اور اہل ڈنمارک کو زبردست شکست ہوئی۔ انگلستان کا بادشاہ نیلین کے اس کارنامہ سے بہت خوش ہوا اور اسے لارڈ کا خطاب دیا گیا۔ اسکی زندگی کا آخری کارنامہ میں اس نے اپنی جان تک ملک و قوم پر نشانہ کر دی۔ زریں حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔

فرانس اور اسپین دونوں نے مل کر انگلستان پر حملہ کیا تھا۔ یہ انگلستان کے لئے بہت نازک موقع تھا۔ نیلین مقابلہ کے لئے بھیجا گیا۔ اس نے صحیح اپنی اور دشمن کی فوج کا بغور موازنہ کیا تو اسے اچھی طرح اندازہ ہو گیا کہ اس مرتبہ دشمن بہت قوی ہے لیکن وہ بھی خوب جھٹھکتا تھا کہ دشمنوں کو پیٹھ دکھائے اور بے غیری کی زندگی گزارے سے بہتر ہے کہ میدان جنگ میں جان دی جائے اس لئے اپنے جہازوں پر بہت سے جھنڈے نصب کرائے ان جھنڈوں

نیلین انگریزی تاریخ کی ایک بہت نمایاں شخصیت ہے اس نے اپنے ملک و قوم کی خاطر ایسے کارنامے نمایاں انجام دیے ہیں کہ انگریزی قوم کو اس پر با طور پر فخر و ناز ہو سکتا ہے وہ مشرق وسطیٰ میں پیدا ہوا اس وقت انگلستان کے سب سے طاقتور بادشاہ چارلس دوم کے انتقال کو، سال گذر چکے تھے۔ انگریزی قوم کو اس وقت بہت سی مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا تھا سب سے بڑی پریشانی فرانس کی دشمنی تھی وہ انگریزوں کا جہت سے مقابلہ کا دشمن تھا اس زمانہ میں انگلستان اور فرانس کی کامیابی کا دار و مدار بحری بیڑے پر تھا۔ اس لئے انگلستان خصوصاً اپنے بحری بیڑہ کو مضبوط تر بنانے کی فکر میں تھا۔ ملک کو ایسے جہازرانوں کی اشد ضرورت تھی جو کامیابی کے ساتھ دشمن کی مدافعت کر سکیں نیلین نے اس ضرورت کو پورا کیا اور اس کامیابی، جوش اور شجاعت کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے کر دشمن کے دانت کٹے ہوئے۔

نیلین ہمیں میں بہت کمزور اور بے تحاش تھا اسکی جہانی ساخت کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ اتنا بڑا آدمی ہو نہ لاسے۔ مگر اسکی طبیعت کی چند خصوصیتیں ابتداء سے عربی سے بہت نمایاں تھیں یعنی وہ بہت متعل مزاج اور بہت تھا۔ میان چین کا ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے جس سے اسکی بہت اور بے خونی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اسکی تربیت اسکی دادی کے ذمہ تھی جو نہایت محبت و شفقت کے ساتھ اسکی پرورش کرتی تھی ایک مرتبہ وہ تہامکان سے نکل گیا اور دیر تک واپس نہ آیا۔ اسکی دادی کو اس سے پریشانی ہوئی اور ایک ملازم اسکی تلاش میں بھیجا۔ جب نوکر اسے تلاش کر کے گھر لے آیا تو دادی نے اس سے دریافت کیا کہ تم کہاں چلے گئے تھے۔ لیکن اس نے کچھ جواب دینے کے بجائے سر جھکا دیا۔ دادی نے دوبارہ پوچھا کہ کہاں تم کہیں دو گئے تھے جو گھر تک آنکی بہت نہ ہوئی۔ نیلین نے نہایت جلدی اور عجب کے ساتھ جواب دیا، ڈر! ڈر! میں نے کبھی نہیں دیکھا یہ کیا چیز ہوتی ہے؟ اس نے بالکل سچ کہا تھا کیونکہ اس چیز سے اسے اپنی زندگی میں کبھی ساتھ نہیں ملا تھا۔

یہ بھی گیا اور وہ بھی گیا

رکھ لیجئے۔ مجھ کو سوائے آپ کے کسی براعتما نہیں۔ مگر سادھو نے مالکے دانے ہلاتے ہوئے کہا "تم کسی کے مال کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ مگر عورت کا جب بیت اصرار دیکھا تو بابا جی ایک کونے کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے "اگر تم چاہتی ہو تو اس کونے میں اپنے زیور کاڑ دو" اتنے میں برہمن کی سواری بھی آپہنچی۔ ان کو دیکھتے ہی بابا جی سمجھ گئے کہ اگر اس نے اپنے مال کے متعلق کچھ کہنا تو یہ عورت اپنا زیور میرے پاس نہیں لے سکی اور یہ لاکھوں کا شکار باقہ سے جاتا رہیگا۔ اس لئے وہ برہمن سے کہنے لگا "میاں برہمن کیا تم دیوانے ہو گئے ہو؟ ان مال رکھتے کہاں ہو اور ڈھونڈتے کہاں ہو؟ اس جگہ کھود کر دیکھو نہ کھانا ہے یا نہیں؟ بتائے ہوئے مقام پر برہمن نے کھود کر دیکھا تو اپنا مال جوں کا توں پایا۔ ادھر اس عورت نے اپنے بدن پر سے آدھے زیور اتارے ہی تھے کہ اتنے میں "سکا نوکر" آپہنچا۔ اور کہا کہ "تمہارا بھائی ابھی گاڑی سے آیا ہے۔ جلدی چلو۔ اب زیور رکھنے کی ضرورت نہیں" تب اس عورت نے اپنے تمام زیورات پھر میں لئے۔ اور اسے بڑی خوشی ہوئی کہ اس کی یہ تدبیر کارگر ہوئی۔ اس بات پر وہ بے اختیار ہنس پڑی اور اس کے ساتھ برہمن بھی زور سے ہنس دیا۔ ان دونوں کو ہنسنے دیکھ کر بابا جی کا چیلہ بھی پھل پھل کر قہقہے مارنے لگا۔ تب بابا جی نے غصہ سے اپنے چیلے سے کہا "عورت اس لئے خوش ہوئی کہ اسکا بھائی آیا۔ برہمن اس لئے خوش ہے کہ اس کا مال لے گیا۔ مگر کھوکھلیوں خوشی ہوئی" چیلے نے جواب دیا "بھئی اس لئے خوش ہوئی کہ" یہ بھی گیا اور وہ بھی گیا۔

(ترجمہ از منی زبان) سید محمد علی، طالب علم جامعہ

کاشی، تپاس کو کہتے ہیں اور ہمارے سنی ہیں کسی مقدس مقام کی زیارت کے۔ تپاس چونکہ ہندو کا مقدس مقام ہے اس لئے وہاں زیارت کیلئے جانے کو ہندو کا جاتا کہتے ہیں۔
۱۔ چرائی ایک قسم کے سادھو ہوتے ہیں۔
۲۔ منہ وہ جگہ جہاں سادھو رہتے ہیں۔

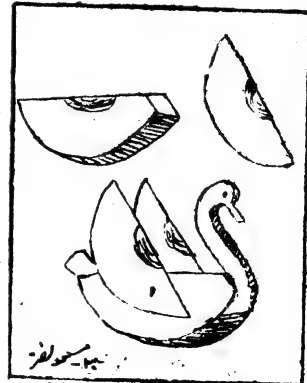
ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک برہمن کاشی جاترا کے لئے جانے لگا۔ اس کے پاس ایک ہزار روپیہ کا مال تھا۔ اسکی حفاظت سے رکھنے کی غرض سے وہ قریب ہی ایک پیر کی کے مٹھ میں گیا۔ اس نے سمجھا کہ مٹھ میں رہنے والے کے پاس اگر مال رکھا جائے تو وہ اس میں خیانت نہ کرے گا۔ اس خیال سے اس نے پیر کی سے اسکا ذکر کیا۔ پیر کی نے لگا "تم دنیا سے بے تعلق! تم کو تمہارا مال رکھ کر کیا کرنا؟" کون اس بھگوت میں بڑیگا۔ تم کسی اور کے پاس یہ مال رکھ دو پیر کی کی ایمان داری دیکھ کر برہمن نے بہت ہی اصرار کیا۔ پیر کی نے کہا کہ "اگر تمہارا اصرار ہے تو اچھا اس کونے میں اپنا مال کاڑ دو" اس کے کہنے کے مطابق برہمن نے گڈھا کھود کر اپنا مال اس میں رکھ دیا۔ اور بعد میں وہ کاشی جاترا کے لئے چلا گیا۔ پچھلے دنوں کے بعد جاترا سے جب اس آیا۔ اور پیر کی سے اپنے مال کا طالب ہوا تو پیر کی نے کہا "تم کو کیا خبر؟ تم نے اس کو چھوایا نہیں۔ جہاں رکھا تھا وہاں دیکھ لو" برہمن نے کھود کر وہاں دیکھا تو کچھ نہ پایا۔ بے چارہ دم بخود رہ گیا۔ اب شکایت کس کے پاس لیجائے۔ زندگی بھر کی پونجی نادانی سے کھو گیا۔ اس کے بڑوس میں ایک بہت ہی جالاک عورت رہتی تھی۔ اسکو یہ سارا واقعہ سنا کر برہمن بے چارہ رونے لگا۔ وہ عورت پیر کی کے چال چلن سے خوب واقف تھی۔ کہنے لگی "کچھ شکرت کرو میں کو تمہارا مال واپس دلادیتی" اس واقعہ کے آٹھ دس دن بعد ایک روز وہ عورت اپنے تمام زیورات پہن کر میراگی کے پاس جا نکو روانہ ہوئی۔ جانے سے پہلے اس نے برہمن سے کہا "میرے جانے کے آدھ گھنٹے بعد تم مٹھ میں آنا اور میرے پاس آکر کھڑے ہو جانا" اور اپنے نوکر سے کہا "تم ایک گھنٹے کے بعد سامنے والے مٹھ میں آنا اور مجھ سے کہنا کہ تمہارا بھائی ابھی سفر کر آیا۔" جلدی چلو" یہ کہہ کر وہ مٹھ میں گئی اور اس پیر کی سے کہا "بابا جی میرا بھائی پردیس میں رہتا ہے اور اب سے کئی دن پہلے وہ آئو والا تھا مگر اب تک نہیں آیا۔ میرا بی کر کے میرے تمام زیورات آپ اپنے پاس

سیب کا سیب اور نہں کا نہں

انسان نے جو آج دنیا میں اتنی ترقی کی ہے یہ صرف اسکی سوچ بچار اور اسکے غور و فکر کا نتیجہ ہے مگر اس سے یہ نہ سمجھے کہ وہ ایک نہں ہی سے جہاز یا ریل بنائے لگا تھا۔ ہر کام رفتہ رفتہ ہوا کرتا ہے اسی طرح انسان بھی ذہن بزمین اس چوٹی پر چڑھا یاں تک کہ وہ آج ترقی کر کے بہت کافی درجے پر کرچکا ہے۔ اسی طرح ہم کو بھی چاہیے کہ انھیں معمولی معمولی کاموں سے ترقی کریں اور اس حد تک پہنچیں اور انہیں کاموں سے ہماری ذہنی قوت بڑھیں اور اکثر بیکار وقت جو ہم اپنا کھودتے ہیں کام میں لائیں۔

یام بھائیو! اچھا دیکھو اب ہم ایک کھیل بچے درج کرتے ہیں جس کے بنائے ہوئے نم لوگ ضرور کو شش کرو۔

ہم بنانا کچھ مشکل نہیں ہے صرف تھوڑی سی عقل سے کام لیا جائے تو بالکل صحیح نہں بن جائیگا۔ اچھا ایک سیب لیا اور ایک تیز چاقو۔ صرف ان دو چیزوں کی مدد سے تمہارا نہں آسانی کے ساتھ بن سکتا ہے۔ سیب جو لوہہ نہ تو بہت سخت ہوا اور نہ بہت زیادہ پکا ہوا بلکہ درمیانی ہوا اس کو بچ سے دو ٹکڑے کرلو۔ ایک کو تو رکھ دو اور پہلے ایک سے کام لو۔ سب سے پہلے ایک حصہ کے پھر دو ٹکڑے کر دو۔ یہ تو نہں کا جسم ہوگا، صیبا کا تصویر سے ظاہر ہے۔



مگر اس کی گردن لگانے کے لئے جسم میں سے تھوڑا سا ٹکڑا کاٹ لو وہ دم بن جائیگی۔ تم نے ابھی جو دو ٹکڑے لے لئے ہیں ان میں سے ایک تو جسم ہوا دوسرا جو بچا اس میں سے دو کاٹیں بچی بچی اُتار لو یہ اس کے بازو ہونگے اب صرف گردن اور سر کی گھڑی گئی ہے ابھی تک تم نے سارا کام ایک ہی ٹکڑے سے لیا ہے اور دوسرے ٹکڑے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا ہے۔ گردن اور سر اس میں سے نکالو۔ مگر بہت صفائی کے ساتھ کیونکہ گردن کی خوبصورتی جانی رہی تو نہں نہیں معلوم ہوگا۔ اس لئے جس طرح اس کی گردن ہم کھائی ہوئی ہوتی ہے اسی طرح اس میں سے گردن کاٹو۔ اب صرف ان سب کو لگانا باقی رہ گیا ہے۔ لگانے کے لئے دیا مسلائی کی تیلی پتلی نیلیاں بنا لو اور انھیں سے جسم کے جوڑوں کو ملاؤ۔ آنکھوں کی جگہ آر پار سوراج کر دو۔ اب تمہارا نہں پورا ہو گیا مگر دیکھو کیسی اُتر نہ جائے۔ (ادیٹر)

مسعود اختر طالب علم ثانوی اول (جامعہ)

حکمت کی باتیں

- (۱) معدہ اور رنج مانگتے ہیں تو بن بولے مانگتے ہیں۔
- (۲) چیزیں مٹا ل جائیں تو گھوڑے کو بھی ہار ڈالتی ہے
- (۳) بدنامی کوٹنے کی طرح ہے۔ یا ہاتھوں کو جلادیتی ہے اور پالندہ کر دیتی ہے۔
- (۴) چور سے چوری کرنا تصبیح اوقات ہے۔
- (۵) خوبصورت پنجرے سے پرندے کی بھوک نہیں مرتی۔
- (۶) کوئیں میں تھو کو نہیں۔ شاید کہ اس کا پانی پینا پڑے۔
- (۷) منہ کا کوئی آقا نہیں۔
- (۸) قسمت والوں کے مرتے بھی اندھے دیتے ہیں۔

انعامی معنی

ذیل میں اپنی نوعیت کا ایک بالکل نیا مستند دیا جاتا ہے جس پر ہم کی قیمت کی کوئی کتاب انعام میں دیکھا گئی۔ جواب یکم میں مسٹر نیک اڈیٹر پیام نسیم کے نام پہنچ جانا چاہیے۔ وہ سمجھتا ہے، جو تین مصرعوں کی شکل میں ظاہر کیا گیا ہے۔

- (۱) سب کا فو تو ٹھنڈی روشنی ہوں اور ویسے جتنا رہتا ہوں۔
 (۲) میں سید سے ہوں نیکی اُنے پُرانے قصوں کا مجموعہ ہوں۔
 (۳) میں اُنے سید سے دونوں طرح سے ”دکھ“ کے معنی دیتا ہوں۔

دوسرا معنی

میں ایک آٹھ حرفوں کا انسان ہوں جس کے

یاد	= ۴ + ۳ + ۱
جسم کا ایک حصہ	= ۸ + ۲ + ۲
آگ	= ۴ + ۲ + ۸
دوست	= ۴ + ۲ + ۶
فوری طور پر	= ۸ + ۶ + ۵

بتاؤ میرا نام کیا ہے؟

- ۱۔ اس معنی کا حل ۷ مئی ۱۹۷۷ء تک ذیل کے پتہ پر پہنچ جانا چاہیے۔
 ن. م. صاحب توسط اڈیٹر پیام نسیم قرو باغ - دہلی۔

۲۔ حل کے ہمراہ ایک کٹٹ آنا ضروری ہے۔

۳۔ ایک سے زیادہ حل آنے پر انعامات قرعہ اندازی کے ذریعہ سے تقسیم ہونگے۔

۴۔ انعام اولیٰ - پردہ غفلت - انعام دوم - اورنگ زیب عالمگیر۔

نوٹ:- ہر دو انعامات پہنچی وصول ہو گئے ہیں اور نتیجہ شائع ہونیکے ساتھ ہی مستحق انعام کو مل جائیں گے۔ (اڈیٹر)

”پیام تعلیم“ یا کوئی دوسرا اخبار آتا ہو اور ہر مہینہ چند سی کتابوں کا اضافہ ہوتا ہو جس میں

۱۱۔ اس فرست کی سب کتابوں کی قیمت تو منقطع ہے جو ایک دم صرف خاص خاص بچے خریدیں گے لیکن علماء، امامان کی کتابیں سب ہی خرید سکتے ہیں۔
۱۲۔ اگر کوئی بچہ جس کی کم کتابیں لینا چاہتا ہو تو ایک کارڈ میں اپنی پسند کی کتابیں لکھ کر ہم سے دریافت کرے کہ کتاب کی قیمت کے علاوہ ٹکٹ پر کتنے پیسے اور خرچ ہوں گے۔ ہم اسی دن اس کو جواب دیدیں گے۔

[illegible]

ملنے کا پتہ :- مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ قزوین و تبلیغ و ملی

ہندوستان بھریں

عمدہ مضبوط دیرپا، خوبصورت،
نفیس اور نسبتاً درزاں قیمت پر
سامان کھیل میا کر نیوالا واحد رفاہ
ملک اینڈ کمپنی جسٹریٹ شہر سیالکوٹ
کو یاد رکھئے



اگر آپ کو

یا آپ کو دست احباب کو کسی قسم کا
سامان کھیل مثلاً کرکٹ فٹ بال،
والی بال ہاکی ٹینس بیڈمنٹن وغیرہ کی
ضرورت ہو تو ہمیشہ براہ راست اسکوٹکے
خاص عام ملک اینڈ کمپنی کو لکھیں۔

اپنی عمدگی مضبوطی اور نسبتاً درزاں قیمتوں کی وجہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ ان میں جو نونوعین کھیل کھلونے کے سرکاری اور اسکولوں کے ہندوستان سامان بطور پیش
انہوں نے روزمرہ کی پرورش اور مقابلہ کے سچوں میں سب خواہش عمده اور مضبوط پاکر اعلیٰ سے اعلیٰ شہریت دے اور بڑے بڑے آرڈروں سے مستفید فرمائے گا اور کارخانہ کے مستقل
گاہک بننے کے علاوہ کمپنی کے مجرم مشتریان بن گئے۔

عمدہ گیارہ سال سے مستقل طور پر ہندوستان بھر کے اسکولوں کالونیوں، جینٹلمن، ریاستوں اور کھلونوں میں کثرت خرید جائیکے علاوہ مالک غیر میں بھی گولیا
ہمارا سامان کھیل جاپاؤس انٹینس جقد شہرت اور ناموری اپنی دامتداری کی وجہ سے کارخانہ کو نصیب ہوئی جو نیا ہی کسی دوسرے کو ہوئی جو آپ ہی اپنا ذاتی آرڈر بھیج کر
ہادی صداقت کا استحسان کریں۔ ذیل میں مختصر قیمت سامان کھیل درج ہے جس میں ۲ فی روپیہ کی خاص رعایت دیا جائیگی جب ضرورت لکھ کر طلب کریں۔

فہرست سامان ہاکی	فہرست سامان کرکٹ	فہرست سامان فٹ بال	فہرست سامان والی بال
دی مارک ٹین رابرٹس ہینڈل ہاکی اور کانچو چڑ پٹا ہوا نہایت مضبوط اور خوبصورت قیمت دی سوئیک ڈبل سربنگ ہینڈل اور کانچو مضبوط سیاہ نہایت مضبوط اور پر با قیمت دی رائل ڈبل سربنگ ہینڈل ہاکی اور پرن بروٹ ڈنگ کا دلائی دھاگہ ڈبل اور خوبصورت دی مارک ٹین رابرٹس ہینڈل ہاکی اور پرن بروٹ دی ہینڈل ہینڈل ہاکی اور پرن بروٹ دی ہینڈل ہینڈل ہاکی اور پرن بروٹ دی ہینڈل ہینڈل ہاکی اور پرن بروٹ	دی سوئیک ٹین رابرٹس ہینڈل کرکٹ بیڈ ہاکی اور مضبوط اور سیاہ نہایت مضبوط قیمت دی رائل ڈبل سربنگ ہینڈل ہاکی اور پرن بروٹ دی مارک ٹین رابرٹس ہینڈل ہاکی اور پرن بروٹ دی مارک ٹین رابرٹس ہینڈل ہاکی اور پرن بروٹ دی مارک ٹین رابرٹس ہینڈل ہاکی اور پرن بروٹ دی مارک ٹین رابرٹس ہینڈل ہاکی اور پرن بروٹ دی مارک ٹین رابرٹس ہینڈل ہاکی اور پرن بروٹ دی مارک ٹین رابرٹس ہینڈل ہاکی اور پرن بروٹ	دی مارک ٹین رابرٹس ہینڈل فٹ بال اور فٹ بال نہایت مضبوط اور سیاہ قیمت دی سوئیک ٹین رابرٹس ہینڈل فٹ بال اور دی مارک ٹین رابرٹس ہینڈل فٹ بال اور دی مارک ٹین رابرٹس ہینڈل فٹ بال اور دی مارک ٹین رابرٹس ہینڈل فٹ بال اور دی مارک ٹین رابرٹس ہینڈل فٹ بال اور دی مارک ٹین رابرٹس ہینڈل فٹ بال اور دی مارک ٹین رابرٹس ہینڈل فٹ بال اور	کاسٹالی بال گلوٹر رنگ ہینڈل کرکٹوں کا نہایت خوبصورت اور مضبوط نہایت ہی کم قیمت دی مارک ٹین رابرٹس ہینڈل کرکٹوں کا نہایت فائو لٹیر ہینڈل والی بال اور کانچو مضبوط دی مارک ٹین رابرٹس ہینڈل والی بال اور کانچو مضبوط دی مارک ٹین رابرٹس ہینڈل والی بال اور کانچو مضبوط دی مارک ٹین رابرٹس ہینڈل والی بال اور کانچو مضبوط دی مارک ٹین رابرٹس ہینڈل والی بال اور کانچو مضبوط دی مارک ٹین رابرٹس ہینڈل والی بال اور کانچو مضبوط دی مارک ٹین رابرٹس ہینڈل والی بال اور کانچو مضبوط

ملنے کا پتہ: جنرل نیچر ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ شہر سیالکوٹ تارکار جٹری شہر تہ ملک سیالکوٹ

آخرى درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا۔

